



یہ کتاب برقی شکل میں نشر ہوئی ہے اور شبکہ الامامین الحسینین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں تنظیم ہوئی ہے

Presented By: <https://jafrilibrary.com>

نام کتاب: تاریخ اسلام ۳ (حضرت فاطمہ (س) اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی حیات طیبہ)

مؤلف: مرکز تحقیقات اسلامی

مترجم: معارف اسلام پبلشرز

ناشر: نور مطاف

جلد: چوتھی

اشاعت: دوسری

تاریخ اشاعت: رجب المرجب ۱۴۲۸ھ - ق

تعداد: ۳۰۰۰

Web : [www.maaref-foundation.com](http://www.maaref-foundation.com)

E-mail : [info@maaref-foundation.com](mailto:info@maaref-foundation.com)

جملہ حقوق طبع بحق معارف اسلام پبلشرز محفوظ ہیں۔

## عرض ناشر:

ادارہ معارف اسلام پبلشرز اپنی اصلی ذمہ داری کو انجام دیتے ہوئے مختلف اسلامی علوم و معارف جیسے تفسیر، فقہ، عقائد، اخلاق اور سیرت معصومین (علیہم السلام) کے بارے میں جانے پہچانے محققین کی قیمتی اور اہم تالیفات کے ترجمے اور طباعت کے کام کو انجام دے رہا ہے۔

یہ کتاب تاریخ اسلام ۳ (حضرت زہرا (س) اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی حیات طیبہ) جو قارئین کے سامنے ہے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار علیہم السلام کی سیرت اور تاریخ پر لکھی جانے والی کتابوں کے سلسلے کی ایک کڑی ہے جسے گذشتہ سالوں میں ترجمہ کروا کر طبع کیا گیا تھا۔ اس ترجمہ کے دستیاب نہ ہونے اور معزز قارئین کے مسلسل اصرار کے باوجود اس پر نظر ثانی اور اسے دوبارہ چھپوانے کا موقع نہ مل سکا۔

اب خداوند متعال کے لطف و کرم سے اس نفیس سلسلے کی چوتھی اور آخری جلد کو نظر ثانی اور تصحیح کے بعد زیور طبع سے آراستہ کر کے اردو زبان قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔  
آخر میں تمام مترجمین اور تصحیح کرنے والے حضرات کے شکر گزار ہیں اور دعا گو ہیں کہ پروردگار عالم ہم سب کو سیرت معصومین (علیہم السلام) پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عنایت فرمائے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

معارف اسلام پبلشرز

پہلا سبق:

حضرت علیؑ کی زندگی کے حالات (پہلا حصہ)

Presented By: <https://jafrilibrary.com>

## ائمہ طاہرین اور ان کی تعداد

پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد، آپ ﷺ کے جانشینوں اور لوگوں کے دین و دنیا کے پیشواؤں کی تعداد بارہ ہے اور اس سلسلہ میں عامہ اور خاصہ دونوں ہی نے پیغمبر اکرم ﷺ سے بہت سی روایتیں نقل کی ہیں یہاں تک کہ ان میں سے بہت سی روایتوں میں ائمہ معصومین ؑ کے ناموں کی صراحت بھی موجود ہے<sup>(۱)</sup>۔

ان حضرات کی تعداد اور ناموں پر رسول اکرم ﷺ کی نص کے علاوہ ہر امام ؑ نے خدا کے حکم سے اپنے بعد والے امام ؑ کا تعارف بھی کرایا ہے۔ جیسا کہ پہلے امام حضرت امیر المؤمنین نے شہادت کے وقت اپنے بیٹے امام حسن ؑ کے نام کی تصریح فرمادی تھی اور امام حسن ؑ نے بھی اپنی وفات کے وقت اپنے بھائی امام حسین ؑ کے عہدہ امامت کا اعلان کر دیا تھا نیز یہی عمل تمام ائمہ معصومین ؑ نے انجام دیا۔

## ائمہ معصومین کے نام:

۱۔ حضرت امیر المؤمنین علی بن ابیطالب ؑ

۲۔ حضرت امام حسن مجتبیٰ ؑ

۳۔ حضرت امام حسین ؑ

۳۔ حضرت امام سجاد ؑ

- ۵۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام
- ۶۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
- ۷۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
- ۸۔ حضرت امام رضا علیہ السلام
- ۹۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام
- ۱۰۔ حضرت امام علی النقی علیہ السلام
- ۱۱۔ حضرت امام حسن العسکری علیہ السلام
- ۱۲۔ حضرت امام مہدی (حجتہ بن الحسن) علیہ السلام

### ائمہ معصومین کی سیرت

ہمارے بارہ امام پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اکرم کی تعلیم و تربیت کا کامل نمونہ تھے، ان حضرات کی سیرت، رسول صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی سیرت تھی

البتہ دو سو پچاس سال کی مدت (یعنی ۱۱ھ ق سے لیکر ۲۶۰ھ ق) تک جب یہ معصومین علیہم السلام حضرات لوگوں کے درمیان موجود تھے اس زمانہ میں مختلف حالات پیش آتے رہے کہ جن میں ائمہ معصومین علیہم السلام کی زندگی مختلف شکلوں میں جلوہ گر ہوتی رہی لیکن پھر بھی انہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اکرم کے اصلی مقصد یعنی اسلام کی نشر و اشاعت اور اصول و فروع کو تغیر و تبدیلی اور تحریف سے محفوظ رکھنے نیز ممکنہ حد تک لوگوں کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ میں کسی قسم کا دریغ نہیں کیا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ۲۳ سالہ تبلیغی دور میں زندگی کے تین مرحلوں سے گزرے ہیں، چنانچہ بعثت کے شروع کے تین سال آپ نے پوشیدہ طور پر تبلیغ کرنے میں گزارے، اس کے بعد دس سال تک مسلسل مکہ میں علی الاعلان لوگوں کو دعوت اسلام دیتے رہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

پیروکار دونوں ہی دشمنان اسلام کی طرف سے ڈھائے جانے والے سخت مظالم اور آزار کا شکار رہے، اس دور میں آپ ﷺ کو دین اسلام کی تبلیغ کے لئے کسی طرح کی آزادی حاصل نہیں تھی۔ پھر آخر کے دس سال اس حالت میں گزرے کہ حکومت اسلامی کی بنیاد رکھی گئی اور اسلام نے اپنی فاتحانہ ترقی اور پیش قدمی کو جاری رکھا اور ہر لحظہ مسلمانوں پر کمال و دانش کے دروازے کھلتے رہے۔

ائمہ معصومین گوناگوں حالات سے دوچار تھے۔ ان کے زمانے کی صورت حال، پیغمبر اکرم ﷺ کے ہجرت کے پہلے والے زمانہ کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت رکھتی تھی کبھی تو بعثت کے پہلے تین سالوں کی طرح، کسی صورت سے بھی اظہار حق ممکن نہ تھا اسی وجہ سے یہ حضرات بھی نہایت احتیاط کے ساتھ اپنے فرائض پر عمل کرتے رہے ہیں جیسا کہ چوتھے امام حضرت زین العابدین ؑ نے یہی کیا۔

اور کبھی ہجرت سے دس سال پہلے کی طرح صرف نشر احکام اور معارف دین کی تعلیم دیتے اور افراد کی تربیت کرتے تھے ادھر حکام بھی ایذا رسانی سے باز نہیں آتے تھے اور ہر روز ایک نئی مشکل پیدا کر دیتے تھے۔

پیغمبر اکرم ﷺ کی ہجرت کے بعد کے حالات سے کسی حد تک حضرت امام علی ؑ کے پانچ سالہ دور حکومت کے حالات اور حضرت امام حسن ؑ کی زندگی کے تھوڑے دنوں کے حالات کے مشابہ تھے۔ نیز اسی طرح کی صورت حال حضرت امام حسین ؑ کی زندگی میں بھی پیش آئی، جس میں حق مکمل طور پر جلوہ گر ہوا اور اس نے شفاف آئینہ کی طرح پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانہ کے عمومی حالات کو پیش کیا۔

اس زمانہ کے علاوہ کہ جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور کسی بھی زمانہ میں ائمہ معصومین نے آشکارہ طور پر وقت کے حکمرانوں کی مخالفت نہیں کی اور نہ ہی ان سے کھلم کھلا برسر پیکار ہو سکے اسی وجہ سے ان کے لئے قول و عمل میں تقیہ ناگزیر تھا۔ اس کے باوجود بھی ان کے دشمن، ان کی شمع حیات کو گل کرنے اور ان کے آثار کو مٹانے کی کوششوں میں لگے رہے۔

## اختلاف کی اصل وجہ

پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد اسلامی معاشرہ میں مختلف حکومتیں بنیں اور انہوں نے اپنے آپ کو حکومت اسلامی کا نام دیا۔ بنیادی طور پر یہ تمام حکومتیں اہل بیت کی مخالف تھیں۔

نیز یہ مخالفت اور دشمنی ناقابل آشتی، بنیادی اور اعتقادی تھی۔ یہ صحیح ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنی احادیث میں اپنے اہل بیت علیہ السلام کے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں کہ جن میں سے ایک اہم ترین سمجھی جانے والی بات یہ ہے کہ اہل بیت علیہ السلام، احکام دین، معارف قرآن اور خدا کی حلال و حرام کردہ چیزوں سے مکمل طور پر آگاہ تھے اور وہ انھیں لوگوں کے لئے بیان فرماتے تھے نتیجہ میں ان کی تعظیم اور احترام تمام امت پر لازم تھا، لیکن امت نے پیغمبر اکرم ﷺ کی اس وصیت کا حق ادا نہیں کیا۔

مختلف مقامات خصوصاً غدیر خم میں پیغمبر اکرم ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنا جانشین معین فرمادیا تھا، لیکن اس کے برخلاف کچھ مسلمانوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد دوسروں کو پیغمبر ﷺ کا جانشین چن لیا اور اہل بیت علیہ السلام کو ان کے مسلم حق سے محروم کر دیا۔ نتیجہ میں حکومت وقت، اہل بیت کو ہمیشہ اپنا خطرناک رقیب شمار کرتی رہی اور مختلف طریقوں سے انہیں ختم کر دینے یا گوشہ نشین بنادینے کی کوشش میں لگی رہی۔ ائمہ معصومین پیغمبر ﷺ اعظم کی سیرت کو امت اسلامی کے سامنے پیش کرتے تھے، حکومت اسلامی کے فرائض کی رعایت اور اسلام کے تمام احکام کے اجراء کو ضروری سمجھتے تھے۔ لیکن پیغمبر ﷺ کے بعد تشکیل پانے والی حکومت، احکام اسلامی کی مکمل رعایت اور سیرت پیغمبر ﷺ کی متابعت کی پابندی نہیں کرتی تھی بلکہ ہمیشہ اپنی نفسانی اور سیاسی خواہشوں کے مطابق احکام اور قوانین کی تفسیر کرتی رہی، امیر المؤمنین۔ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"بیشک یہ دین اشرار کے ہاتھوں میں اسیر، نیز ہوا و ہوس اور دنیا طلبی کا ذریعہ ہو گیا ہے" (۲)

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام کی خصوصیات کو بیان کرنے ہوئے فرماتے

ہیں :

"حضرت علیؓ شریعت کے پابند تھے اور جو کچھ دین کے خلاف تھا اس کو یکسر نظر انداز کر دیتے تھے اور اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔"

اسی طرح حضرت علیؓ خود فرماتے ہیں کہ:

"اگر دین و تقویٰ مانع نہ ہوتا تو میں عرب کا زیرک ترین شخص ہوتا۔"

لیکن دوسرے خلفاء نے جو خود بہتر سمجھا اور جو ان کی رائے کے مطابق تھا اسی پر عمل کیا، چاہے وہ شرع کے مطابق ہو یا نہ ہو

(۳)

خداوند عالم نے چند آیات میں امت اسلامی کو حتیٰ کہ پیغمبر اکرم ﷺ کو احکام اسلامی میں تبدیلی کرنے سے منع کیا ہے۔ پیغمبر اسلام نے بھی ان ناقابل تغیر احکام اور قوانین کی روشنی میں لوگوں کے درمیان ایسی روش اختیار کی کہ جس سے قوانین الہی کے اجراء میں زمان، مکان اور اشخاص کے اعتبار سے کوئی فرق نہ رہ جاتا۔

پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مقصد صرف یہ تھا کہ احکام آسمانی، لوگوں کے درمیان عادلانہ اور مساوی طور پر جاری ہو سکیں اور اسلام کے قوانین میں کوئی تبدیلی اور تحریف واقع نہ ہو اسی روش کے ذریعہ آپ ﷺ نے لوگوں کے درمیان ہر طرح کے امتیاز کو ختم کر دیا حتیٰ کہ آپ ﷺ، خدا کے حکم سے واجب الاطاعت حاکم اور فرمانروا قرار پائے۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے لئے ان کی زندگی میں بجز اس امتیاز کے کہ جو دستور خداوندی کے وجہ سے تھا ذرہ برابر بھی لوگوں کی بہ نسبت کوئی امتیاز نہ تھا۔

لیکن ائمہ معصومین کے زمانہ میں برسر اقتدار حکومتوں نے ظاہری لحاظ سے بھی اپنی سیرت کو پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت سے منطبق نہیں کیا اور اپنی راہ و روش کو یکسر بدل ڈالا۔

۱۔ رسول ﷺ خدا کی رحلت کے بعد اسلامی معاشرہ میں شدید ترین اختلافات رونما ہوئے اور امت اسلامی، طاقتور اور کمزور دو دستوں میں تقسیم ہو گئی۔ (۴) اور ایک گروہ کی عزت و آبرو اور جان و مال دوسرے گروہ کی ہوا و ہوس کا بازیچہ بن گئی۔

۲۔ نام نہاد اسلامی حکومتیں تدریجاً قوانین اسلامی کو بدلنے لگیں اور کبھی اسلامی معاشرہ کی مصلحت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنی حکومت اور اقتدار کے تحفظ کی خاطر احکام الہی پر عمل کرنے سے کتراتیں تھیں اور اسلامی دستور و قوانین کی مخالفت کرتی تھیں۔ یہ روش روز بروز وسعت پاتی گئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ زما داران حکومت اور کام کرنے والوں میں ذرہ برابر احکام اسلامی اور دینی حدود کی پابندی کا پاس و لحاظ نہ رہا۔

لیکن ائمہ معصومین، قرآن کے حکم کے مطابق احکام اسلام اور سیرت پیغمبر ﷺ کے اجراء کو ہمیشہ اور تمام لوگوں کے لئے لازم جانتے تھے، اسی اختلاف اور تضاد کی بنا پر اس وقت کی حکومتیں اپنی طاقت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ائمہ معصومین کی حیثیت کو کمزور بنانے اور ان کو معاشرے اور لوگوں سے دور کرنے کی کوششیں کرتی رہیں اور ہر ممکن طریقہ سے ان کے نور کو گل کرنے میں لگی رہیں۔<sup>(۵)</sup>

اہل بیت شدید مشکلات سے دوچار رہے اور سخت ترین کینہ تو زد شمنوں میں رہنے کے باوجود بھی حقائق دین کی تبلیغ کرتے رہے اور صالح افراد کی تربیت سے دست بردار نہ ہوئے۔ ان کی مسلسل تعلیم و تربیت ہی کا اثر تھا کہ حق کے پیروکاروں کی تعداد، رحلت پیغمبر ﷺ کے وقت مختصر ہونے کے باوجود او آخر عصر ائمہ علیہ السلام میں کثیر ہو گئی۔

### علی ابن ابیطالب

مذکورہ بالا مقدمہ میں ہم نے ائمہ معصومین علیہ السلام کی عمومی سیرت اور انکی معاصر حکومتوں کا اجمالی ذکر کیا ہے نیز ان کے درمیان اختلاف کے اسباب کی تحقیق پیش کر دی ہے، اور اب ہم ائمہ معصومین علیہ السلام کی سوانح عمری کے بارے میں بقدر گنجائش دروس بیان کریں گے یہ تو واضح ہے کہ تمام معصوم پیشواؤں کی مکمل علمی، سیاسی اور اجتماعی زندگی کو چند گھنٹوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا

مختصر وقت کے پیش نظر، رہبران الہی کی زندگی کا سرسری جائزہ ہی پیش کیا جا رہا ہے۔  
ابتدا پہلے امام حضرت امیر المؤمنین ؑ کی زندگی سے کی جا رہی ہے۔ آپ ؑ کی زندگی کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

- الف۔ ولادت سے بعثت پیغمبر ؑ تک
- ب۔ بعثت سے ہجرت پیغمبر ؑ تک
- ج۔ ہجرت سے رحلت پیغمبر ؑ تک
- د۔ رحلت پیغمبر ؑ سے خلافت تک
- ہ۔ خلافت سے شہادت تک

اب ہم ان پانچوں حصوں میں سے ہر حصہ کے بارے میں بحث کا نچوڑ پیش کریں گے۔

### ولادت سے بعثت پیغمبر ؑ تک

حضرت علی بن ابی طالب۔ جمعہ کے دن ۱۳ رجب ۳۰ھ ق عام الفیل (بعثت سے دس سال پہلے) خانہ خدا میں پیدا ہوئے۔<sup>(۶)</sup>  
ان کے پدر عالیقدر "عمران"<sup>(۷)</sup> ابن عبدالمطلب ابن ہاشم ابن عبدمناف تھے اور ان کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد ابن ہاشم ابن عبدمناف تھیں۔

حضرت علی نے چھ سال کی عمر تک اپنے والدین کے پاس زندگی گزاری اس کے بعد حضرت محمد ابن عبد اللہ کی درخواست پر اُن کے پاس چلے آئے اور آپ ؑ کے دامن تربیت میں رہے۔<sup>(۸)</sup>

حضرت علی ؑ اپنے اس زمانہ کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:

وَضَعْنِي فِي حَجْرِهِ وَ أَنَا وَلَدٌ يَضُمُّنِي إِلَى صَدْرِهِ وَ يَكْنُفُنِي فِي فَرَّاشِهِ وَ يُمَسُّنِي جَسَدَهُ وَ يُشَمِّنِي عَرَفَهُ

و كَانَ يَمْضَعُ الشَّيْءَ ثُمَّ يَلْقَمْنِيهِ... وَ لَقَدْ كَانَ يُجَاوِرُ فِي كُلِّ سُنَّةٍ: بِحِرَاءِ فَارَاهُ وَ لَا يَرَاهُ غَيْرِي... (۹)

"بچپن میں پیغمبر ﷺ مجھے اپنی آغوش میں لیتے اپنے سینہ سے لگاتے اور اپنی مخصوص آرامگاہ پر جگہ دیتے اپنا جسم اقدس میرے جسم سے مس کرتے اور اپنی خوشبو سے میرے مشام جاں کو معطر فرماتے غذا چبا کر میرے منہ میں رکھتے۔"

میں رسول ﷺ خدا کی اس طرح پیروی کرتا تھا کہ جیسے (اونٹ کا) شیر خوار بچہ اپنی ماں کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔ آنحضرت ﷺ ہر روز میرے لئے اپنے اخلاق کا علم بلند کرتے تھے اور مجھے حکم دیتے تھے کہ میں ان کے کردار کی پیروی کروں۔ آپ ﷺ ہر سال "غار حرا" میں تشریف لے جاتے تھے اور اس وقت میرے علاوہ آپ ﷺ کو، کوئی دیکھ نہیں پاتا تھا۔"

خورشید رسالت کا اعلیٰ کردار، حسن رفتار، عدالت پسندی، انسان دوستی اور خدا پرستی حضرت علیؑ کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے خطوط معین کرنے کے لئے بہترین نمونہ اور سر مشق عمل ہے۔

### بعثت سے پیغمبر ﷺ کی ہجرت تک

حضرت علیؑ ابھی نوجوان تھے اور آپ ﷺ کا سن دس سال سے زیادہ نہیں ہوا تھا لیکن پھر بھی آپ ﷺ کی فکر اور آگاہی اتنی تھی کہ جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیغمبری کا اعلان فرمایا تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے ایمان کا اعلان فرمایا (۱۰) اس سلسلہ میں آپ ﷺ فرماتے ہیں:

لَمْ يَجْمَعُ بَيْتٌ وَاحِدٌ يَوْمَئِذٍ فِي الْإِسْلَامِ غَيْرَ رَسُولٍ وَ خَدِيجَةَ وَ أَنَا ثَالِثُهُمَا أَرَى نَوْرَ الْوَحْيِ وَ الرِّسَالَةَ وَ اِشْتَمَّ

ريح النبوة\_ "(۱۱)"

اس زمانہ میں جب اسلام کسی گھر میں نہیں پہنچا تھا۔ فقط پیغمبر اکرم ﷺ اور ان کی بیوی خدیجہ مسلمان تھیں اور تیسرا میں مسلمان تھا۔ میں نوروحی کو دیکھتا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔"

جب آیہ ﴿وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ (۱۲) نازل ہوئی تو حضرت علیؑ نے پیغمبر اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق اپنے رشتہ داروں میں سے چالیس افراد کو منجملہ اپنے چچا ابو لہب، عباس اور حمزہ وغیرہ کو مہمان بلایا۔ رسول اکرم ﷺ نے کھانے پینے کے بعد فرمایا:

"اے فرزندان عبدالمطلب میں جو چیز تمہارے لئے لایا ہوں مجھے نہیں معلوم کہ عرب کے جوانوں میں سے کوئی بھی اس سے بہتر چیز تمہارے لئے لایا ہو۔ میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی نیز خیر و سعادت کا تحفہ لایا ہوں۔ خدا نے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس کی طرف بلاؤں تم میں سے کون ہے جو اس راستہ میں میری مدد کرے تاکہ وہی میرا بھائی، میرا وصی اور میرا جانشین قرار پائے؟"

رسول خدا ﷺ نے تین باریہ بات دہرائی اور ہر بار تنہا حضرت علیؑ ہی کھڑے ہوئے اور انہوں نے اسی امر میں اپنی آمادگی کا اعلان فرمایا۔

پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"یہ (علیؑ) ہی میرے بھائی، میرے وصی اور میرے جانشین ہیں ان کی باتوں کو سنو اور ان کی اطاعت کرو۔" (۱۳)

حضرت علیؑ نے مکہ کی پوری تیرہ سالہ زندگی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں گزاری اور وحی الہی کو مکتوب فرماتے رہے۔

علیؑ ، بستر رسول ﷺ پر

اظہار اسلام کی بنا پر قریش کے سربرآوردہ افراد نے اپنی تسلط طلب خواہشوں کی راہ میں

وجود پیغمبر اکرم ﷺ کو خطرناک تصور کیا۔ اسی وجہ سے "دارالندوہ" میں جمع ہوئے اور رسول ﷺ خدا سے برسریہ پیکار ہونے کے لئے آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ آخر میں یہ طے پایا کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک آدمی چنا جائے تاکہ رات کو پیغمبر اکرم ﷺ کے گھر پر حملہ کیا جائے اور سب مل کر ان کو قتل کر دیں۔ پیغمبر اکرم ﷺ وحی الہی کے ذریعہ کی ان سازشوں سے آگاہ ہو گئے اور یہ حکم ملا کہ راتوں رات مکہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ (۱۴) آپ ﷺ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: کہ "آپ ﷺ میرے بستر پر اس طرح سو جاؤ کہ کسی کو یہ معلوم نہ ہونے پائے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی جگہ کون سو رہا ہے۔"

حضرت علیؑ کی یہ فداکاری اتنی اہمیت اور قدر و منزلت کی حامل تھی کہ مختلف روایات (۱۵) کی بنا پر خدا نے یہاں پر یہ آیت نازل کی:

﴿و من الناس من یشرى نفسه ابتغاء مرضات الله و الله رؤف بالعباد﴾ (۱۶)

لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو رضائے خدا کی راہ میں اپنا نفس بیچ دیتے ہیں اور خدا، اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

ہجرت سے رحلت پیغمبر ﷺ تک

الف۔ علیؑ، پیغمبر ﷺ کے امین

پیغمبر اکرم ﷺ کو جب ہجرت کا حکم ملا تو آپ ﷺ نے اپنے خاندان کے افراد اور قبیلہ کے درمیان حضرت علیؑ سے زیادہ کسی کو امانت دار نہیں پایا۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے ان کو اپنا جانشین بنایا تاکہ وہ لوگوں کی امانتیں ان تک پہنچادیں، آپ ﷺ کا قرض ادا کریں اور آپ ﷺ کی دختر حضرت فاطمہ زہراءؑ اور دوسری عورتوں کو مدینہ پہنچادیں۔

حضرت علیؑ، پیغمبر اکرم ﷺ کے حکم پر عمل کرنے کے بعد، اپنی والدہ گرامی جناب فاطمہ بنت

اسد، بنت رسول ﷺ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا، زبیر کی بیٹی فاطمہ اور کچھ دوسرے لوگوں کے ساتھ مدینہ روانہ ہوئے اور مقام "قبا" (۱۷) میں پیغمبر ﷺ اکرم سے جا ملے۔ (۱۸)

### ب۔ علیؑ اور راہ خدا میں جہاد

رسول ﷺ خدا کے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد راہ حق میں اپنی جان کی بازی لگانے والوں اور جان کی پروا، نہ کرنے والوں میں پیغمبر اکرم ﷺ کے اصحاب کے درمیان حضرت علیؑ بے نظیر تھے۔ آپ ﷺ غزوہ تبوک کے علاوہ۔ کہ جس میں آپ ﷺ، پیغمبر اکرم ﷺ کے حکم سے مدینہ میں رک گئے تھے۔ تمام غزوات میں موجود رہے۔ اور زیادہ تر آپ ﷺ کی فداکاری و ایثار کے سبب، لشکر اسلام نے لشکر کفر و شرک پر غلبہ حاصل کیا۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ اپنے دشمن و مد مقابل کو شکست دی اور کبھی بھی دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائی اور فرمایا کہ اگر تمام عرب ایک کے پیچھے ایک مجھ سے لڑیں تو میں اس جنگ میں پیٹھ پھرنے والا نہیں ہوں۔ (۱۹)

بلا خوف و تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اگر اس جانباز اسلام کی جانبازیاں اور فداکاریاں نہ ہوتیں تو بعید نہیں تھا کہ بدر، احد، خندق اور خیبر... یا کسی بھی جنگ میں کفار و مشرکین، چراغ رسالت کو با آسانی گل کر کے پرچم حق کو سرنگوں کر دیتے۔ اس مقام پر مولا علیؑ کی جنگ خندق و خیبر کے دو میدانوں کی فداکاریوں کو بیان کرتے ہوئے اب ہم آگے بڑھیں گے۔

۱۔ اسلام دشمن مختلف گروہوں نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملا لیا تاکہ ایک بیک مدینہ پر حملہ کر کے اسلام کو ختم کر دیں پیغمبر ﷺ اسلام نے جناب سلمان فارسی کی پیشکش پر حکم دیا کہ مدینہ کی ان اطراف میں خندق کھود دی جائے کہ جہاں سے دشمن کے داخل ہونے کا خطرہ ہے۔

خندق کے دونوں طرف دونوں لشکر ٹھہرے ہوئے تھے، کہ عرب کا نامی گرامی جنگجو "عمرو بن عبدود" دشمن کے لشکر سے خندق کو پار کر کے رجز پڑھتا اور مبارزہ طلبی کرتا ہوا آیا۔ حضرت علیؑ نے

قدم آگے بڑھائے دونوں میں گفتگو کے بعد "عمرو" گھوڑے سے اتر پڑا اور اس نے گھوڑے کو پے کر دیا، تلوار لے کر حضرت علیؑ پر حملہ آور ہوا تو امامؑ نے دشمن کے وار کو اپنی ڈھال پر روکا اور اس کے بعد آپؑ نے ایک ضرب سے اس کو زمین پر گرا دیا پھر قتل کر ڈالا۔ "عمرو" کے ساتھیوں نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے اور جوہر گئے وہ امام کی تلوار ذوالفقار کے لقمہ بن گئے (۲۰)۔ جب امامؑ فاتحانہ واپس آئے تو پیغمبر اکرمؐ نے ان سے فرمایا: "اگر تمہاری آج کی جنگ کو امت اسلام کے تمام پسندیدہ اعمال سے تو لاجائے تو تمہارا یہ عمل سب سے برتر ہے۔" (۲۱)

۲۔ پیغمبرؐ اکرم نے یہودیوں کے مرکز، خیبر کا محاصرہ کیا اس غزوہ میں آنکھوں کے درد کے سبب حضرت علیؑ جنگ میں شامل نہ تھے۔ رسول اکرمؐ نے دو مسلمانوں کو پرچم دیا اور وہ دونوں ہی کامیابی حاصل کرنے سے پہلے ہی واپس آگئے، پیغمبرؐ نے فرمایا: "پرچم ان کا حق نہیں تھا علیؑ کو بلاؤ" لوگوں نے عرض کیا کہ "ان کی آنکھوں میں درد ہے" آپؐ نے فرمایا: "ان کو بلاؤ وہ، وہ ہیں جن کو خدا اور اس کا رسولؐ دوست رکھتا ہے اور وہ بھی خدا اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتے ہیں ..."

جب حضرت علیؑ تشریف لائے تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: "علیؑ کیا تکلیف ہے؟" تو حضرت علیؑ نے کہا: "آنکھوں میں تکلیف ہے۔"

اس وقت رسولؐ خدا نے ان کے لئے دعا فرمائی اور ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگایا۔ کہ جس سے حضرت علیؑ کی آنکھوں کا درد ختم ہو گیا، جب حضرت علیؑ نے سفید پرچم لہرایا۔ تو پیغمبر اکرمؐ نے ان سے فرمایا: "جبرئیل تمہارے ساتھ ہیں اور کامیابی تمہارے آگے آگے ہے، خدا نے ان لوگوں کے دلوں میں خوف و ہراس ڈال دیا ہے..."

حضرت علیؑ میدان میں گئے تو سب سے پہلے مرحب سے سامنا ہوا کچھ باتیں ہوئیں اور آخر کار اس کو زمین پر گرا دیا۔ یہودی قلعہ کے اندر چھپ گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ امامؑ دروازہ

کے پیچھے آئے اور جس دروازہ کو بیس آدمی بند کرتے تھے اس کو اکیلے کھولا اور اس کو اپنی جگہ سے اکھاڑ اور یہودیوں کی خندق پر ڈال دیا یہاں تک کہ مسلمان اس کے اوپر سے گزر کر کامیاب ہوئے۔<sup>(۲۲)</sup>

### ج۔ علیؑ اور پیغمبر ﷺ کی جانشینی

پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنے بعد، مسلمانوں کے امور کی سرپرستی اور ولایت کے مسئلہ میں صرف اپنی پوشیدہ دعوت اور اعلان پر ہی اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ جس طرح کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ آپ ﷺ نے دعوت اور تبلیغ کے پہلے ہی دن سے مسئلہ ولایت کو توجید و نبوت کے ساتھ صریحاً بیان فرمادیا تھا۔ اور پھر خصوصیات و فضائل کے مجموعہ حضرت علیؑ کے لئے آپ ﷺ کے پاس، خدا کا یہ فرمان موجود تھا کہ دین و دنیا کے امور میں علیؑ کی ولایت و سرپرستی اور اپنے بعد ان کی جانشینی کا اعلان فرمادیں۔

رسول اکرم ﷺ نے اس کام کو مختلف مواقع پر منجملہ "غدیر خم" میں انجام دیا۔ آنحضرت ﷺ نے ۱۰ھ فریضہ حج کی انجام دہی کے لئے مکہ کا قصد فرمایا، مورخین نے اس سفر میں پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھیوں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار لکھی ہے۔<sup>(۲۳)</sup> حج سے واپسی پر ۱۸ ذی الحجہ کو صحراء حنفہ کی "غدیر خم" نامی جگہ پر پہنچے۔ منادی نے پیغمبر اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق اعلان کیا "الصلوة جامعة" سب لوگ رسول ﷺ خدا کے گرد جمع ہو گئے۔ اونٹوں کے پالانوں سے ایک بلند جگہ منبر بنایا گیا اور پیغمبر اکرم ﷺ اس پر تشریف لے گئے، حمد خدا اور مفصل خطبہ کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! مومنین پر ولایت و سرپرستی کا زیادہ حق کون رکھتا ہے؟ تو لوگوں نے کہا: خدا اور اس کا پیغمبر ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرا ولی خدا ہے اور میں مومنین پر خود ان کے نفسوں سے زیادہ حق رکھتا ہوں اور پھر فرمایا "من كنت مولاه فهذا علي مولاه"<sup>(۲۴)</sup> جس کا میں سرپرست و ولی ہوں یہ علیؑ بھی اس کے سرپرست و ولی ہیں خدایا ان کے دوستوں کو دوست رکھ اور ان کے

دشمنوں کو دشمن قرار دے۔ ابھی لوگ پر اکنده نہیں ہوئے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتي و رضيت لكم الاسلام دينا﴾ (۲۵)

"آج تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں، اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔"

## سوالات

- ۱۔ ائمہ معصومین علیہم السلام کی عمومی سیرت کیا تھی اور کیا ائمہ معصومین علیہم السلام اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں کوئی فرق تھا؟ اور اگر تھا تو وہ کیسا فرق تھا؟
- ۲۔ ائمہ معصومین علیہم السلام اور ان کی معاصر حکومتوں کے درمیان، اختلاف کی اصل وجہ کیا تھی؟
- ۳۔ امیر المؤمنین کا بچپن کیسے گزرا اور خود آپ علیہ السلام نے اس بارے میں کیا فرمایا ہے؟
- ۴۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہلی بار اپنے بعد امیر المؤمنین کی جانشینی کے مسئلہ کی تصریح کی تو وہ کون سا وقت اور کونسا موقع تھا؟
- ۵۔ جنگوں میں امیر المؤمنین کی فداکاری کا ایک نمونہ بیان فرمائیں؟

## حوالہ جات

۱ تفصیل کے لئے "کتاب کفایۃ الاشرافی فی النص علی الائتہ الاثنی عشر" اور کتاب "الفقیہ للنعمانی" ص ۵۷، ص ۱۱۰۔ "بحار الانوار" جلد ۳۶، ص ۲۲۶، ص ۳۷۲، "غیبت شیخ" ص ۹۹، ۸۷۔ اور "غیبت مفید" کا مطالعہ فرمائیں اور کے علاوہ ولایت اور اس کی شرائط کے موضوع پر قرآن مجید کا مطالعہ ہم کو بارہ اماموں پر انحصار کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔

۲ "فانّ هذا الدین قد کان اسیراً فی ایدی الاشرار یعمل فیہ بالهوی و تطلب به الدنیا" (نیج البلاغہ فیض الاسلام خط ۵۳ ص ۱۰۱۰ مالک اشتر کے نام خط)

۳ شرح نیج البلاغہ جلد ۱ ص ۲۸۔

۴ مزید معلومات کے لئے "تاریخ اسلام امامت حضرت کے زمانہ میں" سبق ۳ کی طرف رجوع فرمائیں۔

۵ جو بیان اس مقدمہ میں کلی طور پر آیا ہے اور جس بات کا دعویٰ کیا گیا ہے آئندہ دروس میں ائمہ معصومین کے بارے میں خلفاء کے موقف اور معصوم رہبروں کے اقدامات کے نمونوں کے ساتھ پیش کیا جائے گا۔

۶ ارشاد مفید ۹ / مطبوعہ بیروت۔ بحار جلد ۵ / ۳۵ منقول از تہذیب، کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ۱ / ۵۹ خانہ کعبہ میں آپ ﷺ کی ولادت کے موضوع کو اہل سنت کے بہت سے مورخین و محدثین نے لکھا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے مروج الذہب جلد ۲ / ۲۳۹ شرح الشفا جلد ۱ / ۱۵۱۔ مستدرک حاکم جلد ۳ / ۲۸۳ شرح قصیدہ عبدالباقی آفندی از آلوسی ۵ / ملاحظہ ہو۔

۷ عمران کے چار بیٹے، طالب، عقیل، جعفر اور علی ﷺ تھے۔ آپ ابوطالب کی کنیت سے مشہور تھے۔ لیکن ابن ابی الحدید نے جلد ۱ ص ۱۱ پر حضرت علی ﷺ کے والد کا نام عبدمناف لکھا ہے۔

۸ سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ / ۲۶۲، کامل ابن اثیر جلد ۲ / ۵۸، کشف الغمہ جلد ۱ / ۷۹، تاریخ طبری ۲ / ۳۱۲۔

۹ نیج البلاغہ خطبہ قاصعہ سے چند جملے از صبحی صالح حدیث ۱۹۲ ص ۳۰۰ اور دو سطریں ص ۸۱۲ سے۔

۱۰ تاریخ طبری جلد ۲ ص ۳۱۰ کامل ابن اثیر جلد ۲ ص ۵۰۔ ابن ہشام جلد ۱ ص ۲۶۲، کشف الغمہ جلد ۱ ص ۸۶۔

۱۱ نیج البلاغہ فیض الاسلام خطبہ ۲۳ ص ۸۱۱، ص ۸۱۲۔

۱۲ سورہ شعراء آیت ۲۱۳۔

۱۳ تاریخ طبری جلد ۲ / ۳۲۰۔ مجمع البیان جلد ۷ / ۲۰۶۔ الغدیر جلد ۲ / ۳۷۹۔ کامل ابن اثیر جلد ۲ / ۶۲۔ ۶۳۔

- إن هذا أخي و وصى و خليفتي فيكم فاسمعوا له و اطعوا" \_
- ۱۳ سيرة ابن هشام جلد ۲/۱۲۳ \_ کامل ابن اثیر جلد ۲/۱۰۱ \_ ۱۰۳ \_ الصحیح من سیرة النبی جلد ۲/۲۳۸ \_
- ۱۵ تفسیر المیزان جلد ۲/۹۹ \_ (دس جلد والی) تفسیر برہان جلد ۱/۲۰۶ ملاحظہ ہو \_
- ۱۶ سورہ بقرہ / ۲۰۴ \_
- ۱۷ مدینہ سے دو فرسخ دور قبا قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے سکونت کی جگہ تھی \_ معجم البلدان جلد ۳/۳۰۱ \_
- ۱۸ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲/۵۸، ۱، الصحیح من سیرة النبی جلد ۲/۲۹۵ \_
- ۱۹ "واللہ لو تظاہرت الرحب علی قتالی لما ولیت عنہا" شرح نہج البلاغہ فیض الاسلام ص، ۹۷۱ \_
- ۲۰ ارشاد مفید / ۵۲، ۵۳ \_
- ۲۱ بحار جلد ۲/۲۰۵ "لو وزن الیوم عملک بعمل امۃ محمد لرجع عملک بعملہم..." \_
- ۲۲ ارشاد مفید / ۶۵، ۶۶ \_
- ۲۳ الغدیر جلد ۱/۹ \_
- ۲۴ سورہ مائدہ / ۳ \_
- ۲۵ - الغدیر جلد ۱/۹ - ۱۱ \_

دوسرا سبق:

حضرت علیؑ کی سوانح عمری (دوسرا حصہ)

Presented By: <https://jafrilibrary.com>

## پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت سے خلافت تک

رسول اکرم ﷺ کی وفات کے فوراً بعد، بعض مسلمانوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر جانشین پیغمبر ﷺ معین کرنے کے بارے میں ایک میٹنگ کی، باوجود اس کے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنی زندگی ہی میں حضرت علیؓ کو حکم پروردگار کے مطابق اپنا جانشین مقرر فرمادیا تھا۔ لیکن اس کے برخلاف لوگوں نے حکومت، حضرت ابوبکر کے حوالہ کر دی۔ حضرت ابوبکر ۱۳ھ ق میں ۶۳ سال کی عمر میں اس دنیا سے چلے گئے۔ ان کی مدت خلافت دو سال تین ماہ تھی۔<sup>(۱)</sup>

ان کے بعد حضرت عمر بن خطاب نے حضرت ابوبکر کی وصیت کے مطابق خلافت کی زمام سنبھالی اور آخری الحجہ ۲۳ھ کو ابولولو "فیروز" کے ہاتھوں قتل کر دیئے گئے۔ اور ان کی خلافت کی مدت دس سال چھ ماہ اور چار دن تھی۔<sup>(۲)</sup>

حضرت عمر نے اپنا خلیفہ معین کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی جس کا نتیجہ و ثمرہ حضرت عثمان ابن عفان کے حق میں ظاہر ہوا۔ انہوں نے حضرت عمر کے بعد محرم کے اوائل میں ۲۳ھ ق کو خلافت کی باگ ڈور سنبھالی اور ذی الحجہ ۳۵ھ ق کو نا انصافی اور بیت المال میں خرد برد کے الزامات کی وجہ سے مسلمانوں کی ایک شورش میں ایک کثیر جمعیت کے ہاتھوں قتل کر دیئے گئے اور ان کی خلافت بارہ سال سے کچھ کم مدت تک رہی۔<sup>(۳)</sup>

مذکورہ تینوں خلفاء، پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد، یکے دیگرے تقریباً ۲۵ سال تک لوگوں پر حکومت کرتے رہے۔ اس طویل مدت میں اسلام اور جانشینی پیغمبر ﷺ کے حوالے سے سب سے زیادہ مستحق

و سزاوار شخصیت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کی تھی کہ جنہوں نے صبر و شکیبائی سے کام لیا اور گھر میں بیٹھے رہے۔  
حضرت علیؑ جو خلافت کو اپنا مسلم حق سمجھتے تھے، ان لوگوں کے مقابل اٹھے جنہوں نے ان کے حق کو پامال کیا تھا،  
آپؑ نے اعتراض کیا اور جہاں تک اسلام کی بلند مصلحتوں نے اجازت دی اس حد تک آپ نے اپنے احتجاج و استحقاق کو  
ان پر، روشن فرمایا۔

اسلام کی عظیم خاتون حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے بھی اس احتجاج میں آپ کا مکمل ساتھ دیا اور تاحیات ہر موڑ پر آپ  
کی مدد کرتی رہیں اور انہوں نے عملی طور پر ثابت کر دیا کہ دوسروں کی حکومت غیر قانونی ہے۔  
لیکن چونکہ اسلام ابھی نیا تھا اس لئے حضرت علیؑ نے تلوار اٹھانے اور جنگ کی آگ بھڑکانے سے گریز کیا۔ کیونکہ طبعی  
طور پر اس فعل سے اسلام کو نقصان پہنچتا۔ اور ممکن تھا کہ پیغمبر ﷺ کی زحمتموں پر پانی پھر جاتا یہاں تک کہ آپؑ نے اسلام  
کی آبرو بچانے کے لئے ضروری مقامات پر تینوں خلفاء کی دینی امور اور بہت سے سیاسی مشکلات میں رہنمائی اور ان کی ہدایت  
سے دریغ نہیں فرمایا جیسا کہ یہ لوگ بھی مجبوراً، گاہے بہ گاہے آپؑ کی علمی بزرگی اور قابل قدر خدمات کا اعتراف کرتے رہے  
چنانچہ خلیفہ دوم اکثر کہا کرتے تھے: "لولا علی لہلک عمر" یعنی اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گئے ہوتے۔

### خلافت سے شہادت تک

حضرت عثمان کے قتل کے بعد اکثریت کے اصرار اور خواہش پر تقریباً مہاجرین و انصار کے اتفاق سے حضرت علیؑ خلافت  
کے لئے منتخب کئے گئے۔ امامؑ نے پہلے اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ واضح رہے کہ یہ انکار اس لئے نہیں تھا کہ آپ  
اپنے اندر زمامداری کی توانائی اور

مصائب برداشت کرنے کی طاقت نہیں پاتے تھے، یا یہ کہ ان سے زیادہ مناسب، اصحاب کے درمیان کوئی اور شخص بھی موجود تھا۔ بلکہ یہ انکار اس لئے تھا کہ حضرت ﷺ جانتے تھے کہ اسلامی معاشرہ گذشتہ خلفاء کی غلط سیاست کی بنا پر خصوصاً عثمان کے زمانہ خلافت میں طبقاتی اختلاف اور اجتماعی و اقتصادی تفریق کا شکار ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ دیکھ رہے تھے کہ اصلی اسلام کے اصول و مفاہیم کہ جن پر پیغمبر اکرم ﷺ اپنی زندگی کے طویل عرصہ میں عمل کرتے رہے ہیں وہ فراموشی کی نذر ہو کر ختم ہو چکے ہیں۔ ان تمام چیزوں کو اپنی جگہ پر لانے میں مشکلیں اور سختیاں ہوں گی۔ اور ان تمام باتوں کے پیش نظر حضرت علیؓ نے چاہا کہ لوگوں کو آزما کر دیکھا جائے کہ وہ انقلاب اسلامی کی روش کو عملی طور پر اختیار کرنے پر کس حد تک آمادہ ہیں، تاکہ بعد میں ایسا نہ سمجھ بیٹھیں کہ علیؓ نے ان کو غافل بنا کر، ان کی انقلابی تحریک اور شورش سے فائدہ اٹھالیا۔

ان تمام باتوں اور دوسری باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے امام ﷺ نے اصحاب اور جمہور کے بہت اصرار کے باوجود فوری طور پر حکمرانی قبول کرنے سے انکار کر دیا اور لوگوں کے جواب میں فرمایا:

"مجھے چھوڑ دو اور کسی دوسرے کو تلاش کر لو۔ کیونکہ جو کام سامنے ہے اس میں طرح طرح کی ایسی مشکلات ہیں کہ دلوں میں ان کے تحمل کی طاقت اور عقلوں میں ان کے قبول کرنے کے توانائی انہیں ہے۔ عالم اسلام کے افق کو ظلم و بدعت کے سیاہ بادلوں نے گھیر رکھا ہے اور اسلام کا روشن راستہ متغیر ہو چکا ہے تم یقین جانو کہ اگر میں نے خلافت کو قبول کیا تو جو کچھ میں جانتا ہوں اس کے مطابق تمہارے ساتھ سلوک کرونگا اور کسی بھی بولنے والے کی بات یا ملامت کرنے والے کی ملامت پر کان نہیں دھروں گا"۔<sup>(۵)</sup>

مجمع عام میں تقریر اور اتمام حجت کے بعد جب لوگوں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو آپ ﷺ نے جمعہ کے دن ۲۵ ذی الحجہ ۲۵ھ ق<sup>(۶)</sup> کو مجبوراً خلافت قبول کر لی اور لوگوں نے آپ ﷺ کی بیعت کی۔

## حضرت علیؑ - منصب فرماں روائی پر

حضرت علیؑ نے ایسے حالات میں حکومت کی باگ ڈور سنبھالی کہ جب اسلامی معاشرہ شگاف اور اجتماعی و اقتصادی اختلاف کی بنا پر تباہی و ہلاکت کے دہانے پر پہنچ چکا تھا اور ہر طرح کی دشواریاں اور پیچیدہ مشکلات آپ کے انتظار میں تھیں۔ جن مقاصد کے لئے حضرت علیؑ نے حکومت قبول کی تھی ان کو بروئے کار لانے کے لئے آپ نے اپنی انقلابی سیاست کو چند مرحلوں میں رائج کیا۔ اس سیاست کے تین مرحلے تھے:

- ۱۔ حقوق کا مرحلہ ۲۔ مال کا مرحلہ ۳۔ انتظام کا مرحلہ

اب ہم اختصار کے ساتھ مندرجہ بالا، مراحل کا تجزیہ پیش کرتے ہیں۔

### الف۔ حقوق کا مرحلہ

حقوق کے سلسلہ میں امام علیؑ کی اصلاحات، تمام لوگوں کو مساوی حقوق دینے اور بیت المال سے بخشش و عطا کے سلسلہ میں امتیاز اور برتری کو لغو قرار دینے پر مبنی تھے۔ آپ نے فرمایا: "ذلیل اور ستم دیدہ میرے نزدیک طاقتور ہیں یہاں تک کہ میں ان کا حق انھیں واپس دلا دوں اور طاقتور میرے نزدیک ناتواں ہے یہاں تک کہ میں مظلوم کا حق اس سے واپس لے لوں۔" (۷)

### ب۔ مالی مرحلہ

اس سلسلہ میں امام علیؑ نے جو پہلا اقدام کیا وہ اس دولت و ثروت کو واپس لینا تھا کہ جو عثمان کی خلافت کے زمانہ میں دیدی گئی تھی۔ امیر المؤمنین علیؑ نے اموال، ملکیت، پانی اور زمین (یعنی تیول) کو (۸) کہ جنہیں حضرت عثمان نے اپنے رشتہ داروں اور کارندوں کو بخش دیا تھا، بیت المال میں واپس لے لیا۔ (۹)

اس کے بعد اموال کی تقسیم میں لوگوں کو اپنی سیاست سے آگاہ کیا اور فرمایا:

"اے لوگو میں بھی تم میں سے ایک فرد ہوں اور سود و زیاں میں تمہارے ساتھ شریک ہوں میں پیغمبر اکرم ﷺ کی روش کی طرف تمہاری راہنمائی کرونگا اور ان کے قوانین کو تمہارے درمیان جاری کروں گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ ہر قطعہ زمین اوریتول (یعنی ملک، آب اور زمین) جو عثمان نے دوسروں کو دے دیئے ہیں اور ہر وہ مال، کہ جو مال خدا سے دیا گیا ہے ان سب کو بیت المال میں واپس لوٹ جانا چاہئے۔ بیشک کوئی بھی چیز حق کو ختم نہیں کر سکتی۔ خدا کی قسم اگر میں دیکھوں گا کہ یہ مال کسی عورت کو جہیز میں دیا گیا ہے یا اس سے کوئی کنیز خریدی گئی ہے تو میں سب کو واپس پلٹا دوں گا۔ بیشک عدالت میں وسعت ہے اور اگر کسی پر عدالت سخت اور دشوار ہے تو ظلم و ستم اس پر اور بھی زیادہ دشوار ہوگا" (۱۰)

### ج۔ انتظامی مرحلہ

حضرت علیؓ نے انتظامی سیاست کو دو مرحلوں میں عملی جامہ پہنایا:

۱۔ غیر صالح حکمرانوں کو معزول کرنا اور ہٹانا اس سلسلہ میں آپ ﷺ فرماتے ہیں:

"مجھے اس بات سے بہت دکھ ہے کہ اس امت کے بیوقوف اور بدکار لوگ، امور کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لئے ہوئے ہیں اس کے نتیجے میں مال خدا کو اپنے درمیان ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں الٹ پھیر کرتے ہیں اور خدا کے بندوں کو اپنی غلامی کی طرف کھینچے جا رہے ہیں یہ لوگ نیکو کاروں سے لڑتے ہیں اور فاسقوں کو اپنا ساتھی بناتے ہیں اس گروہ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو شراب پی چکے ہیں اور ان پر حد بھی جاری ہو چکی ہے اور ان میں سے بعض نے اسلام کو قبول ہی نہیں کیا جب تک کہ ان کے لئے کوئی عطیہ معین نہیں ہوا... (۱۱)"

۲۔ صالح اور لائق حکمرانوں کی تعیین اور ان کو مختلف شہروں میں بھیجنا۔ عثمان بن حنیف کو بصرہ کا حاکم سہل بن حنیف کو شام کا حاکم اور قیس بن زیاد کو مصر کا حاکم بنایا اور ابو موسیٰ اشعری کو مالک

اشتر کے اصرار کی بنا پر ان کے عہدہ پر کوفہ میں باقی رکھا۔<sup>(۱۲)</sup>

### حضرت علیؑ کے اقدامات پر مخالفین کا رد عمل

حضرت علیؑ کے اصلاح طلب اقدامات جس طرح غریب اور ستم رسیدہ طبقہ کے لئے مسرت کا باعث تھے اسی طرح قریش کے غرور، خود بینی اور فوقیت کے جذبہ پر کاری ضرب تھے، اس وجہ سے جب ثروت مندوں کے چیدہ افراد اور بڑے طبقہ نے اپنی ذاتی منفعت اور اپنی اجتماعی حیثیت کو خطرے میں دیکھا تو حضرت علیؑ کے ساتھ مذاکرہ اور مالی و حقوقی مسائل میں آپؑ کی سیاست میں تبدیلی سے مایوس ہونے کے بعد، علم مخالفت بلند کر دیا اور لوگوں کو بیعت توڑ دینے پر بھڑکانے، مختلف بہانوں سے امامؑ کی حیثیت کو کمزور کرنے اور داخلی جنگ و اختلاف کو ہوا دینے لگے۔

حضرت علیؑ نے اپنے بعض ارشادات میں اپنے مخالفین کو تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے اور فرمایا ہے کہ:

"میں جب امر خلافت کے لئے اٹھا تو ایک گروہ نے بیعت توڑ دی اور کچھ لوگ دین سے باہر نکل گئے اور ایک گروہ نے شروع سے ہی طغیان و سرکشی کی۔"<sup>(۱۳)</sup>

اب امیر المؤمنینؑ کی اسلامی حکومت کے بالمقابل ان تینوں گروہوں کے موقف کو مختصراً بیان کیا جائے گا:

### الف۔ ناکثین (عہد توڑ دینے والے)

پیسے کے پرستار، لالچی اور تفرقہ پرداز افراد، امامؑ کی سیاست کے مقابلہ میں آرام سے نہیں بیٹھے۔ انہوں نے پہلا فتنہ بصرہ میں کھڑا کیا۔ اس فتنہ کے بیچ بونے والے افراد طلحہ و زبیر تھے، یہ دونوں بصرہ اور کوفہ کی گورنری کا مطالبہ کر رہے تھے<sup>(۱۴)</sup> اور امامؑ کے سامنے انہوں نے صریحاً

اظہار کر دیا کہ ہم نے اس لئے آپ ﷺ کی بیعت کی ہے کہ خلافت کے کام میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک رہیں۔<sup>(۱۵)</sup> لیکن حضرت علیؑ نے ان کی خواہش کی موافقت نہیں کی اور دونوں آخر میں عمرہ کے بہانہ سے مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے گئے اور وہاں جناب عائشہ کی مدد اور جناب عثمان کے زمانہ کے برطرف شدہ حکمران مکہ کے توسط سے طلحہ و زبیر نے ایک سازش تیار کی، ان کی اس ساز باز سے "ناکثین" کا مرکزی ڈھانچہ تشکیل پایا۔

ان لوگوں نے امویوں کی دولت سے استفادہ کرتے ہوئے خون عثمان کے انتقام کی آڑ میں جناب عائشہ کی رہبری میں ایک لشکر تیار کر لیا اور بصرہ کی طرف چل پڑے اور بصرہ کا دفاع کرنیوالوں پر حملہ کر دیا، طرفین میں شدید ٹکراؤ ہوا بہت سے لوگ قتل اور مجروح ہوئے اور حاکم بصرہ عثمان بن حنیف کے گرفتار ہو جانے کے بعد شہر بصرہ ان کے قبضہ میں آگیا۔

حضرت علیؑ "شام" سے جنگ کرنے کے وسائل مہیا کرنے میں لگے ہوئے تھے (اسلئے کہ معاویہ نے قانونی طور پر خلافت سے سرکشی کا اعلان کر کے امام ﷺ کی بیعت کو رد کر دیا تھا) جب عائشہ، طلحہ اور زبیر کی شورش کی خبر آپ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ امت کے تفرقہ سے ڈرے اور آپ ﷺ نے یہ سمجھا کہ ان لوگوں کا خطرہ معاویہ کی سرکشی سے زیادہ اہم ہے۔ اگر فوری طور پر اس فتنہ کی آگ کو خاموش نہ کیا گیا تو ممکن ہے کہ خلافت حق کی بنیاد متزلزل ہو جائے۔

اس وجہ سے آپ ﷺ، ان لوگوں سے جنگ پر آمادہ ہو گئے اور آپ ﷺ کا لشکر جلد ہی مدینہ سے باہر آگیا، مقام "ربذہ"<sup>(۱۶)</sup> سے آپ ﷺ نے کوفہ والوں کے لئے خطوط اور نمائندے بھیجے اور ان کو اپنی مدد کیلئے بلایا۔

چنانچہ حضرت علیؑ کے نمائندہ امام حسنؑ اور عمار یاسر کی کوششوں کی بنا پر کوفہ کے ہزاروں افراد، حضرت علیؑ کی مدد کے لئے کوفہ چھوڑ کر مقام "ذی قار"<sup>(۱۷)</sup> میں حضرت علیؑ سے ملحق ہو گئے۔

حضرت علیؑ نے ان پیمان شکنوں سے ٹکراؤ سے پہلے مختلف ذرائع سے صلح کی کوشش کی اور اپنی طرف سے خون ریزی سے بچنے کے لیے انتہائی کوشش کی لیکن کامیابی حاصل نہ ہو سکی اس لئے کہ شورش کرنیوالے جنگ کا پختہ ارادہ کر چکے تھے۔  
حضرت علیؑ کو مجبوراً ان سے جنگ کرنا پڑی اور شدید جنگ کے بعد، یہ فتنہ حضرت علیؑ کی فتیابی اور "ناکثین" کی شکست فاش پر ختم ہوا۔ بہت سے لوگ قتل ہوئے اور بقیہ شام کی طرف بھاگ گئے یہ جنگ تاریخ میں جنگ "جمل" کے نام سے مشہور ہے۔

### ب۔ قاسطین

جب حضرت علیؑ نے اسلامی معاشرہ کی فرماں روائی کی ذمہ داری قبول کی تھی تو اسی وقت سے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت کو، جو مدت سے بھلائی جا چکی تھی زندہ کر دیں گے، قانون الہی سے ہر طرح کی سرکشی اور تہد کی کوشش کو ختم کر دیں گے اور بنی امیہ کی روش کو کہ جس کے سربراہ اور اس قانون شکنی کو جاری رکھنے والے معاویہ کو اسلامی معاشرے سے ہٹادیں گے۔

لہذا آپؑ نے اپنی حکومت کے پہلے ہی دن سے یہ طے کر لیا تھا کہ معاویہ کو شام کی گورنری سے معزول کر دیں گے، اس سلسلہ میں کسی کی بات یا سفارش حتیٰ ابن عباس کی بات بھی آپؑ کے موقف کو بدلنے میں مؤثر نہ ہو سکی۔ کیونکہ آپؑ کسی بھی صورت میں معاویہ کے وجود کو اسلامی حکومت میں برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

اولاً: اسلامی حکومت میں معاویہ جیسے گورنروں کا وجود، حضرت عثمان کی حکومت کے خلاف مسلمانوں کی شورش کا اہم ترین سبب تھا۔ مسلمانوں نے بار بار ان لوگوں کو برطرف اور معزول کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ اب اگر حضرت علیؑ ان کو (اگرچہ تھوڑی اور محدود مدت کے لئے بھی) باقی رکھتے تو لوگ نئی حکومت کے بارے میں کیا فیصلہ کرتے؟  
ثانیاً: شام میں معاویہ اور اس کی حکومت نے جو مقام و حیثیت پیدا کر لی تھی اس سے حضرت

علیؑ نے بخوبی یہ اندازہ لگایا تھا کہ معاویہ کسی طرح بھی شام کی حکومت سے دست بردار نہیں ہوگا۔ اب اگر حضرت علیؑ کی طرف سے بھی تائید ہو جاتی تو ہو سکتا تھا کہ کل اسی تائید کو معاویہ اپنی حقانیت کی سند سمجھ لیتا اور اس کو امام علیؑ کی حکومت کے خلاف استعمال کرتا۔

امام علیؑ بخوبی جانتے تھے کہ معاویہ اپنی زندگی میں شام میں مرکزی حکومت کے نمائندہ اور مامور کی حیثیت سے عمل نہیں کر رہا ہے۔ بلکہ وہ شام کو اپنی حکومت سمجھتا ہے اور اس سرزمین پر اس کے سارے پروگرام اور کام حکومت کے اس سربراہ جیسے تھے جس نے خود حکومت کی بنیاد رکھی ہو اور مختلف ذرائع سے اپنا اقتدار قائم کیا ہو۔ وہ معروف اور صاحب نفوذ شخصیتوں کو خرید لیتا تھا اور قیمت کے ذریعہ دوسروں کو محروم کر کے اور لوگوں کے امن و امان کو چھین کر ایک گروہ کو مال و ثروت فراہم کرتا تھا۔ وہ کسانوں، تاجروں اور تمام مالیات ادا کرنے والوں کو شدید ظلم کا نشانہ بناتا اور ان سے مطلوبہ مال لے کر عربی قبائل کے ان رؤسا کو دیتا کہ، جو اس کی فوج کی مدد سے آزادی پسند ہر طرح کی تحریک کو کچلنے کے لئے آمادہ ہوتے تھے۔ اس طرح انہوں نے اپنے آپ کو بہت دنوں تک اپنے منصب پر باقی رکھنے کے لئے آمادہ کر رکھا تھا۔

### معاویہ اور حضرت عثمان کا کرتا

معاویہ، حضرت علیؑ کو اچھی طرح جانتا تھا وہ اس بات سے بے خبر نہیں تھا کہ علیؑ بہت جلد اسے تمناؤں کی کرسی سے نیچے کھینچ لیں گے اور اس کی مادی خواہشوں، آرام طلبیوں اور ہوس اقتدار کے درمیان ایک مضبوط بند باندھ دیں گے۔ اس لئے معاویہ نے اپنی جھوٹی حکومت کی بنیاد کو مضبوط کرنے اور اپنے مقاصد تک پہنچنے کے لئے انقلابی مسلمانوں کے ہاتھوں حضرت عثمان کے قتل کو بہترین موقع اور ذریعہ سمجھا۔ اسی وجہ سے اس نے قتل عثمان کو بہت بڑا بنا کر پیش کیا اور شدید پروپیگنڈہ کے ذریعہ اس کو ایسا حادثہ و فاجعہ بنا دیا کہ شام والوں کے دل لرز گئے۔

معاویہ نے حکم دیا کہ جناب عثمان کے خون آلود کرتے کو انکی بیوی "نانہ" کی کٹی ہوئی انگلی کے ساتھ جس کو نعمان بن بشیر لایا تھا (۱۸)۔ دمشق کی جامع مسجد کے منبر کی بلندی پر لٹکایا جائے اور اس نے شام کے کچھ بوڑھوں کو اس کرتے کے ارد گرد نوحہ سرائی اور عزاداری کے لئے آمادہ کیا۔ (۱۹) اس طرح انہوں نے شام کے لوگوں کے جذبات کو مرکزی حکومت کے خلاف بھڑکادیا اور ان کو اتنا غصہ دلایا کہ وہ معاویہ سے بھی زیادہ غیظ و غضب میں آگئے اور معاویہ سے زیادہ جنگ اور انتقام کے لئے آمادہ نظر آنے لگے۔ طلحہ وزبیر اور عائشہ کی شورش نے بھی، جو حضرت عثمان کی حمایت کے نام پر وجود میں آئی تھی، معاویہ کے کام کو اور آسان بنا دیا۔ اب معاویہ ان چیزوں کی مدد سے شام والوں کو برا نگیختہ کر سکتا تھا اور ان کو جس طرف چاہتا لے جاسکتا تھا۔

### آغاز جنگ

معاویہ کے ارد گرد جب دنیا پرست اور بے ایمان لوگ جمع ہو گئے تو معاویہ جنگ کیلئے تیار ہو گیا تاکہ حق و عدل والی، شرعی حکومت سے ٹکرا جائیں، معاویہ کا لشکر صفین میں پہنچا اور فرات کے کنارے خیمہ زن ہو گیا اس کے ساتھیوں نے اصحاب امیر المؤمنین ؑ پر پانی بند کر دیا۔

حضرت علی ؑ کوفہ میں تھے جب آپ ؑ کو خبر ملی کہ معاویہ ایک کثیر لشکر کے ساتھ صفین میں پہنچ چکا ہے تو آپ ؑ اس سے مقابلہ کے لئے آمادہ ہوئے، حضرت علی ؑ کے سپاہیوں کی فوج سیلاب کی طرح اٹھی اور فرات کے کنارے پہنچ کر (۲۰) معاویہ کے لشکر کے سامنے آگئی لیکن حضرت علی ؑ کے سپاہیوں نے دیکھا کہ فرات تک پہنچنے کا راستہ نہیں ہے۔ حضرت علی ؑ نے خون ریزی نہ ہونے کی جڑی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے جنگ ناگزیر تھی، حضرت علی ؑ کے سپاہیوں نے جنگ کے شروع ہی میں شامیوں کو فرات کے کنارے سے

بھگادیا اور شام کے لشکر کو بھاری نقصان پہنچایا۔ جب عراق کے لشکر نے فرات کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا تو حضرت علیؑ نے بڑے پن کا ثبوت دیا اور فرمایا: "چھوڑ دو ان کو پانی لینے دو..."

اس کے بعد دونوں لشکروں کے درمیان چھوٹے چھوٹے حملے ہوتے رہے۔ حضرت علیؑ نہیں چاہتے تھے کہ اجتماعی حملہ شروع ہو۔ اس لئے کہ آپؑ کو یہ امید تھی کہ دشمن، حق کے سامنے اپنی گردن جھکا دے گا اور جنگ سے ہاتھ روک لے گا۔ لیکن دشمن اسی طرح آمادہ پیکار رہے۔ طرفین اس کشیدگی کے جاری رہنے سے تھک گئے اس اعتبار سے ان کے درمیان، صلح و موافقت کی کوئی امید باقی نہ رہی۔

جب حضرت علیؑ نے حالات کا یہ رخ دیکھا تو اپنے اصحاب کو ایک بڑی جنگ کے لئے آمادہ کر لیا۔ معاویہ بھی جنگ کے لئے تیار ہو گیا نتیجہ میں دونوں گروہوں کی آپس میں مڈ بھڑ ہوئی "لیلۃ الہیر" (۲۱) میں سخت ترین جنگ ہوئی۔ ایسی جنگ کہ جس میں سپاہی نماز کے وقت کو سمجھ نہیں پارہے تھے اور بغیر آرام کئے ہوئے مسلسل جنگ کر رہے تھے۔ (۲۲)

حضرت علیؑ کے سپہ سالار، مالک اشتر نہایت مردانگی سے میدان میں حملہ کر رہے تھے اور اپنے دلیر اور نامور لشکر کو دشمن کی طرف بڑھاتے جاتے تھے، پھر معاویہ کو ایسی شکست ہوئی کہ اس کے سپاہیوں کی تمام صفیں ٹوٹ گئیں اور ایسا لگتا تھا کہ حضرت علیؑ کا لشکر، فقیاب ہو جائے گا۔ لیکن معاویہ، عمرو عاص کی مدد سے مکرو فریب کی فکر کرنے لگا اور دھوکہ سے قرآن کو نیزہ پر بلند کر دیا جس کی بنا پر حضرت علیؑ کے سپاہیوں میں اختلاف اور شورش برپا ہو گئی۔

آخر کار اپنے ساتھیوں کی طرف سے نہایت اصرار پر مجبور ہو کر حضرت علیؑ نے ابو موسیٰ اشعری اور عمرو عاص کی حکمیت پر چھوڑ دیا کہ وہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کی مصلحتوں کا مطالعہ کریں اور اپنے نظریہ کا اعلان کریں۔

مستند حکمیت کو قبول کرنے کے سلسلہ میں حضرت علیؑ اس منزل تک پہنچ گئے تھے کہ اگر اس کو قبول نہ کرتے تو شاید اپنے ہی کچھ سپاہیوں کے ہاتھوں قتل کر دیتے اور مسلمان شدید

بحران میں مبتلا ہو جاتے۔

جب حکمین کے فیصلہ سننے کا وقت آگیا تو دونوں نے اپنے نظریہ کو ظاہر کیا، عمرو عاص نے ابو موسیٰ اشعری کو دھوکہ دیا اور اس نے حکومت معاویہ کو برقرار رکھا، اس بات نے معاویہ کی جیلہ گری کو آشکار کر دیا۔

### ج۔ مارقین

حکمین کے واقعہ کے بعد، کچھ مسلمان جو حضرت علیؑ کے ساتھ تھے انہوں نے علیؑ کے خلاف خروج کیا اور اس حکمیت کو قبول کر لینے کی بناء پر علیؑ کو تنقید کا نشانہ بنانے لگے کہ جس کے قبول کر لینے کا یہی لوگ اصرار کر رہے تھے۔ ان لوگوں کو چند دنوں کے بعد اپنی غلطی کا پتہ چل گیا اور وہ نادم ہوئے، انہوں نے اس بات کی کوشش کی کہ حضرت علیؑ عہد و پیمانہ توڑیں (۲۳) لیکن علیؑ پیمانہ توڑنے والوں میں سے نہ تھے۔

خوارج نے حضرت علیؑ کے مقابلہ میں صف آرائی کر لی، انہوں نے فتنہ و فساد برپا کیا۔ کوفہ سے باہر نکل پڑے اور "نہروان" (۲۴) میں خیمہ زن ہو گئے یہ لوگ بے گناہ افراد سے متعرض ہوئے اور قتل و غارت گری کر کے لوگوں میں خوف و دہشت طاری کر رہے تھے۔

حضرت علیؑ کوشش کرنے لگے کہ لوگوں کو دوبارہ معاویہ سے جنگ پر آمادہ کیا جائے اور لوگوں نے دوسری بار بھی آپ کی دعوت کو قبول کیا۔

جب آپؑ نے خوارج کی قتل و غارتگری اور فساد کو دیکھا تو خوارج کے خطرہ کو معاویہ کے خطرہ سے بڑا محسوس کیا۔ چونکہ وہ لوگ مرکز خلافت کے قریب تھے۔ اگر علیؑ کے سپاہی معاویہ سے لڑنے کے لئے جانا چاہتے تو انہیں خوارج کے حملہ کا سامنا کرنا پڑتا اس لئے کہ خوارج اپنے علاوہ مسلمانوں کے تمام فرقوں کو کافر سمجھتے اور ان کے مال اور خون کو حلال جانتے تھے۔ (۲۵)

اس وجہ سے حضرت علیؑ کے سپاہیوں نے نہروان کی جانب کوچ کیا۔ دونوں لشکروں میں جنگ چھڑ جانے سے پہلے علیؑ نے اس بات کی کہ کوشش کی منطق کے ذریعہ ان لوگوں کے شبہات کو ان کے سامنے بیان کر کے ان کی ہدایت کی جائے اور خونریزی کا سدباب کیا جائے۔ لیکن افسوس کہ وہ نادان، خرد سے عاری، ہٹ دھرم، استدلال اور حقیقت میں سے کچھ بھی سمجھنے پر آمادہ نہ تھے۔

جب حضرت علیؑ ان کی ہدایت سے مایوس ہو گئے اور یہ یقین ہو گیا کہ وہ لوگ راہ حق کی طرف ہرگز نہیں لوٹیں گے، تب آپؑ نے ان کے ساتھ جنگ کی۔ امامؑ کے لشکر نے دائیں اور بائیں طرف سے دشمن پر یلغار کر دی اور خوارج کو درمیان رکھ کر نیزہ و شمشیر کے ساتھ ان پر ٹوٹ پڑے۔ ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ نو افراد کے علاوہ سب کو قتل کر ڈالا۔

### حضرت علیؑ کی شہادت

آخر کار حضرت علیؑ نے تقریباً پانچ سال تک حکومت کرنے کے بعد ۱۹ رمضان المبارک کی شب ۳۰ھ ق کو نماز صبح کی ادائیگی کی حالت میں مسجد کوفہ میں، پلیدترین انسان ابن ملجم کی زہر آلود تلوار سے جو خوارج میں سے تھا محراب حق میں ضربت کھائی اور آپؑ کا چہرہ آپؑ کے خون سے گل رنگ ہو گیا۔ اور دو روز بعد رمضان المبارک کی ۲۱ ویں شب کو جام شہادت نوش کیا۔ شہادت کے بعد ان کے جسد اطہر کو نجف کی مقدس سرزمین میں سپرد خاک کیا گیا۔

## سوالات

- ۱۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد سقیفہ کے واقعہ کے سلسلہ میں حضرت علیؑ کا رد عمل کیا تھا اور آپ نے احقاق حق کے لئے تلوار کیوں نہ اٹھائی؟
- ۲۔ قتل عثمان کے بعد، حضرت علیؑ نے فوراً خلافت کیوں نہ قبول کر لی؟
- ۳۔ مالی، حقوقی اور انتظامی مرحلوں میں، حکمرانی قبول کرنے کے بعد حضرت علیؑ کے اقدامات کو مختصراً بیان فرمائیے
- ۴۔ حضرت علیؑ کی حکومت کے مخالفین کون لوگ تھے اور انہوں نے کون سی جنگیں چھیڑیں؟
- ۵۔ معاویہ کو محدود وقت تک اس کے عہدہ پر باقی رکھنے کے بارے میں حضرت علیؑ نے لوگوں کی منجملہ "ابن عباس" کی سفارش کیوں قبول نہیں کی؟

## حوالہ جات

- ۱ مروج الذهب، جلد ۲/۲۹۸۔
- ۲ مروج الذهب، جلد ۲/۳۰۳۔
- ۳ مروج الذهب جلد ۲/۳۳۳۔
- ۴ بحار جلد ۳/۱۲۹، الغدير جلد ۳/۶۳-۶۶ و جلد ۶ صفحات ۸۱، ۹۳، ۱۰۶، ۱۱۳، و جلد ۱۴ صفحہ ۱۵۱ و جلد ۸/۱۸۶ و شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی جلد ۱ ص ۵۸۔
- ۵ نہج البلاغہ ۹۲ "صبحی صالحی"۔
- ۶ کامل ابن اثیر جلد ۳/۱۹۳۔
- ۷ نہج البلاغہ صبحی صالح "الذليل عندی عزیز حتی اخذ الحق له و القوی عندی ضعیف حتی اخذ الحق منه"۔
- ۸ "تیول" سے مراد وہ ملک، پانی اور زمین ہے جو حکومت کی طرف سے کسی کو واگذار کی جائے تاکہ وہ اس کی آمدنی سے استفادہ کرے (فرہنگ عمید، جلد ۲، ص ۶۵۳)۔
- ۹ مسعودی نے مروج الذهب ج ۲، ص ۳۵۳ پر اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ جلد ۱، ص ۲۴ پر اس بات کی تصریح کی ہے زیادہ معلومات کے لئے مذکورہ بالا منابع کی طرف اور اسی طرح شرح نہج البلاغہ خونی جلد ۳، ص ۲۱۵ اور فی ظلال نہج البلاغہ جلد ۱، ص ۱۳۰، شرح بحرانی جلد ۱، ص ۲۹۶ اور کتاب سیرة الائمه مصنف علامہ سید محمد امین جلد ۱، جزء دوم ص ۱۱ ملاحظہ ہوں۔
- ۱۰ ثورۃ الحسین مہدی شمن الدین، ص ۴۵، نہج البلاغہ ۱۵، شرح ابن ابی الحدید جلد ۱، ص ۲۶۹۔
- ۱۱ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۶۲۔
- ۱۲ تاریخ یعقوبی جلد ۲/۱۵۹، کامل ابن اثیر جلد ۳/۲۰۱۔
- ۱۳ "فلما نهضت بالامر نكثت طائفة و مرتت أخرى و قسط آخرون"۔ خطبہ ششقیہ۔
- ۱۴ کامل ابن اثیر جلد ۲، ص ۱۹۶۔
- ۱۵ تاریخ یعقوبی جلد ۲، ص ۱۸۰، شرح ابن ابی الحدید جلد ۱، ص ۲۳۰۔
- ۱۶ "ابوزر" مدینہ کا ایک دیہات ہے جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور مشہور صحابی "جناب

ابو ذر وہیں مدفون ہیں۔ معجم البلدان جلد ۳/۲۷۔

۱۷ ذی قار، بکھر بن وائل سے متعلق کوفہ اور واسط کے درمیان ایک ایسا حصہ تھا جہاں پانی موجود تھا۔ معجم البلدان جلد

۳/۲۹۳۔

۱۸ کامل ابن اثیر جلد ۳/۱۹۲۔

۱۹ وقعہ صفین ص ۱۲۷۔

۲۰ طرفین کے لشکر کی تعداد میں اختلاف ہے۔ مسعودی نے مروج الذهب میں حضرت علیؑ کے لشکر کی تعداد نوے ہزار

اور معاویہ کے لشکر کی تعداد پچاس ہزار لکھی ہے۔ مروج الذهب مسعودی جلد ۲ ص ۳۷۵۔

۲۱ لغت میں "ہریر" سردی کی وجہ سے کتے کی نکلنے والی آواز کے معنی میں ہے۔ چونکہ اس رات شدت جنگ اور دونوں طرف

سے سواروں کی یلغار کی بنا پر دونوں چلا رہے تھے۔ اسی لئے اس رات کو لیلۃ الہریر کہتے ہیں۔ معجم البلدان جلد ۵/۳۳ مجمع البحرین

جلد ۳/۵۱۸ مادہ ہرر۔

۲۲ وقعہ صفین ۳۷۵/۔

۲۳ یعنی: وہ عہد و پیمانہ جو جنگ بندی کے بعد حضرت علیؑ اور معاویہ کے درمیان منعقد ہوا تھا۔

۲۴ نہروان، واسط اور بغداد کے درمیان ایک وسیع جگہ ہے جہاں اسکان و صافیہ جیسے شہر اس علاقہ میں واقع تھے۔ معجم البلدان

جلد ۵/۳۲۳۔

۲۵ ملل و نخل شہرستانی جلد ۲/۱۱۸-۱۲۲۔

تیسرا سبق:

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی زندگی

Presented By: <https://jafrilibrary.com>

## ولادت اور بچپن کا زمانہ

۲۰ جمادی الثانی بروز جمعہ، بعثت پیغمبر ﷺ کے پانچویں سال خانہ وحی میں رسول اکرم ﷺ کی دختر گرامی حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے ولادت پائی۔<sup>(۱)</sup> آپ کی والدہ ماجدہ جناب خدیجہ بنت خویلد تھیں۔

جناب خدیجہ قریش کے ایک شریف و نجیب خاندان میں پیدا اور زیور تربیت سے آراستہ ہوئیں۔ ان کے خاندان کے تمام افراد حلیم و اندیشمند اور خانہ کعبہ کے محافظ تھے۔ جب یمن کے بادشاہ "تبع" نے حجر اسود کو مسجد الحرام سے نکال کر یمن لے جانے کا ارادہ کیا تو جناب خدیجہ کے والد خویلد دفاع کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے آپ کی جنگ اور فداکاریوں کے نتیجے میں "تبع" اپنے ارادہ کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔<sup>(۲)</sup>

جناب خدیجہ کے چچا "ورقہ" بھی مکہ کے ایک دانش مند اور علم دوست شخص تھے۔ تاریخ کے مطابق جناب خدیجہ پر انکا بڑا اثر تھا۔

## والد کے ساتھ

حضرت فاطمہ صلوة اللہ و سلامہ علیہا کی ولادت سے پیغمبر ﷺ و خدیجہ کا گھر اور بھی زیادہ مہر و محبت کا مرکز بن گیا جس زمانہ میں پیغمبر ﷺ اکرم مکہ میں بڑے رنج و الم میں مبتلا تھے، اس زمانہ میں پیغمبر اکرم ﷺ کی بیٹی، نسیم آرام بخش کی طرح ماں باپ کی تھکان کو صبح و شام اپنی محبت سے دور کرتی تھیں

اور رسول ﷺ اکرم کی پر مشقت زندگی کے رنج و غم کے دنوں میں تسکین بخش تھیں۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا بچپن، صدر اسلام کے بحرانی اور بہت ہی خطرناک حالات میں گذرا جبکہ رسول ﷺ خدا سخت مشکلات اور خطرناک حوادث سے دوچار تھے۔ آپ ﷺ تن تنہا کفر و بت پرستی سے مقابلہ کرنا چاہتے تھے۔ چند سال تک آپ پوشیدہ طور پر تبلیغ کرتے رہے جب خدا کے حکم سے آپ ﷺ نے کھلم کھلا دعوت اسلام کا آغاز کیا تو دشمنوں کی اذیت اور ایذا رسانی نے بھی شدت اختیار کر لی۔

جب کفار نے یہ دیکھا کہ اذیت و آزار سے اسلام کی بڑھتی ہوئی ترقی کو نہیں روکا جاسکتا تو انہوں نے ایک رائے ہو کر پیغمبر اکرم ﷺ کو قتل کر ڈالنے کا منصوبہ بنایا۔

رسول ﷺ خدا کی جان کے تحفظ کے لئے جناب ابوطالب نے بنی ہاشم کے ایک گروہ کے ساتھ "شعب ابی طالب" نامی درہ میں آنحضرت ﷺ کو منتقل کر دیا۔ مسلمانوں نے تین سال تک اس تپتے ہوئے درہ میں نہایت تنگی، تکلیف اور بھوک کے عالم میں زندگی گذاری اور اسی مختصر غذا پر گزارہ کرتے رہے جو پوشیدہ طور پر وہاں بھیجی جاتی تھی۔

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا تقریباً دو سال تک کفار قریش کے اقتصادی بائیکاٹ میں اپنے پدر عالیقدر کے ساتھ رہیں اور تین سال تک ماں باپ اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ بھوک اور سخت ترین حالات سے گزریں۔

۱۰ بعثت میں "شعب" سے نجات کے تھوڑے دنوں بعد آپ اس ماں کی شفقتوں سے محروم ہو گئیں جنہیں دس سال کی مجاہدت کے رنج و غم خصوصاً اقتصادی ناکہ بدی کی دشواریوں نے رنجور کر دیا تھا۔<sup>(۳)</sup>

ماں کا اٹھ جانا ہر چند کہ جناب فاطمہ زہراء کے لئے رنج آور اور مصیبت کا باعث تھا اور آپ کی حساس روح کو اس مصیبت نے افسردہ کر دیا تھا لیکن اس کے بعد آپ کو پیغمبر اکرم ﷺ کے دامن تربیت میں رہنے کا زیادہ موقع ملا۔

۱۰ بعثت میں جناب ابوطالب اور جناب خدیجہ کی وفات نے روح پیغمبر ﷺ پر ایسا اثر کیا کہ آپ ﷺ نے اس سال کا نام "عام الحزن" (۴) (غم و اندوہ کا سال) رکھا۔ پیغمبر ﷺ کے ان دونوں بڑے حامیوں کے اٹھ جانے سے دشمن کی اذیت اور آزار رسانی میں شدت پیدا ہو گئی، کبھی لوگ پتھر مارتے کبھی آپ ﷺ کے رونے مبارک پر مٹی ڈال دیتے، کبھی ناسزا کلمات کہتے اکثر اوقات آپ نہایت خستگی کے عالم میں گھر کے اندر داخل ہوتے۔

لیکن یہ فاطمہ ؑ تھیں جو اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے آپ ﷺ کے سر اور چہرہ اقدس سے گمرد جھاڑتیں، نہایت ہی پیار و محبت سے پیش آتیں اور پیغمبر اکرم ﷺ کے لئے آرام اور حوصلہ کا باعث بنتیں، جناب فاطمہ ؑ لوگوں کے غصہ اور بے مہری کی جگہ اپنے باپ سے مہر و محبت سے اس طرح پیش آتی تھیں کہ آپ ﷺ کے والد گرامی نے آپ کو "أمّ ایہا" کا لقب دیا۔

ہجرت کے کچھ دنوں بعد آٹھ سال کی عمر میں حضرت علی ؑ کے ساتھ مکہ سے مدینہ تشریف لائیں وہاں بھی باپ کے ساتھ رہیں۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی زندگی کے مشکلات میں حضرت فاطمہ ؑ برابر شریک رہیں، جنگ احد میں جنگ کے خاتمہ کے بعد جناب فاطمہ ؑ مدینہ سے پیغمبر ﷺ کے خیمہ گاہ کی طرف دوڑتی ہوئی پہنچیں اور باپ کے خون آلود چہرہ کو دھویا اور آنحضرت ﷺ کے زخموں کا مداوا کرنے لگیں۔ (۵)

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا، اسلام اور قرآن کے ساتھ ساتھ پروان چڑھیں۔ آپ نے وحی و نبوت کی فضا میں پرورش پائی۔ آپ کی زندگی پیغمبر ﷺ کی زندگی سے جدا نہیں ہوئی یہاں تک کہ شادی کے بعد بچوں کے ساتھ بھی آپ کا گھر پیغمبر ﷺ کے گھر سے متصل تھا اور پیغمبر ﷺ خدا کی ہر جگہ سے زیادہ فاطمہ ؑ کے گھر رفت و آمد تھی۔ ہر صبح مسجد جانے سے پہلے آپ ﷺ فاطمہ ؑ کے دیدار کو تشریف لے جاتے تھے۔ (۶)

پیغمبر ﷺ کے خدمتگار "ثومان" بیان کرتے ہیں کہ جب رسول ﷺ اکرم سفر پر جانا چاہتے تو آپ ﷺ سب سے آخر میں فاطمہ ؑ سے وداع ہوتے تھے اور جب سفر سے واپس آتے تھے تو سب سے

پہلے فاطمہ ؑ کے پاس جاتے تھے۔<sup>(۷)</sup>  
آخر کار پیغمبر اکرم ؐ کی زندگی کے آخری لمحات میں بھی فاطمہ ؑ ان کی بالین پر موجود گریہ فرما رہی تھیں، پیغمبر ؐ ان کو یہ کہہ کر دلا سہ دے رہے تھے کہ وہ ہر ایک سے پہلے اپنے باپ سے ملاقات کریں گی۔<sup>(۸)</sup>

### حضرت فاطمہ ؑ کی شادی

۳ھ میں پیغمبر اکرم ؐ نے امیر المؤمنین "علی ؑ" سے فاطمہ ؑ کی شادی کر دی۔<sup>(۹)</sup> حقیقت تو یہ ہے کہ یہ خوشگوار رشتہ انہیں کے لائق تھا۔ اس لئے کہ معصومین ؑ کی تصریح کے مطابق حضرت علی ؑ کے علاوہ کوئی بھی فاطمہ ؑ کا کفو اور ہمسر نہیں ہو سکتا تھا۔

اس شادی کی خصوصیتوں میں سے یہ بات بھی ہے جو ان دونوں بزرگ ہستیوں کی بلند منزلت کا ثبوت ہے کہ پیغمبر اکرم ؐ نے قریش کے صاحب نام افراد، بڑی شخصیتوں اور ثروت مندوں کی خواستگاری کو قبول نہیں کیا آپ ؐ فرماتے تھے کہ فاطمہ ؑ کی شادی کا مسئلہ حکم خدا سے متعلق ہے۔<sup>(۱۰)</sup>  
رسول ؐ خدا نے فاطمہ زہراء کو علی ؑ کے لئے روک رکھا تھا اور آپ ؐ خدا کی طرف سے مامور تھے کہ نور کو نور سے ملا دیں۔<sup>(۱۱)</sup>

اسی وجہ سے جب حضرت علی ؑ نے رشتہ مانگا تو پیغمبر اکرم ؐ نے قبول فرمایا اور کہا: "تمہارے آنے سے پہلے فرشتہ الہی نے مجھے حکم خدا پہنچایا ہے کہ فاطمہ ؑ کی شادی علی ؑ سے کر دو"۔<sup>(۱۲)</sup>  
رسول اکرم ؐ نے جناب فاطمہ ؑ کی رضایت لینے کے بعد حضرت علی ؑ سے پوچھا کہ شادی کرنے کے لئے تمہارے پاس کیا ہے؟ آپ ؑ نے عرض کیا: "ایک ذرہ، ایک شمشیر اور پانی لانے کے لئے ایک شتر کے علاوہ میرے پاس اور کچھ نہیں ہے۔" علی ؑ نے پیغمبر ؐ کے حکم کے مطابق ذرہ بیچ

دی اور اس کی قیمت سے، جو تقریباً پانچ سو درہم تھی، جہیز کا معمولی سامان خرید گیا، ضیافت بھی ہوئی اور مسلمانوں کو کھانا بھی کھلایا گیا۔ مسرت و شادمانی اور دعائے پیغمبر ﷺ کے ساتھ فاطمہ کو علی ؑ کے گھر لے جایا گیا۔ (۱۳)

### فاطمہ ؑ علی ؑ کے گھر میں

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا باپ کے گھر سے شوہر کے گھر اور مرکز نبوت سے مرکز ولایت میں منتقل ہو گئیں۔ اور اس نئے مرکز میں فاطمہ کے کاندھوں پر فرائض کا گراں بار آگیا۔ آپ چاہتی تھیں کہ اس مرکز میں ایسی زندگی گزاریں کہ جو ایک مسلمان عورت کے لئے مکمل نمونہ بن جائے تاکہ آئندہ زمانہ میں ساری دنیا کی عورتیں آپ ؑ کے وجود اور آپ ؑ کی روش میں حقیقت و نورانیت اسلام دیکھ لیں۔ گھر کے محاذ میں جناب فاطمہ کے کردار کے تمام پہلوؤں کو پیش کرنے کے لئے ایک مفصل کتاب کی ضرورت ہے لیکن اختصار کے پیش نظر یہاں چند چیزوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

### الف۔ گھر کا انتظام

حضرت فاطمہ زہراء اگرچہ بڑے باپ اور عظیم پیغمبر ﷺ کی نور چشم تھیں اور کائنات میں ان سے بڑی شریف زادی کا وجود نہیں تھا لیکن ان باتوں کے باوجود آپ گھر میں کام کرتی تھیں اور گھر کے دشوار کاموں سے بھی انکار نہیں کرتی تھیں۔ گھر کے اندر آپ اتنی زحمت اٹھاتی تھیں کہ علی ؑ بھی ان سے ہمدردی کا اظہار کرتے اور ان کی تعریف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت علی ؑ نے اپنے ایک صحابی سے

فرمایا: کہ تم چاہتے ہو کہ میں اپنی اور فاطمہ ؑ کی حالت تم کو بتاؤں؟

... آپ گھر کے لئے اتنا پانی بھر کر لاتی تھیں کہ آپ کے جسم پر مشک کا نشان پڑ جاتا تھا اور اسی قدر چکیاں چلاتی تھیں کہ ہاتھ میں چھالے پڑ جاتے تھے گھر کو صاف ستھرا رکھنے، روٹی اور کھانا پکانے میں اتنی زحمت برداشت کرتی تھیں کہ آپ کا لباس گرد آلود ہو جاتا تھا۔ (۱۴)

جناب سیدہ ؑ نے گھر کو، حضرت علی ؑ اور اپنے بچوں کے لئے مرکز آسائش بنا دیا تھا اس حد تک کہ جب حضرت علی ؑ پر رنج و غم، دشواریوں اور بے سروسامانیوں کا حملہ ہوتا تھا تو آپ ؑ گھر آجاتے اور تھوڑی دیر تک جناب فاطمہ ؑ سے گفتگو کرتے تو آپ ؑ کے دل کو اطمینان محسوس ہونے لگتا۔

امام جعفر صادق ؑ فرماتے ہیں کہ علی ؑ گھر کی ضرورت کے لئے لکڑی اور پانی مہیا کرتے گھر میں جھاڑو دیتے اور فاطمہ چکی پیستیں اور آٹا گوندھ کر روٹی پکاتی تھیں۔ (۱۵)

## ب۔ شوہر کی خدمت

جناب فاطمہ وہ بی بی ہیں جنہوں نے غریب لیکن انتہائی با فضیلت انسان کے ساتھ عقد فرمایا۔ انہوں نے ابتدا ہی سے اسلام اور اپنے شوہر کے حساس حالات کو محسوس کر لیا تھا۔ وہ جانتی تھیں کہ اگر علی ؑ کی تلوار نہ ہوتی تو اسلام کو اتنی پیش قدمی حاصل نہ ہوتی اور یہ بھی جانتی تھیں کہ اسلام کا بہادر سپہ سالار اس صورت میں میدان جنگ میں کامیاب ہو سکتا ہے جب گھر کے داخلی حالات کے اعتبار سے اس کی فکر آزاد اور وہ بیوی کی مہر و محبت اور تشویق سے مالا مال ہو۔ جب علی ؑ میدان جنگ سے تھک کر واپس آتے تھے تو ان کو مکمل طور پر بیوی کی مہربانیاں اور محبتیں ملتی تھیں۔ حضرت فاطمہ انکے جسم کے زخموں کی مرہم پٹی کرتیں، اور ان کے خون آلود لباس کو دھوتی تھیں۔ چنانچہ جب حضرت علی ؑ جنگ احد سے واپس لوٹے تو انہوں نے اپنی تلوار فاطمہ ؑ کو دی اور فرمایا اس کا خون دھو ڈالو۔ (۱۶)

آپ زندگی کی مشقتوں میں حضرت علی ؑ کی ہم فکر اور ان کی شانہ بشانہ تھیں۔ آپ ان کے

کاموں میں ان کی مدد کرتیں ، ان کی تعریف اور تشویق فرمائیں ، ان کی فداکاری اور شجاعت کی ستائشے کرتیں اور ان کی کوششوں اور زحمتموں کے سلسلہ میں بڑی فرض شناس تھیں۔ پوری زندگی میں کوئی موقعہ بھی ایسا نہیں آیا کہ جس میں آپ نے اپنے شوہر سے دل توڑنے والی کوئی بات کہی ہو یا ان کے دل کو رنج پہنچایا ہو۔ بلکہ ہمیشہ آپ اپنی بے لاگ محبت و عنایت سے ان کی دکھی روح اور تھکے ماندہ جسم کو تسکین دیتی رہی ہیں۔ حضرت علیؑ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"جب میں گھر آتا تھا اور میری نظر فاطمہ زہرا پر پڑتی تو میرا تمام غم و غصہ ختم ہو جاتا تھا۔" (۱۷)

جب آنحضرت ﷺ نے علیؑ سے سوال کیا تھا کہ آپ نے "فاطمہ کو کیسا پایا؟" تو آپؑ نے جواب میں فرمایا تھا کہ "فاطمہ اطاعت خداوند عالم میں میری بہترین مددگار ہیں۔" (۱۸)

### ج۔ تربیت اولاد

جناب فاطمہ کے فرائض میں سے ایک اہم فریضہ، بچوں کی پرورش اور ان کی تربیت تھی۔ آپ کو خداوند عالم نے پانچ اولادیں عطا کی تھیں، حسنؑ، حسینؑ، زینبؑ، ام کلثومؑ اور محسنؑ۔ پانچویں فرزند جن کا نام محسن تھا، وہ سقط ہو گئے تھے۔ آپ کے تمام بچے پاکباز، با اخلاص اور خدا کے مطیع تھے۔ جناب فاطمہ نے ایسی اولاد کی پرورش کی کہ جو سب کے سب اسلام کے محافظ اور دین کی اعلیٰ اقدار کے نگہبان تھے۔ کہ جنہوں نے اس راستہ میں اپنی جان دینے کی حد تک مقاومت کا مظاہرہ کیا۔ ایک نے صلح کے ذریعہ اور دوسرے نے اپنے خونین انقلاب سے نہال اسلام کی آبیاری کی اور دین اسلام کو بچالیا۔ (۱۹)

ان کی بیٹیوں نے بھی خاص کمزور واقعہ کربلا میں اپنے بھائیوں کی آواز اور امام حسینؑ کے پیغام کو کوفہ، شام اور تمام راستوں میں دوسروں تک پہنچایا۔

## جناب فاطمہ کی معنوی شخصیت

تمام عورتوں کی سردار، حضرت فاطمہ کی معنوی شخصیت ہمارے ادراک اور ہماری توصیف سے بالاتر ہے۔ یہ عظیم خاتون کہ جو معصومین علیہم السلام کے زمرہ میں آتی ہیں ان کی اور ان کے خاندان کی محبت و ولایت دینی فریضہ ہے۔ اور ان کا غصہ اور ناراضگی خدا کا غضب اور اسکی ناراضگی شمار ہوتی ہے <sup>(۲۰)</sup> ان کی معنوی شخصیت کے گوشے ہم خایوں کی گفتار و تحریر میں کیونکر جلوہ گر ہو سکتے ہیں؟

اس بناء پر، فاطمہ کی شخصیت کو معصوم رہبروں کی زبان سے پہچاننا چاہئے۔ اور اب ہم آپ کی خدمت میں جناب فاطمہ کے بارے میں ائمہ معصومین علیہم السلام کے چند ارشادات پیش کرتے ہیں:

۱۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل نازل ہوئے اور انہوں نے بشارت دی کہ "... حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام جو انان جنت کے سردار ہیں اور فاطمہ علیہا السلام جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔" <sup>(۲۱)</sup>

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا کی سب سے برتر چار عورتیں ہیں: مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ دختر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آسیہ دختر مزاحم (فرعون کی بیوی) <sup>(۲۲)</sup>

۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: "خدا، فاطمہ کی ناراضگی سے ناراض اور ان کی خوشی سے خوشنود ہوتا ہے۔" <sup>(۲۳)</sup>

۴۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "اگر خدا، امیر المؤمنین کو خلق نہ کرتا تو روئے زمین پر آپ کا کوئی کفو نہ ہوتا۔" <sup>(۲۴)</sup>

۵۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال ہوا کہ: "حضرت فاطمہ کا نام "زہرا" یعنی درخشندہ کیوں ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ: "جب آپ محراب میں عبادت کے لئے کھڑی ہوتی تھیں تو آپ کا نور اہل آسمان کو اسی طرح چمکتا ہوا دکھائی دیتا تھا کہ جس طرح ستاروں کا نور، زمین والوں کے لئے جگمگاتا ہے۔" <sup>(۲۵)</sup>

## حضرت فاطمہ سے پیغمبر ﷺ کی مہر و محبت

جناب فاطمہ ؑ کے ساتھ پیغمبر اعظم ﷺ کی مہر و محبت اتنی شدید تھی کہ اس کو پیغمبر ﷺ کی زندگی کی تعجب خیز باتوں میں سمجھنا چاہئے۔ رسول خدا ﷺ تمام امور میں معیار حق اور میزان عدل و اعتدال تھے ان کی تمام حدیثیں اور ان کے تمام اعمال یہاں تک کہ تقریر پیغمبر ﷺ (یعنی: ہر وہ کام کہ جس کو دیکھ کر آپ ﷺ اپنی خاموشی سے اس کی تصدیق کر دیتے) بھی شریعت کا حصہ اور حجت ہے، اور ضروری ہے کہ یہ چیزیں، ساری امت کے اعمال کا قیامت تک نمونہ قرار پائیں۔ اس نکتہ پر توجہ کر لینے کے بعد، جناب فاطمہ کی معنوی منزلت اور کردار کی بلندی کو زیادہ بہتر طریقہ سے سمجھا جاسکتا ہے۔

پیغمبر اکرم ﷺ کے ہاں اور بھی بیٹیاں تھیں <sup>(۲۶)</sup> اور پیغمبر ﷺ اپنے خاندان حتیٰ غیروں کے ساتھ بھی بڑی مہربانی اور نیکی سے پیش آتے تھے لیکن فاطمہ سے آپ ﷺ کو خصوصی محبت تھی اور فرصت کے مختلف لمحات میں اس محبت کا صریحاً اعلان اور اس کی تاکید فرماتے تھے۔ یہ اس بات کی سند ہے کہ فاطمہ اور آنحضرت ﷺ کے گھرانے کی سرنوشہ، اسلام کے ساتھ ساتھ ہے اور پیغمبر ﷺ اور حضرت فاطمہ کا تعلق صرف ایک باپ اور بیٹی کا ہی نہیں ہے۔ بلکہ پوری کائنات کے لئے پیغمبر اکرم ﷺ کی عملی تبلیغ کا شعبہ فاطمہ زہرا کی عملی سیرت سے ہی مکمل ہوتا ہے۔

اس مقام پر پیغمبر ﷺ کی حضرت فاطمہ سے مہر و محبت کے چند نمونوں کا ذکر کر دینا مناسب ہے۔ یہ نمونے ان نمونوں کے علاوہ ہوں گے کہ جو پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

۱۔ امام محمد باقر ؑ اور امام جعفر صادق ؑ فرماتے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ ہمیشہ سونے سے پہلے فاطمہ کے چہرے کا بوسہ لیتے، اپنے چہرہ کو آپ کے سینہ پر رکھتے اور فاطمہ ؑ کیلئے دعا فرماتے۔ <sup>(۲۷)</sup>

۲۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے فاطمہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر فرمایا:

"جو انھیں پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا (وہ پہچان لے کہ) یہ فاطمہ محمد ﷺ کی بیٹی ہیں، یہ میرے جسم کا ٹکڑا اور میرا قلب و روح ہیں۔ جو ان کو ستائے گا وہ مجھے ستائے گا وہ خدا کو اذیت دے گا۔" (۲۸)

۳۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

"رسول خدا، ﷺ فاطمہ کو بوسہ دیتے تھے، جناب عائشہ نے اعتراض کیا، تو پیغمبر ﷺ نے جواب دیا، میں جب معراج پر گیا اور جنت میں پہنچا تو میں نے طوبی کے پھل کھائے اور اس سے نطفہ پیدا ہوا۔ اور جب میں زمین پر پلٹ کر آیا اور خدیجہؓ سے ہمبستر ہوا تو فاطمہ کا حمل قرار پایا۔ اس لئے جب میں فاطمہ کو بوسہ لیتا ہوں تو مجھے ان سے شجرہ طوبی کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔" (۲۹)

### ایمان و عبادت فاطمہ

پیغمبر اکرم ﷺ نے آپ کے ایمان کے بارے میں فرمایا کہ: "ان کے دل کی گہرائی اور روح میں ایمان اس طرح نفوذ کئے ہوئے ہے کہ عبادت خدا کیلئے وہ اپنے آپ کو تمام چیزوں سے جدا کر لیتی ہیں" (۳۰)

امام حسن مجتبیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ ماجدہ، حضرت فاطمہؓ زہرا کو دیکھا کہ شب جمعہ محراب میں سپیدہ سحری تک عبادت رکوع و سجود میں مشغول رہتی تھیں۔ میں نے سنا کہ آپ صاحب ایمان مردوں اور عورتوں کے لئے تو دعا کرتی تھیں۔ مگر اپنے لئے کوئی دعا نہ مانگتی تھیں۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ جس طرح آپ دوسروں کے لئے دعا کرتی ہیں ویسے ہی اپنے لئے دعا کیوں نہیں فرماتیں؟ فرمانے لگیں میرے لال، پہلے ہمسایہ پھر اپنا گھر (۳۱)۔

حسن بصری کہا کرتے تھے کہ امت اسلامی میں فاطمہ سے زیادہ عبادت کرنیوالا، کوئی اور پیدا نہیں ہوا وہ عبادت حق تعالیٰ میں اس قدر کھڑی رہتی تھیں کہ ان کے پائے مبارک ورم کر جاتے تھے (۳۲)۔

## فاطمہ ؑ باپ ؑ کے بعد

پیغمبر اکرم ؐ کی وفات کے وقت ان کا سر اقدس حضرت علی ؑ کی گود میں تھا اور حضرت فاطمہ ؑ اور حسن و حسین آپ ؑ کے چہرہ اقدس کو دیکھ دیکھ کر رو رہے تھے، آپ ؑ کی آنکھیں بند اور زبان حق خاموش ہو چکی تھی اور روح عالم ملکوت کو پرواز کر چکی تھی، رسول اکرم ؐ کی رحلت کے سبب، حضرت فاطمہ زہراء ؑ پر سارے جہاں کا غم و اندوہ ٹوٹ پڑا، فاطمہ ؑ جنہوں نے اپنی عمر کو مصیبت و آلام میں گزارا تھا اور تنہا انکی دلی مسرت باپ کا وجود تھا اس تلخ حادثہ کے پیش آنے کے بعد آپکی سب امیدیں اور آرزوئیں تمام ہو گئیں۔

## "سقیفہ بنی ساعدہ" میں مسلمانوں کے ایک گروہ کے اجتماع کی خبر

ابھی رسول ؐ خدا کا جسم اقدس زمین پر ہی تھا کہ حضرت ابو بکر کی خلافت و جانشینی کی تعیین کیلئے لوگوں کے اجتماع سے فاطمہ ؑ کے ذہن کو جھٹکا لگا، اس غم و غصہ کی کیفیت میں تھکے ہوئے اعصاب کو چوٹ پہنچی۔ فاطمہ کہ جنہوں نے توحید و خدا پرستی، مظلوم کے دفاع اور ظلم و ستم سے مقابلہ کرنے کے لئے تمام سختیوں، دشواریوں، بھوک اور وطن سے دور ہو جانے کی مصیبت کو برداشت کیا تھا وہ اس انحرافی روش کو برداشت نہ کر سکیں۔

## حضرت فاطمہ ؑ زہراء کے مبارزات و مجاہدات

فاطمہ ؑ اور علی ؑ جب پیغمبر ؐ کے کفن و دفن سے فارغ ہوئے اور مسئلہ خلافت کے سلسلہ میں انجام شدہ عمل سے دوچار ہوئے تو آپ لوگوں نے مدبرانہ اور زبردست مبارزہ کا ارادہ کیا تاکہ اسلام کو ختم ہونے اور مٹ جانے کے خطرہ سے بچالیا جائے۔ ان کے مبارزات کے چند مراحل، ملاحظہ ہوں۔

### پہلا مرحلہ:

حضرت علیؓ نے یہ ارادہ کیا کہ خلیفہ وقت کی بیعت نہیں کریں گے اور اس طرح آپؓ نے سقیفہ کی انتخابی حکومت کی روش سے اپنی مخالفت کا اظہار کیا۔ جناب فاطمہ زہراءؓ نے بھی اس نظریہ کی تائید فرمائی اور اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا کہ شوہر پر آنے والے ہر ممکنہ خطرہ اور حادثہ کا واقعی دفاع کریں گی۔

انہوں نے اپنی اس روش کے ذریعہ ثابت کر دیا کہ تمام جنگیں تیر و تلوار سے ہی نہیں ہوتیں، سب سے پہلے اسلام کا اظہار کرنے والے شخص کے خاندان کے افراد اور قریبی افراد کی بے اعتنائی اور حکومت وقت کی تائید نہ کرنا اس کے غیر قانونی ہونے کی سب سے بڑی اور بہترین دلیل ہے۔

جناب فاطمہ جانتی تھیں کہ علیؓ کے حق کے دفاع میں اس طرح کی جنگ کا نتیجہ رنج اور تکلیف ہے۔ لیکن انہوں نے تمام دکھوں اور تکلیفوں کو خندہ پیشانی سے قبول کیا اور اس جنگ کو آخری مرحلہ تک پہنچایا۔

### دوسرا مرحلہ:

فاطمہ و علی علیہما السلام، جناب امام حسنؓ و حسینؓ کی انگلی پکڑے ہوئے مدینہ کے بزرگوں اور نمایاں افراد کے پاس جاتے اور ان کو اپنی مدد کی دعوت دیتے اور انہیں پیغمبر اکرمؐ کی وصیتوں اور ارشادات کو یاد دلاتے تھے (۳۳)۔

جناب فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا فرماتی تھیں "اے لوگو! کیا میرے باپؐ نے علیؓ کو خلافت کے لئے معین نہیں فرمایا تھا؟ کیا تم ان کی قربانیوں کو بھول گئے؟... کیا میرے باپؐ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ، میں تمہارے درمیان سے جا رہا ہوں مگر دو گر انقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم ان سے تمسک کرو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے ایک کتاب خدا، اور دوسرے میرے اہل بیتؓ ہیں، اے لوگو! کیا یہ مناسب ہے کہ تم ہم کو تنہا چھوڑ دو اور ہماری مدد سے ہاتھ اٹھا لو؟" (۳۴)۔

### تیسرا مرحلہ:

زام حکومت سنبھالنے کے بعد حضرت ابوبکر نے جناب فاطمہ زہراء سے "فدک" (۳۵) لینے کا ارادہ کیا اور حکم دیا کہ فدک میں کام کرنے والوں کو نکال باہر کیا جائے اور ان کی بجائے دوسرے کارکنوں کو وہاں مقرر کر دیا (۳۶)۔

فدک کو قبضہ میں کرنے کے وجوہات میں سے ایک وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ حضرت علی ؓ کے ذاتی فضائل و کمالات، ان کا علمی مقام اور ان کی فداکاریاں قابل انکار نہیں ہیں، اور ان کے بارے میں پیغمبر ﷺ کی وصیتیں بھی لوگوں کے درمیان مشہور ہیں اگر ان کی اقتصادی حالت بھی اچھی ہو گئی اور ان کے پاس پیسے آگئے تو ممکن ہے کہ ایک گروہ ان کے ساتھ ہو جائے اور پھر خلافت کے لئے خطرہ پیدا ہو جائے۔ اس نکتہ کو ان باتوں میں دیکھا جاسکتا ہے جو حضرت ابوبکر کو مخاطب کر کے حضرت عمر نے کہی ہیں: "لوگ دنیا کے بندے ہیں اور سوائے دنیا کے انکا کوئی مقصد نہیں ہے اگر خمس و بیت المال اور فدک کو علی ؓ سے چھین لو تو پھر لوگ خود بخود ان سے علی حدہ ہو جائیں گے (۳۷)۔"

جب جناب فاطمہ ؓ، ابوبکر کے اس اقدام سے مطلع ہوئیں تو انہوں نے سوچا کہ اگر اپنے حق کا دفاع نہ کیا تو لوگ یہ سمجھ بیٹھیں گے کہ حق سے چشم پوشی اور ظلم کے بوجھ کے نیچے دب جانا ایک پسندیدہ کام ہے۔ یا یہ تصور کریں گے کہ حق، ابوبکر کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ اس وقت ان تمام مبارزوں کے باوجود حضرت ابوبکر کے پیروکار، ابوبکر کی اس روش کو حق بنا کر پیش کرتے ہیں۔

ان سب باتوں کے پیش نظر، جناب فاطمہ زہراء س نے ممکنہ حد تک اپنے حق کے دفاع کا ارادہ کیا۔

البتہ جس بی بی ؓ کا باپ تازہ ہی دنیا سے رخصت ہوا ہو اور جس کا بچہ تازہ ہی سقط ہوا ہو نیز جس نے اور بہت سے مصائب برداشت کئے ہوں اس کے لئے یہ سب کام سہل اور آسان نہیں

تھے، ان حادثات میں سے ایک حادثہ ہی ایک عورت کو ہمیشہ کیلئے ستمگروں سے مرعوب کرنے کے لئے کافی تھا۔ لیکن فاطمہ رضی اللہ عنہا، کہ جنہیں فداکاری اور شجاعت کی خوماں اور باپ سے وراثت میں ملی تھیں۔ اور جنہوں نے فداکار افراد کے درمیان زندگی گذاری تھی، انہیں یہ چھوٹی چھوٹی دھمکیاں خوفزدہ نہیں کر سکتی تھیں۔ اس مرحلہ میں جناب فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے مبارزات کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

### ۱۔ بحث و استدلال:

جناب فاطمہ (س) نے حضرت ابو بکر سے گفتگو کے دوران قرآنی آیات کی شہادت و گواہیاں پیش کر کے برہان و استدلال سے ثابت کیا کہ فدک ان کی ملکیت ہے اور خلفاء کی شیزی کا یہ اقدام غیر قانونی ہے۔

### ۲۔ مسجد نبوی ﷺ میں تقریر:

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے دلائل اور براہین کے ذریعہ خلافت کی مذمت اور اپنی حقانیت ثابت کرنے کے بعد یہ ارادہ کیا کہ مسجد میں جائیں اور لوگوں کے سامنے حقائق کو بیان کریں۔

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے مسجد میں مہاجرین و انصار کے کثیر مجمع کے درمیان ایک مفصل خطبہ دیا آپ ﷺ نے لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دی۔ پیغمبر اکرم ﷺ اور ان کی رسالت کی تعریف کی فلسفہ احکام کے بارے میں گفتگو فرمائی، ولایت اور رہبر و قائد کی عظمت کی تشریح فرمائی اور دوسرے بہت سے اہم مسائل پر روشنی ڈالنے کے بعد لوگوں سے مخاطب ہوئیں کہ جو کہنے کی باتیں تھیں میں نے وہ کہیں۔

آخر میں فرمایا:

"اے لوگو جو کہنا چاہتے تھو وہ میں کہہ چکی، باوجود اس کے کہ مجھے معلوم ہے کہ تم میری مدد نہیں کرو گے، تمہارے بنائے ہوئے نقشے مجھ سے پوشیدہ نہیں ہیں لیکن میں کیا کروں یہ ایک درد

دل تھا جس کو میں نے شدت غم کی بنا پر بیان کر دیا تا کہ تمہارے اوپر حجت تمام ہو جائے۔<sup>(۳۸)</sup>

### ۳۔ ترک کلام:

جناب فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے مبارزہ کو جاری رکھنے کے لئے ترک کلام کو منتخب فرمایا اور حضرت ابو بکر سے کھلے عام کہہ دیا کہ اگر فدک کو واپس نہ کرو گے تو میں جب تک زندہ رہوں گی تم سے کلام نہیں کرونگی، جہاں بھی ابو بکر سے سامنا ہوتا اپنا رخ ان کی طرف سے پھیر لیتیں اور ان سے بات نہ کرتیں<sup>(۳۹)</sup>۔ اس بی بی ؑ نے جو پیغمبر ﷺ کے قول کے مطابق رضائے خدا کے بغیر کبھی غضبناک نہیں ہوتی تھیں، اپنی اس روش کے ذریعہ امت کے جذبات و احساسات کی موج کو خلافت کی مشینری کے خلاف ابھارا۔

### ۳۔ رات میں تدفین:

نہ صرف یہ کہ شہزادی نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک مبارزہ کو جاری رکھا بلکہ آپ نے اسے قیامت کی سرحدوں سے ملادیا۔ اپنے شوہر حضرت علی کو وصیت کرتے ہوئے کہا کہ "اے علی ؑ مجھ کو رات میں غسل دینا، رات میں کفن پہنانا اور پوشیدہ طور پر سپرد خاک کر دینا، میں اس بات سے راضی نہیں ہوں کہ جن لوگوں نے مجھ پر ستم کیا ہے وہ میرے جنازہ کی تشییع میں شریک ہوں۔ حضرت علی ؑ نے بھی شہزادی کی وصیت کے مطابق ان کو راتوں رات دفن کر دیا اور ان کی قبر کو زمین کے برابر کر دیا اور چالیس نئی قبروں کے نشان بنا دیئے کہیں ان کی قبر پہچان نہ لی جائے<sup>(۴۰)</sup>۔

### شہادت

پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کا رنج اور خلافت امیر المؤمنین ؑ غضب کرنے والوں کی روش نے بھی

جناب فاطمہ ؑ کے وجود اور ان کے جسم و جان کو سخت تکلیف پہنچائی، آپ ؑ پیغمبر ؐ کے بعد، مسلسل گریہ کناں اور غمزہ رہتیں۔ کبھی باپ کی قبر کی زیارت کو تشریف لے جاتیں اور کبھی شہداء کے مزار پر جا کر گریہ فرماتیں <sup>(۴۱)</sup>۔ نیز گھر میں گریہ و عزاداری میں مصروف رہتی تھیں۔

آخر کار، شہزادی دو عالم جا کر کی طاقت کو کم کر دینے والے غم اور دیگر پہنچنے والے صدموں نے آپ کو مضمحل اور صاحب فراش بنا دیا۔ بالاخر انہیں صدمات کے نتیجے میں آپ ۱۳ جمادی الاولی <sup>(۴۲)</sup> یا سوم جمادی الثانیہ <sup>(۴۳)</sup> - ۱۱ھ ق یعنی رسول اکرم ؐ کی رحلت کے ۷۵ یا ۹۵ دن بعد، دنیا سے رخصت ہو گئیں اور آپ نے اپنی شہادت سے اپنے پیروکاروں کے دلوں کو ہمیشہ کیلئے غم و الم میں مبتلا کر دیا۔

## سوالات

- ۱۔ جناب فاطمہ زہراء ؑ کی ولادت کس تاریخ کو ہوئی اور مکہ میں آپ کا بچپن کیسے ماحول اور کن حالات میں گذرا؟
- ۲۔ جناب خدیجہ (علیہا سلام) کے انتقال کے بعد جناب فاطمہ زہرا علیہہ السلام کا باپ کے ساتھ کیسا سلوک رہا اور "ام ایہما" آپ کا لقب کیوں پڑا؟
- ۳۔ حضرت علی ؑ سے آپ کی شادی کس سن اور کس تاریخ میں ہوئی اور اس شادی کی خصوصیت کیا تھی؟
- ۴۔ ایک بیوی کے عنوان سے علی ؑ کے ساتھ جناب معصومہ ؑ کا کیا سلوک رہا؟
- ۵۔ جناب سیدہ کی عبادت کا ایک نمونہ کا ذکر کیجئے؟
- ۶۔ سقیفہ کی کارروائی اور پیغمبر ﷺ کی جانشینی کے مسئلہ میں جناب فاطمہ ؑ کا کیا رد عمل تھا؟
- ۷۔ خلافت کی مشینری کے ساتھ آپ کے مبارزہ کی کیا روش تھی؟ اس کے دو نمونے بیان فرمائیے

## حوالہ جات

- ۱ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳/ص ۳۵۷، بحار الانوار جلد ۳۳ ص ۶۔ دلائل الامامہ ص ۱۰۔ اصول کافی جلد ۱۔
- ۲ الروضہ الانف جلد ۱ ص ۲۱۳، منقول از بانوی نمونہ اسلام مصنفہ ابراہیم امینی ص ۱۸۔
- ۳ و ۴ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۱ ص ۱۴۳۔
- ۵ بحار الانوار جلد ۲۰ ص ۸۸، ۱، الصحیح من سیرۃ النبی جلد ۳ ص ۳۲۳۔
- ۶ کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ۱ ص ۳۵۷۔
- ۷ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد ۱ ص ۳۵۷۔
- ۸ امالی طوسی جلد ۲ ص ۱۳۔
- ۹ جناب معصومہ کی شادی کی تاریخ میں اختلاف ہے سید ابن طاووس نے مرحوم شیخ مفید کی کتاب حقائق الریاض میں اقبال کے مطابق ازدواج کی تاریخ ۲۱ محرم ۳ھ نقل کی ہے۔ لیکن مصباح میں اول ذی الحجہ مانتے ہیں۔ امالی میں آیا ہے: فاطمہ کی شادی عثمان کی بیوی رقیہ کی وفات کے سولہ دن بعد اور جنگ بدر سے واپسی پر ہوئی بحار جلد ۳۳/۹۳۔ ۹۷۔
- ۱۰ "امرا الی رہبا" کشف الغمہ جلد ۱ ص ۳۵۳۔ مطبوعہ تبریز بحار جلد ۳۳ ص ۱۔
- ۱۱ دلائل الامامہ ص ۱۹۔
- ۱۲ بحار ۳۳/۱۲۷۔
- ۱۳ کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ۱ ص ۳۶۰۔ ۳۶۹۔ بحار جلد ۳۳ ص ۱۲۷۔ ۱۳۳۔
- ۱۴ بحار الانوار جلد ۳۳/۸۲۔
- ۱۵ بحار جلد ۳۳/۱۵۱ منقول از کافی " ... كَانَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَحْتَطِبُ وَ يَسْقِي وَ يَكُتْسُ وَ كَانَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَطْحَنُ وَ تَعْجَنُ وَ تَحْبِزُ"
- ۱۶ سیرۃ ابن ہشام جلد ۳ ص ۱۰۶، ۱، الصحیح من سیرۃ النبی جلد ۳ ص ۳۲۳۔ بحار جلد ۲ ص ۸۸۔
- ۱۷ مناقب خوارزمی، ص ۲۵۶۔
- ۱۸ بحار الانوار جلد ۳۳/۱۱۱ " ... نِعْمَ الصَّوْنُ عَلَى طَاعَةِ اللَّهِ"
- ۱۹ یہ حصہ کتاب "بانوی نمونہ اسلام" مصنفہ ابراہیم امینی کا اقتباس ہے۔

۲۰. بحار الانوار جلد ۱۹/۳۳ - ۲۶ کشف الغمہ جلد ۱ مطبوعہ تبریز/۳۵۸، الغدیر جلد ۲۰/۳ -
۲۱. امالی مفید ص ۳، امالی طوسی جلد ۱ ص ۸۳، کشف الغمہ جلد ۱ ص ۲۵۶ -
۲۲. بحار جلد ۹/۳۳ - ۲۶..... مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۳۲۲ -
۲۳. بحار جلد ۹/۳۳ - کشف الغمہ جلد ۱ ص ۳۶۷ -
۲۳. بحار جلد ۱۹/۳۳ - ۲۶، کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ص ۳۷۲ -
۲۵. بحار جلد ۳۳ ص ۱۲، علل اشراغ مطبوعہ مکتبہ الداوری قم ص ۱۸۱" قال : سئلت ابا عبد اللہ عن فاطمہ ، لم سمیت زہرائ؟ فقال: لانتھا كانت اذ اقامت فی محرابھا زہر نورھا لاهل السماء كما یزہر نور الکواکب لاهل الارض" -
۲۶. فاطمہ کے علاوہ پیغمبر کی دیگر بیٹیوں کا ثبوت اہل سنت کی کتابوں سے ملتا ہے جبکہ اکثر شیعہ علماء نے تفصیلی تحقیق کے بعد یہ سمجھا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی صرف ایک ہی بیٹی فاطمہ تھیں۔
۲۷. بحار الانوار جلد ۳۲/۳۳، مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳/۳۳۳ " ... کان النبی ﷺ لما ینام حتی یقبل عرض وجہ فاطمہ ؑ لا ینام" -
- یَضَعُ وَجْهَهُ بَيْنَ ثَدْيِي فَاطِمَةَ وَيَدْعُو لَهَا ... " -
۲۸. کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ۱/۳۶۷، فصول المہمہ ۱/۳۶۷، بحار جلد ۵۲/۳۳، الغدیر جلد ۲۰/۳ " ... من عرف ہذہ فقد عرفھا و من لم یعرفھا فہی فاطمۃ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ہی بضعة منی و ہی قلبی الذی بین جنبی فمن آذاھا فقد آذانی و من آذانی فقد آذی اللہ" -
۲۹. بحار الانوار جلد ۶/۳۳ منقول از تفسیر علی بن ابراہیم، کشف الغمہ جلد ۱ ص ۳۵۹ -
۳۰. بحار ج ۳۳/۳۶ -
۳۱. بحار الانوار جلد ۸۲/۳۳، کشف الغمہ مطبوعہ تبریزی جلد ۱ ص ۳۶۸ " ... فقالت یا بنی الجارثم الدار" -
۳۳. بحار الانوار جلد ۵۶/۳۳، ۸۳ " ما کان فی ہذہ الامۃ اعبد من فاطمۃ كانت تقوم حتی تورم قدمھا" -
- ۳۳ الامامۃ و السیاسة جلد ۱ ص ۱۹ -
- ۳۳ " بانوائے نمونہ اسلام " مصنفہ ابراہیم امینی ص ۱۳۳ -
- ۳۵ " فدک " مدینہ سے چند فرسخ کے فاصلہ پر ایک دیہات تھا جو ۷ھ میں رسول ﷺ خدا اور یہودیوں کے درمیان صلح کے معاہدہ میں بغیر کسی خونریزی کے رسول ﷺ کو ملتا تھا اور یہ صرف رسول ﷺ کا حق تھا چنانچہ آپ ﷺ نے

خدا کے حکم کے مطابق فدک کو اپنی بیٹی فاطمہ (س) کو بخش دیا تھا۔

۳۶ تفسیر نور الثقلین جلد ۳ / ۱۵۳ مطبوعہ حکمت قم اصول مالکیت جلد ۲۔ موضوع فدک و الاحصہ ملاحظہ ہو۔

۳۷ نسخ التواریخ ج زہراء / ۱۲۲۔

۳۸ کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ۱ ص ۳۹۱، احتجاج طبرسی جلد ۱ ص ۱۳۱ "ألا قد قلت ما قلت هذا على معرفة منى بالجدلة

التي خامرتكم و العذرة التي استشعرتها قلوبكم ولكنها فيضة النفس و نفثة الغيظ..."

۳۹ شرح ابن ابی الحدید جلد ۶ / ۳۶، کشف الغمہ جلد ۱ / ۲۷۷۔

۳۰ دلائل الامۃ طبری / ۳۶، مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ / ۳۶۳۔ یہ حصہ ابراہیم امینی کی کتاب "بانوی نمونہ اسلام" کا اقتباس

ہے۔

۳۱ بحار الانوار جلد ۳۳ / ۱۹۵۔

۳۲ بحار الانوار ج ۳۳ / ۱۹۵۔

۳۳ کشف الغمہ جلد ۱ / ۵۰۳ دلائل الامامہ / ۳۵، بحار ۳۳ / ۱۹۶ منقول از اقبال الاعمال۔

چوتھا سبق:  
امام حسن مجتبیٰ ؑ کی سوانح عمری

Presented By: <https://jafrilibrary.com>

### بچپن کا زمانہ

علیؑ اور فاطمہؑ کے پہلے بیٹے ۱۵ رمضان ۳ھ ق کو شہر مدینہ میں پیدا ہوئے<sup>(۱)</sup>۔ پیغمبر ﷺ اکرم تہنیت کیلئے جناب فاطمہؑ کے گھر تشریف لائے اور خدا کی طرف سے اس بچہ کا نام "حسن" رکھا<sup>(۲)</sup>۔ امام حسن مجتبیٰؑ سات سال تک پیغمبر ﷺ اسلام کے ساتھ رہے<sup>(۳)</sup>۔ رسول اکرم ﷺ اپنے نواسہ سے بہت پیار کرتے تھے۔ کبھی کاندھے پر سوار کرتے اور فرماتے: "خدا یا میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ" <sup>(۴)</sup> اور پھر فرماتے:

"جس نے حسنؑ و حسینؑ کو دوست رکھا اس نے مجھ کو دوست رکھا۔ اور جو ان سے دشمنی کرتا ہے وہ میرا دشمن ہے"

(۵)

امام حسنؑ کی عظمت اور بزرگی کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ کم سنی کے باوجود پیغمبر ﷺ نے بہت سے عہد ناموں میں آپ کو گواہ بنایا تھا۔ و اقدی نے نقل کیا ہے کہ پیغمبر ﷺ نے قبیلہ "ثقیف" کے ساتھ ذمہ والا معاہدہ کیا، خالد بن سعید نے عہد نامہ لکھا اور امام حسن و امام حسین علیہما السلام اس کے گواہ قرار پائے<sup>(۶)</sup>۔

## والد گرامی کے ساتھ

رسول ﷺ اکرم کی رحلت کے تھوڑے ہی دنوں بعد آپ کے سر سے چاہنے والی ماں کا سایہ بھی اٹھ گیا۔ اس بنا پر اب تسلی و تشفی کا صرف ایک سہارا علیؑ کی مہر و محبت سے مملو آغوش تھا امام حسن مجتبیٰؑ نے اپنے باپ کی زندگی میں ان کا ساتھ دیا اور ان سے ہم آہنگ رہے۔ ظالموں پر تنقید اور مظلوموں کی حمایت فرماتے رہے اور ہمیشہ سیاسی مسائل کو سلجھانے میں مصروف رہے۔

جس وقت حضرت عثمان نے پیغمبر ﷺ کے عظیم الشان صحابی جناب ابوذر کو شہر بدر کمر کے ریزہ بھینچنے کا حکم دیا تھا، اس وقت یہ بھی حکم دیا تھا کہ کوئی بھی ان کو رخصت کرنے نہ جائے۔ اس کے برخلاف حضرت علیؑ نے اپنے دونوں بیٹوں امام حسن اور امام حسین علیہما السلام اور کچھ دوسرے افراد کے ساتھ اس مرد آزاد کو بڑی شان سے رخصت کیا اور ان کو صبر و ثبات قدم کی وصیت فرمائی۔<sup>(۷)</sup>

۳۶ھ میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ مدینہ سے بصرہ روانہ ہونے تاکہ جنگ جمل کی آگ جس کو عائشہ و طلحہ و زبیر نے بھڑکایا تھا ، بجھادیں۔

بصرہ کے مقام ذی قار میں داخل ہونے سے پہلے علیؑ کے حکم سے عمار یاسر کے ہمراہ کوفہ تشریف لے گئے تاکہ لوگوں کو جمع کریں۔ آپ کی کوششوں اور تقریروں کے نتیجے میں تقریباً بارہ ہزار افراد امام کی مدد کے لئے آگئے۔<sup>(۸)</sup> آپ نے جنگ کے زمانہ میں بہت زیادہ تعاون اور فداکاری کا مظاہرہ کیا یہاں تک کہ امام علیؑ کے لشکر کو فتح نصیب ہوئی۔<sup>(۹)</sup>

جنگ صفین میں بھی آپ نے اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ ثبات قدم کا مظاہرہ فرمایا۔ اس جنگ میں معاویہ نے عبداللہ ابن عمر کو امام حسن مجتبیٰؑ کے پاس بھیجا اور کہلوا یا کہ آپ اپنے باپ کی حمایت سے دست بردار ہو جائیں تو میں خلافت آپ کے لئے چھوڑ دوں گا۔ اس لئے کہ قریش ماضی میں اپنے آباء و اجداد کے قتل پر آپ کے والد سے ناراض ہیں لیکن آپ کو وہ لوگ قبول کر لیں گے۔

لیکن امام حسن ؑ نے جواب میں فرمایا: "نہیں، خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا"۔ پھر اس کے بعد ان سے خطاب کر کے فرمایا: گویا میں تمہارے مقتولین کو آج یا کل میدان جنگ میں دیکھوں گا، شیطان نے تم کو دھوکہ دیا ہے اور تمہارے کام کو اس نے اس طرح زینت دی ہے کہ تم نے خود کو سنوارا اور معطر کیا ہے تاکہ شام کی عورتیں تمہیں دیکھیں اور تم پر فریفتہ ہو جائیں لیکن جلد ہی خدا تجھے موت دے گا۔<sup>(۱۰)</sup>

امام حسن۔ اس جنگ میں آخر تک اپنے پدربزرگوار کے ساتھ رہے اور جب بھی موقع ملا دشمن پر حملہ کرتے اور نہایت بہادری کے ساتھ موت کے منہ میں کود پڑتے تھے۔

آپ ؑ نے ایسی شجاعت کا مظاہرہ فرمایا کہ جب حضرت علی ؑ نے اپنے بیٹے کی جان، خطرہ میں دیکھی تو مضطرب ہوئے اور نہایت درد کے ساتھ آواز دی کہ "اس نوجوان کو روکو تاکہ (اسکی موت) مجھے شکستہ حال نہ بنا دے۔ میں ان دونوں۔ حسن و حسین علیہما السلام کی موت سے ڈرتا ہوں کہ ان کی موت سے نسل رسول ﷺ خدا منقطع نہ ہو جائے"<sup>(۱۱)</sup>

واقعہ حکیمیت میں ابو موسیٰ کے ذریعہ حضرت علی ؑ کے برطرف کردینے کی دردناک خبر عراق کے لوگوں کے درمیان پھیل جانے کے بعد فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی۔ حضرت علی ؑ نے دیکھا کہ ایسے افسوسناک موقع پر چاہیے کہ ان کے خاندان کا کوئی ایک شخص تقریر کرے اور ان کو گمراہی سے بچا کر سکون اور ہدایت کی طرف رہنمائی کرے لہذا اپنے بیٹے امام حسن ؑ سے فرمایا: میرے لال اٹھو اور ابو موسیٰ و عمرو عاص کے بارے میں کچھ کہو۔ امام حسن مجتبیٰ ؑ نے ایک چرزور تقریر میں وضاحت کی کہ:

"ان لوگوں کو اس لئے منتخب کیا گیا تھا تاکہ کتاب خدا کو اپنی دلی خواہش پر مقدم رکھیں لیکن انہوں نے ہوس کی بنا پر قرآن کے خلاف فیصلہ کیا اور ایسے لوگ حکم بنائے جانے کے قابل نہیں بلکہ ایسے افراد محکوم (اور مذمت کے قابل) ہیں۔"<sup>(۱۲)</sup>

شہادت سے پہلے حضرت علی ؑ نے پیغمبر ﷺ کے فرمان کی بناء پر حضرت حسن ؑ کو اپنا جانشین معین

فرمایا اور اس امر پر امام حسین ؑ اور اپنے تمام بیٹوں اور بزرگ شیعوں کو گواہ قرار دیا۔<sup>(۱۳)</sup>

### اخلاقی خصوصیات

امام حسن ؑ ہر جہت سے حسن تھے آپ کے وجود مقدس میں انسانیت کی اعلیٰ ترین نشانیاں جلوہ گر تھیں۔ جلال الدین سیوطی اپنی تاریخ کی کتاب میں لکھتے ہیں کہ "حسن ؑ بن علی ؑ اخلاقی امتیازات اور بے پناہ انسانی فضائل کے حامل تھے ایک بزرگ، باوقار، بردبار، متین، سخی، نیکوگوں کی محبتوں کا مرکز تھے۔"<sup>(۱۴)</sup>  
ان کے درخشاں اور غیر معمولی فضائل میں سے ایک شمع برابر یہاں پیش کئے جا رہے ہیں:

### پرہیزگاری:

آپ خدا کی طرف سے مخصوص توجہ کے حامل تھے اور اس توجہ کے آثار کبھی وضو کے وقت آپ کے چہرہ پر لوگ دیکھتے تھے جب آپ وضو کرتے تو اس وقت آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا اور آپ کا پنہ لگتے تھے۔ جب لوگ سبب پوچھتے تو فرماتے تھے کہ جو شخص خدا کے سامنے کھڑا ہو اس کے لئے اس کے علاوہ اور کچھ مناسب نہیں ہے۔<sup>(۱۵)</sup>  
امام جعفر صادق ؑ نے فرمایا: امام حسن ؑ اپنے زمانہ کے عابدترین اور زاہدترین شخص تھے۔ جب موت اور قیامت کو یاد فرماتے تو روتے ہوئے بے قابو ہو جاتے تھے۔<sup>(۱۶)</sup>  
امام حسن ؑ، اپنی زندگی میں ۲۵ بار پیادہ اور کبھی پابرہنہ زیارت خانہ خدا کو تشریف لے گئے تاکہ خدا کی بارگاہ میں زیادہ سے زیادہ ادب و خشوع پیش کر سکیں اور زیادہ سے زیادہ اجر لے۔<sup>(۱۷)</sup>

### سخاوت:

امام ؑ کی سخاوت اور عطا کے سلسلہ میں اتنا ہی بیان کافی ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں دو بار

تمام اموال اور اپنی تمام پونجی خدا کے راستہ میں دیدی اور تین بار اپنے پاس موجود تمام چیزوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ آدھا راہ خدا میں دیدیا اور آدھا اپنے پاس رکھا۔<sup>(۱۸)</sup>

ایک دن آپ نے خانہ خدا میں ایک شخص کو خدا سے گفتگو کرتے ہوئے سنا وہ کہہ رہا تھا خداوند! مجھے دس ہزار درہم دیدے۔ امام۔ اسی وقت گھر گئے اور وہاں سے اس شخص کو دس ہزار درہم بھیج دیئے۔<sup>(۱۹)</sup>

ایک دن آپ کی ایک کنیز نے ایک خوبصورت گلدستہ آپ کو ہدیہ کیا تو آپ ﷺ نے اس کے بدلے اس کنیز کو آزاد کر دیا۔ جب لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ خدا نے ہماری ایسی ہی تربیت کی ہے پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے آیت پڑھی۔  
و اذاحیبتکم بتحیة: فحیوا باحسن منها<sup>(۲۰)</sup> "جب تم کو کوئی ہدیہ دے تو اس سے بہتر اس کا جواب دو۔"<sup>(۲۱)</sup>

### بروباری:

ایک شخص شام سے آیا ہوا تھا اور معاویہ کے اکسانے پر اس نے امام ﷺ کو برا بھلا کہا امام ﷺ نے سکوت اختیار کیا، پھر آپ نے اس کو مسکرا کر نہایت شیرین انداز میں سلام کیا اور کہا:

"اے ضعیف انسان میرا خیال ہے کہ تو مسافر ہے اور میں گمان کرتا ہوں کہ تو اشتباہ میں پڑ گیا ہے۔ اگر تم مجھ سے میری رضامندی کے طلبگار ہو یا کوئی چیز چاہیے تو میں تم کو دوں گا اور ضرورت کے وقت تمہاری راہنمائی کروں گا۔ اگر تمہارے اوپر قرض ہے تو میں اس قرض کو ادا کروں گا۔ اگر تم بھوکے ہو تو میں تم کو سیر کر دوں گا... اور اگر، میرے پاس آؤ گے تو زیادہ آرام محسوس کرو گے۔"

وہ شخص شرمسار ہوا اور رونے لگا اور اس نے عرض کی: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ زمین پر خدا کے خلیفہ ہیں۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں قرار دے۔ آپ اور آپ کے والد میرے نزدیک مبعوض ترین شخص تھے لیکن اب آپ میری نظر میں سب سے زیادہ محبوب

ہیں"۔ (۲۲)

مروان بن حکم۔ جو آپ کا سخت دشمن تھا۔ آپ ﷺ کی رحلت کے بعد اس نے آپ کی تشیع جنازہ میں شرکت کی امام حسین نے پوچھا۔ میرے بھائی کی حیات میں تم سے جو ہو سکتا تھا وہ تم نے کیا لیکن اب تم ان کی تشیع جنازہ میں شریک اور رو رہے ہو؟ مروان نے جواب دیا "میں نے جو کچھ کیا اس شخص کے ساتھ کیا جس کی بردباری پہاڑ (کوہ مدینہ کی طرف اشارہ) سے زیادہ تھی۔ (۲۳)

### خلافت

۲۱ / رمضان المبارک ۲۰ھ ق کی شام کو حضرت علی ﷺ کی شہادت ہو گئی۔ اس کے بعد لوگ شہر کی جامع مسجد میں جمع ہوئے حضرت امام حسن مجتبیٰ ﷺ نبر پر تشریف لے گئے اور اپنے پدر بزرگوار کی شہادت کے اعلان اور ان کے تھوڑے سے فضائل بیان کرنے کے بعد اپنا تعارف کرایا۔ پھر بیٹھ گئے اور عبداللہ بن عباس کھڑے ہوئے اور کہا لوگو یہ امام حسن ﷺ تمہارے پیغمبر ﷺ کے فرزند حضرت علی ﷺ کے جانشین اور تمہارے امام ﷺ ہیں ان کی بیعت کرو۔

لوگ چھوٹے چھوٹے دستوں میں آپ کے پاس آتے اور بیعت کرتے رہے۔ (۲۴) نہایت ہی غیر اطمینان نیز مضطرب و پیچیدہ صورت حال میں کہ جو آپ کو اپنے پدر بزرگوار کی زندگی کے آخری مراحل میں درپیش تھے آپ نے حکومت کی ذمہ داری سنبھالی۔ آپ نے حکومت کو ایسے لوگوں کے درمیان شروع کیا جو مبارزہ اور جہاد کی حکمت عملی اور اس کے اعلیٰ مقاصد پر چنداں ایمان نہیں رکھتے تھے چونکہ ایک طرف آپ ﷺ پیغمبر ﷺ و علی ﷺ کی طرف سے اس عہدہ کے لئے منصوب تھے اور دوسری طرف لوگوں کی بیعت اور ان کی آمادگی نے بظاہر ان پر حجت تمام کر دی تھی اس لئے آپ نے زمام حکومت کو ہاتھوں میں لیا اور تمام گورنروں کو ضروری احکام

صادر فرمائے اور معاویہ کے فتنہ کو سلا دینے کی غرض سے لشکر اور سپاہ کو جمع کرنا شروع کیا، معاویہ کے جاسوسوں میں سے دو افراد کی شناخت اور گرفتاری کے بعد قتل کرا دیا۔ آپ ﷺ نے ایک خط بھی معاویہ کو لکھا کہ تم جاسوس بھیجتے ہو؟ گویا تم جنگ کرنا چاہتے ہو جنگ بہت نزدیک ہے منتظر رہو انشاء اللہ۔ (۲۵)

### معاویہ کی کار شکنی

جس بہانہ سے قریش نے حضرت علی ﷺ سے روگردانی کی اور ان کی کم عمری کو بہانہ بنایا معاویہ نے بھی اسی بہانہ سے امام حسن ﷺ کی بیعت سے انکار کیا۔ (۲۶) وہ دل میں تو یہ سمجھ رہے تھے کہ امام حسن ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ مناسب ہیں لیکن ان کی ریاست طلبی نے ان کو حقیقت کی پیروی سے باز رکھا۔

معاویہ نے نہ صرف یہ کہ بیعت سے انکار کیا بلکہ وہ امام ﷺ کو درمیان سے ہٹا دینے کی کوشش کرنے لگا کچھ لوگوں کو اس نے خفیہ طور پر اس بات پر معین کیا کہ امام ﷺ کو قتل کر دیں۔ اس بنا پر امام حسن ﷺ لباس کے نیچے زرہ پہنا کرتے تھے اور بغیر زرہ کے نماز کے لئے نہیں جاتے تھے، معاویہ کے ان مزدوروں میں سے ایک شخص نے ایک دن امام حسن ﷺ کی طرف تیر پھینکا لیکن پہلے سے کئے گئے انتظام کی بنا پر آپ کو کوئی صدمہ نہیں پہونچا۔ (۲۷)

معاویہ نے اتحاد کے بہانہ اور اختلاف کو روکنے کے جیلہ سے اپنے عمال کو لکھا کہ "تم لوگ میرے پاس لشکر لے کر آؤ" پھر اس نے اس لشکر کو جمع کیا اور امام حسن ﷺ سے جنگ لڑنے کے لئے عراق کی طرف بھیجا۔ (۲۸)

امام حسن ﷺ نے بھی حجر بن عدی کندی کو حکم دیا کہ وہ حکام اور لوگوں کو جنگ کے لئے آمادہ کریں۔ (۲۹)

امام حسن ؑ کے حکم کے بعد کوفہ کی گلیوں میں منادی نے "الصلوة الجامعة" کی آواز بلند کی اور لوگ مسجد میں جمع ہو گئے امام حسن ؑ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ: "معاویہ تمہاری طرف جنگ کرنے کے لئے آ رہا ہے تم بھی ٹخیلہ کے لشکر گاہ کی طرف جاؤ... پورے مجمع پر خاموشی طاری رہی۔"

حاتم طائی کے بیٹے عدی نے جب ایسے حالات دیکھے تو اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے کہا سبحان اللہ یہ کیسا موت کا سناٹا ہے جس نے تمہاری جان لے لی ہے؟ تم امام ؑ اور اپنے پیغمبر ﷺ کے فرزند کا جواب نہیں دیتے... خدا کے غضب سے ڈرو کیا تم کو ننگ و عار سے ڈر نہیں لگتا...؟ پھر امام حسن ؑ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا "میں نے آپ کی باتوں کو سنا اور ان کی بجا آوری کے لئے حاضر ہوں۔ پھر اس نے مزید کہا۔ اب میں لشکر گاہ میں جا رہا ہوں، جو آمادہ ہو وہ میرے ساتھ آجائے۔ قیس بن سعد، معقل بن قیس اور زیاد بن صعصعہ نے بھی اپنی پرزور تقریروں میں لوگوں کو جنگ کی ترغیب دلائی پھر سب لشکر گاہ میں پہنچ گئے۔ (۳۰)

امام حسن ؑ کے پیروکاروں کے علاوہ ان کے سپاہیوں کو مندرجہ ذیل چند دستوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- ۱۔ خوارج، جو صرف معاویہ سے دشمنی اور ان سے جنگ کرنے کی خاطر آئے تھے نہ کہ امام ؑ کی طرف داری کے لئے۔
- ۲۔ حریص اور فائدہ کی تلاش میں رہنے والے افراد جو مادی فائدہ اور جنگی مال غنیمت حاصل کرنے والے تھے۔
- ۳۔ شک کرنے اور متزلزل ارادہ کے حامل افراد جن پر ابھی تک امام حسن ؑ کی حقانیت ثابت نہیں ہوئی تھی، ظاہر ہے کہ طبعی طور پر ایسے افراد میدان جنگ میں اپنی جان نثاری کا ثبوت نہیں دے سکتے تھے۔
- ۴۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنے قبیلہ کے سرداروں کی پیروی میں شرکت کی تھی ان میں کوئی

دینی جذبہ نہ تھا۔ (۳۱)

امام حسن ؑ نے لشکر کے ایک دستہ کو حکم کی سرداری میں شہر انبار بھیجا، لیکن وہ معاویہ سے جاملا اور اس کی طرف چلا گیا۔ حکم کی خیانت کے بعد امام ؑ مدائن کے مقام "ساباط" تشریف لے گئے اور وہاں سے بارہ ہزار افراد کو عبید اللہ بن عباس کی سپہ سالاری میں معاویہ سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا اور قیس بن سعد کو بھی اس کی مدد کے لئے منتخب فرمایا کہ اگر عبید اللہ بن عباس شہید ہو جائیں تو وہ سپہ سالاری سنبھال لیں۔

معاویہ ابتداء میں اس کوشش میں تھا کہ قیس کو دھوکہ دیدے۔ اس نے دس لاکھ درہم قیس کے پاس بھیجے تاکہ وہ اس سے مل جائے یا کم از کم امام حسن ؑ سے الگ ہو جائے، قیس نے اس کے پیسوں کو واپس کر دیا اور جواب میں کہا: "تم دھوکہ سے میرے دین کو میرے ہاتھوں سے نہیں چھین سکتے۔" (۳۲)

لیکن عبید اللہ بن عباس صرف اس پیسہ کے وعدہ پر دھوکہ میں آگیا اور راتوں رات اپنے خاص افراد کے ایک گروہ کے ساتھ معاویہ سے جاملا صبح سویرے لشکر بغیر سرپرست کے رہ گیا، قیس نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی اور اس واقعہ کی رپورٹ امام حسن ؑ کو بھیج دی۔ (۳۳)

قیس نے بڑی بہادری سے جنگ کی چونکہ معاویہ نے قیس کو دھوکہ دینے کے راستہ کو مسدود پایا اس لئے اس نے عراق کے سپاہیوں کے حوصلہ کو پست کر دینے کے لئے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ اس نے امام حسن ؑ کے لشکر میں، چاہے وہ مسکن (۳۴) میں رہا ہو یا مدائن میں، چند جاسوس بھیجے تاکہ وہ جھوٹی افواہیں پھیلانیں اور سپاہیوں کو وحشت میں مبتلا کریں۔

مقام مسکن میں یہ پروپیگنڈہ کر دیا گیا کہ امام حسن ؑ نے معاویہ سے صلح کی پیشکش کی ہے اور معاویہ نے بھی قبول کر لی ہے۔ (۳۵) اور اس کے مقابل مدائن میں بھی یہ افواہ پھیلا دی کہ قیس بن سعد نے معاویہ سے ساز باز کر لی اور ان سے جاملا ہے۔ (۳۶) ان افواہوں نے امام حسن ؑ کے سپاہیوں کے حوصلوں کو توڑ دیا اور یہ پروپیگنڈے امام ؑ کے

اس لشکر کے کمزور ہونے کا سبب بنے جو لشکر ہر لحاظ سے طاقت ور اور مضبوط تھا۔  
معاویہ کی سازشوں اور انواہوں سے خوارج اور وہ لوگ جو صلح کے موافق نہ تھے انہوں نے فتنہ و فساد پھیلانا شروع کر دیا۔  
انہیں لوگوں میں سے کچھ افراد نہایت غصہ کے عالم میں امام ؑ کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے اور اسباب لوٹ کر لے گئے یہاں تک کہ  
امام حسن ؑ کے پیر کے نیچے جو فرش بچھا ہوا تھا اس کو بھی کھینچ لے گئے۔<sup>(۳۷)</sup>  
ان کی جہالت اور نادانی یہاں تک پہنچ گئی کہ بعض لوگ فرزند پیغمبر کو (معاذ اللہ) کافر کہنے لگے۔ اور "جراح بن سنان" تو قتل  
کے ارادہ سے امام ؑ کی طرف لپکا اور چلا کر بولا، اے حسن ؑ تم بھی اپنے باپ کی طرح مشرک ہو گئے (معاذ اللہ) اس کے  
بعد اس نے حضرت کی ران پر وار کیا اور آپ ؑ زخم کی تاب نہ لا کر زمین پر گر پڑے، امام حسن ؑ کو لوگ فوراً مدائن کے گور  
نر "سعد بن مسعود ثقفی" کے گھر لے گئے اور وہاں کچھ دنوں تک آپ کا علاج ہوتا رہا۔<sup>(۳۸)</sup>  
اس دوران امام ؑ کو خبر ملی کہ قبائل کے سرداروں میں سے کچھ نے خفیہ طور پر معاویہ کو لکھا ہے کہ اگر عراق کی طرف آجاؤ  
تو ہم تم سے یہ معاہدہ کرتے ہیں کہ حسن ؑ کو تمہارے حوالے کر دیں۔  
معاویہ نے ان کے خطوط کو امام حسن ؑ کے پاس بھیج دیا اور صلح کی خواہش ظاہر کی اور یہ عہد کیا کہ جو بھی شرائط آپ ؑ  
پیش کریں گے وہ مجھے قبول ہیں۔<sup>(۳۹)</sup>  
ان دردناک واقعات کے بعد امام ؑ نے سمجھ لیا کہ معاویہ اور اس کے کارندوں کی چالوں کے سامنے ہماری تمام کوششیں  
نقش بر آب کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ ہماری فوج کے صاحب نام افراد معاویہ سے مل گئے ہیں لشکر اور جانبازوں نے اپنے اتحاد و  
اتفاق کا دامن چھوڑ دیا ہے ممکن ہے کہ معاویہ بہت زیادہ تباہی اور فتنے برپا کر دے۔  
مذکورہ بالا باتوں اور دوسری وجوہ کے پیش نظر امام حسن ؑ نے جنگ جاری رکھنے میں اپنے پیروکاروں اور اسلام کا فائدہ  
نہیں دیکھا۔ اگر امام ؑ اپنے قریبی افراد کے ہمراہ مقابلہ کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے اور قتل کر دیئے جاتے تو نہ صرف یہ کہ معاویہ کی  
سلطنت کے پایوں کو متزلزل

کمرنے یا لوگوں کے دلوں کو جلب کرنے کے سلسلہ میں ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوتا، بلکہ معاویہ اسلام کو جڑ سے ختم کر دینے اور سچے مسلمانوں کا شیرازہ منتشر کر دینے کے ساتھ ساتھ اپنی مخصوص فریب کارانہ روش کے ساتھ لباس عزا پہن کر انتقام خون امام حسن ؑ کے لئے نکل پڑتا اور اس طرح فرزند رسول ﷺ کے خون کا داغ اپنے دامن سے دھو ڈالتا خاص کر ایسی صورت میں جب صلح کی پیشکش معاویہ کی طرف سے ہوئی تھی اور وہ امام ؑ کی طرف سے ہر شرط قبول کر لینے پر تیار نظر آتا تھا۔ بنا بریں (بس اتنا) کافی تھا کہ امام ؑ نہ قبول کرتے اور معاویہ ان کے خلاف اپنے وسیع پروپیگنڈے کے ذریعہ اپنی صلح کی پیشکش کے بعد ان کے انکار کو خلاف حق بنا کر آپ ؑ کی مذمت کرتا۔ اور کیا بعید تھا۔ جیسا کہ امام ؑ نے خود پیشین گوئی کر دی تھی۔ کہ ان کو اور ان کے بھائی کو گرفتار کر لیتا اور اس طریقہ سے فتح مکہ کے موقع میں ؑ کے ہاتھوں اپنی اور اپنے خاندان کی اسیری کے واقعہ کا انتقام لیتا۔ اس وجہ سے امام ؑ نے نہایت سخت حالات میں صلح کی (۴۰) پیشکش قبول کر لی۔

### معادہ صلح

معادہ صلح امام حسن۔ کا تن، اسلام کے مقدس مقاصد اور اہداف کو بچانے میں آپ کی کوششوں کا آئینہ دار ہے۔ جب کبھی کوئی منصف مزاج اور باریک بین شخص صلح نامہ کی ایک ایک شرط کی تحقیق کرے گا تو بڑی آسانی سے فیصلہ کر سکتا ہے کہ امام حسن ؑ نے ان خاص حالات میں اپنی اور اپنے پیروکاروں اور اسلام کے مقدس مقاصد کو بچالیا۔

### صلح نامہ کے بعض شرائط ملاحظہ ہوں:

۱۔ حسن ؑ زمام حکومت معاویہ کے سپرد کر رہے ہیں اس شرط پر کہ معاویہ قرآن و سیرت پیغمبر ﷺ اور شائستہ خلفاء کی روش پر عمل کرے۔ (۴۱)

۲۔ بدعت اور علی ؑ کے لئے ناسزا کلمات ہر حال میں ممنوع قرار پائیں اور ان کی نیکی کے سوا اور کسی طرح یاد نہ کیا جائے۔ (۴۲)

۳۔ کوفہ کے بیت المال میں پچاس لاکھ درہم موجود ہیں، وہ امام مجتبیٰ ؑ کے زیر نظر خرچ ہوں (۴۳) گئے اور معاویہ "داراب گرد" کی آمدنی سے ہر سال دس لاکھ درہم جنگ و جمل و صفین کے ان شہداء کے پسماندگان میں تقسیم کرے گا جو حضرت علی ؑ کی طرف سے لڑتے ہوئے قتل کر دیئے گئے تھے۔ (۴۴)

۴۔ معاویہ اپنے بعد کسی کو خلیفہ معین نہ کرے۔ (۴۵)

۵۔ ہر شخص چاہے وہ کسی بھی رنگ و نسل کا ہو اس کو مکمل تحفظ ملے اور کسی کو بھی معاویہ کے خلاف اس کے گذشتہ کاموں کو بنا پر سزا نہ دی جائے۔ (۴۶)

۶۔ شیعیاں علی ؑ جہاں کہیں بھی ہوں محفوظ رہیں اور کوئی ان سے معترض نہ ہو۔ (۴۷)

امام ؑ نے اور دوسری شرطوں کے ذریعہ اپنے بھائی امام حسین ؑ اور اپنے چاہنے والوں کی جان کی حفاظت کی اور اپنے چند اصحاب کے ساتھ جن کی تعداد بہت ہی کم تھی ایک چھوٹا سا اسلامی لیکن با روح معاشرہ تشکیل دیا اور اسلام کو حتمی فنا سے بچالیا۔

### معاویہ کی پیمان شکنی

معاویہ وہ نہیں تھا جو معاہدہ صلح کو دیکھ کر امام ؑ کے مطلب کو نہ سمجھ سکے۔ اسی وجہ سے صلح کی تمام شرطوں پر عمل کرنے کا عہد کرنے کے باوجود صرف جنگ بندی اور مکمل غلبہ کے بعد ان تمام شرطوں کو اس نے اپنے پیروں کے نیچے روند دیا اور مقام ٹخیلہ میں ایک تقریر میں صاف صاف کہہ دیا کہ "میں نے تم سے اس لئے جنگ نہیں کی کہ تم نماز پڑھو، روزہ رکھو اور حج کے لئے جاؤ بلکہ میری جنگ اس لئے تھی کہ میں تم پر حکومت کروں اور اب میں حکومت کی کرسی پر پہنچ گیا ہوں اور

اعلان کرتا ہوں کہ صلح کے معاہدہ میں جن شرطوں کو میں نے ماننے کیلئے کہا تھا ان کو پاؤں کے نیچے رکھتا ہوں اور ان کو پورا نہیں کروں گا۔ (۴۸)

لہذا اس نے اپنے تمام لشکر کو امیر المؤمنین ؑ کی شان میں ناسزا کلمات کہنے پر برا نگیختہ کیا۔ اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ انکی حکومت صرف امام کی اہانت اور ان سے انتقامی رویہ کے سایہ میں استوار ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ مروان نے اس کو صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ "علی کو دشنام دینے غیر ہماری حکومت قائم نہیں رہ سکتی" (۴۹)

دوسری طرف امیر المؤمنین ؑ کے چاہنے والے جہاں کہیں بھی ملتے ان کو مختلف بہانوں سے قتل کر دیتا تھا۔ اس زمانہ میں تمام لوگوں سے زیادہ کوفہ کے رہنے والے سختی اور تنگی سے دوچار تھے۔ اس لئے کہ معاویہ نے مغیرہ کے مرنے کے بعد کوفہ کی گورنری کو زیادہ کے حوالہ کر دیا تھا اور زیاد شیعوں کو اچھی طرح پہچانتا تھا، وہ ان کو جہاں بھی پاتا بڑی بے رحمی سے قتل کر دیتا تھا۔ (۵۰)

### مدینہ کی طرف واپسی

معاویہ ہر طرف سے طرح طرح کی امام کو تکلیفیں پہنچانے لگا۔ آپ ؑ اور آپ ؑ کے اصحاب پر اس کی کڑی نظر تھی ان کو بڑے سخت حالات میں رکھتا اور علی ؑ و خاندان علی ؑ کی توہین کرتا تھا۔ یہاں تک کہ کبھی تو امام حسن ؑ کے سامنے آپ کے پدر بزرگوار کی برائی کرتا اور اگر امام ؑ اس کا جواب دیتے تو آپ ؑ کو بھی ادب سکھانے کی کوشش کرتا۔ (۵۱) کوفہ میں رہنا مشکل ہو گیا تھا اس لئے آپ نے مدینہ لوٹ جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن مدینہ کی زندگی بھی آپ کے لئے عافیت کا سبب نہیں بنی اس لئے کہ معاویہ کے کارندوں میں سے ایک پلید ترین شخص مروان مدینہ کا حاکم تھا، مروان وہ ہے جس کے بارے

میں پیغمبر ﷺ نے فرمایا تھا: "ہو الموزغ بن الموزغ، الملعون بن الملعون" (۵۲) اس نے امام ﷺ اور آپ کے اصحاب کا جینا مشکل کر دیا تھا یہاں تک کہ امام حسن ﷺ کے گھر تک جانا مشکل ہو گیا تھا، باوجودیکہ امام ﷺ دس برس تک مدینہ میں رہے لیکن ان کے اصحاب، فرزند پیغمبر کے چشمہ علم و دانش سے بہت کم فیض یاب ہو سکے۔  
مروان اور اس کے علاوہ دس سال کی مدت میں جو بھی مدینہ کا حاکم بنا اس نے امام حسن ﷺ اور ان کے چاہنے والوں کو تکلیف و اذیت پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی۔

### شہادت

معاویہ جو امام ﷺ کی کمسنی کے بہانہ سے اس بات کے لئے تیار نہیں تھا کہ آپ ﷺ کو خلافت دی جائے وہ اب اس فکر میں تھا کہ اپنے نالائق جو ان بیٹے یزید کو ولی عہدی کے لئے نامزد کرے تاکہ اس کے بعد مسند سلطنت پر وہ متمکن ہو جائے۔  
اور ظاہر ہے کہ امام حسن ﷺ اس اقدام کے راستہ میں بہت بڑی رکاوٹ تھے اس لئے کہ اگر معاویہ کے بعد امام حسن ﷺ مجتبیٰ زندہ رہ گئے تو ممکن ہے کہ وہ لوگ جو معاویہ کے بیٹے سے خوش نہیں ہیں وہ امام حسن ﷺ کے گرد جمع ہو جائیں اور اس کے بیٹے کی سلطنت کو خطرہ میں ڈالیں لہذا یزید کی ولی عہدی کے مقدمات کو مضبوط بنانے کے لئے اس نے امام حسن ﷺ کو راستہ سے ہٹا دینے کا ارادہ کیا۔ آخر کار اس نے دسیسہ کاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے امام حسن ﷺ کی بیوی "جعدہ بنت اشعب" کے ذریعہ آپ ﷺ کو زہر دیدیا اور امام معصوم ﷺ سینتالیس سال کی عمر میں ۲۸ / صفر ۵۰ھ ق کو شہید ہو گئے اور مدینہ کے قبرستان بقیع میں دفن ہوئے۔ (۵۳)

## سوالات

- ۱۔ پیغمبر ﷺ کے ساتھ امام حسن ؑ کتنے دن رہے اور اس مدت میں پیغمبر ﷺ کی محبت امام حسن ؑ سے کس طرح کی تھی؟ پیغمبر ﷺ کی احادیث میں سے ایک کا ذکر فرمائیے
- ۲۔ اپنے پدر بزرگوار کے زمانے میں، امام حسن ؑ کا جنگ و جمل و صفین میں کیا عمل رہا؟ مختصراً بیان کیجئے؟
- ۳۔ امام ؑ کی پرہیزگاری اور سخاوت کے واقعات میں سے ایک ایک نمونہ بیان فرمائیے
- ۴۔ حکومت کی ذمہ داری قبول کرنے کے بعد معاویہ کے سلسلہ میں امام ؑ کا کیسا موقف رہا؟ مختصراً بیان کیجئے۔
- ۵۔ امام کے سپاہیوں میں کس طرح کے لوگ تھے؟
- ۶۔ صلح کے اسباب و علل کو مختصراً بیان کیجئے۔
- ۷۔ صلح کی تین شرائط کو بیان کرتے ہوئے صلح کے نتائج کو امام ؑ کے نظریہ کے مطابق بیان کیجئے۔
- ۸۔ امام ؑ کس تاریخ کو کیسے اور دشمن کے ذریعہ کن وجوہ کی بنا پر شہید ہوئے؟

## حوالہ جات

۱ ارشاد مفید ص ۱۸۷- تاریخ الخلفاء سیوطی / ۱۸۸-

۲ بحار جلد ۲۳ / ۲۳۸-

۳ دلائل الامامہ طبری / ۶۰-

۳ تاریخ الخلفاء / ۱۸۸، تذکرۃ النخواس / ۱۷۷ "اللہم انی اجبہ فاجبہ"

۵ بحار جلد ۳۳ / ۲۶۳، کشف الغمہ جلد ۱ / ۵۵۰ مطبوعہ تبریز سنن ترمذی جلد ۵ / ۷ "من احب الحسن و الحسين عليه السلام

فقد احببني و من ابغضها فقد ابغضني"

۶ طبقات کبیر جلد ۱ حصہ ۲ / ۲۳-

۷ حیاة الامام حسن جلد ۱ ص ۲۰، مروج الذهب جلد ۲ / ۳۳۱، تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۷۲- شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد

۸ / ۲۵۲- ۵۵

۸ کامل ابن اثیر جلد ۳ / ۲۲۷- ۲۳۱-

۹ حیاة الامام الحسن جلد ۱ / ۳۹۶- ۳۹۹-

۱۰ وقعہ صفین / ۲۹۷-

۱۱ نہج البلاغہ فیض الاسلام خطبہ ۱۹۸ ص ۱۱۶۶۰، املکو عتیٰ هذا الغلام لا یهدنی فانی انفس بھذین یعنی الحسن و

الحسین علی الموت لثلا ینقطع بھما نسل رسول اللہ -

۱۲ الامامہ و السیاسة جلد ۱ ص ۱۱۹، حیاة الامام الحسن جلد ۱ ص ۳۳۳-

۱۳ اصول کافی جلد ۱ / ص ۲۹۷-

۱۴ تاریخ الخلفاء / ۱۸۹-

۱۵ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ / ۱۳ "حق علی کل من وقف بین یدی رب العرش ان یصفر لونه و ترتعد مفاصلہ"

۱۶ بحار جلد ۳۳ / ۳۳۱-

۱۷ بحار جلد ۳۳ / ۳۳۱، تاریخ الخلفاء / ۱۹۰، مناقب ابن شہر آشوب ۳ / ۱۳- شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۱۶ / ۱۰، تذکرۃ

النخواس / ۱۷۸-

۱۸ تاریخ یعقوبی جلد ۲ / ۲۱۵، بحار جلد ۳۳ / ۳۳۲، تاریخ الخلفاء / ۱۹۰، مناقب جلد ۳ / ۱۳-

۱۹ کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ۱/۵۵۸۔

۲۰ سورہ نساء / ۸۶۔

۲۱ بحار جلد ۲۳/۳۲۲۔

۲۲ بحار جلد ۲۳/۳۳۳۔

۲۳ تاریخ الخلفاء / ۱۹۱، شرح ابن ابی الحدید جلد ۱۶/۱۳، ۵۱ واقعہ کے آخری حصہ میں تھوڑے فرق کے ساتھ۔

۲۴ ارشاد مفید / ۱۸۸ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۱۶/۳۰ مقاتل الطالبین مطبوعہ بیروت ۵۰۔ ۵۲۔

۲۵ ارشاد مفید / ۱۸۹، بحار جلد ۲۳/۲۵، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۱۶/۳۱ مقاتل الطالبین مطبوعہ بیروت / ۵۳ اما بعد فانك دسست الرجال للاحتي ال و الاعتيال و اصدت العيون كانك تحت اللقاء و ما اشك في ذلك فتوقعه انشاء الله۔

۲۶ امام حسین عليه السلام کے مقابل معاویہ کی منطق سے واقفیت کے لئے امام حسن عليه السلام کے نام معاویہ کا وہ خط پڑھا جائے جس کو ابن ابی الحدید نے اپنی شرح کی ج ۱۶/۳۴ پر درج کیا۔

۲۷ بحار جلد ۲۳/۲۳۔

۲۸ شرح شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱۶/۳۴ و ۳۸ مقاتل الطالبین مطبوعہ بیروت / ۶۰۔

۲۹ ارشاد مفید / ۱۸۹، بحار جلد ۲۳/۳۶ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱۶/۳۸ مقاتل الطالبین / ۶۱۔

۳۰ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۱۶/۳۴۔ ۳۰، بحار جلد ۲۳/۵۰۔

۳۱ ارشاد مفید / ۱۸۹، بحار ۲۳/۳۶۔

۳۲ تاریخ یعقوبی ج ۲/۲۱۳۔

۳۳ ارشاد مفید / ۱۹۰۔

۳۴ مسکن منزل کے وزن پر ہے۔ نہر دجیل کے کنارے پر ایک جگہ ہے جہاں قیس کی سپہ سالاری میں امام حسن عليه السلام کا لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔

۳۵ تاریخ یعقوبی جلد ۲/۲۱۳۔

۳۶ تاریخ یعقوبی ج ۲/۲۱۳۔

۳۷ ارشاد مفید / ۱۹۰، تاریخ یعقوبی جلد ۲/۲۱۵، بحار جلد ۲۳/۳۴، شرح ابن ابی الحدید جلد ۱۶/۳۱ مقاتل الطالبین مطبوعہ

بیروت / ۶۳۔

۳۸ ارشاد مفید / ۱۹۰، تاریخ یعقوبی ج ۲ / ۲۱۵، بحار جلد ۲۳ / ۳۴ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱۶ / ۳۱ مقاتل الطالبین مطبوعہ بیروت / ۶۳۔

۳۹ ارشاد مفید / ۱۹۰۔ ۱۹۱، تاریخ یعقوبی جلد ۲ / ۲۱۵۔

۳۰ بحار جلد ۲۳ / ۱۴، شرح ابن ابی الحدید ج ۱۶ / ۳۱۔ ۳۲، مقاتل الطالبین مطبوعہ بیروت / ۱۳۔

۳۱ بحار جلد ۲۳ / ۶۵۔

۳۲ ارشاد مفید / ۱۹۱، مقاتل الطالبین، حیاة الامام الحسن بن علی جلد ۲ / ۲۳۴ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱۶ / ۳۔

۳۳ تاریخ دول الاسلام جلد ۱ / ۵۳، حیاة الامام الحسن بن علی ج ۲ / ۲۳۸، تذکرۃ الخواص ابن جوزی / ۱۸۰، تاریخ طبری ج ۵ / ۱۶۰۔

۳۴ جوہرۃ الکلام، حیاة الامام الحسن بن علی جلد ۲ / ۳۳۴۔

۳۵ بحار الانوار جلد ۲۳ / ۶۵۔

۳۶ مقاتل الطالبین / ۳۳۔

۳۷ ارشاد مفید حیاة الامام الحسن بن علی جلد ۲ / ۲۳۴ شرح ابن ابی الحدید ج ۱۶ / ۳۔

۳۸ حیاة الامام الحسن بن علی جلد ۲ / ۲۳۴ مقاتل الطالبین / ۳۳، ذخائر العقبی میں اتنا مزید ہے کہ معاویہ نے شروع میں ان شرائط کو مطلقاً قبول نہیں کیا اور دس آدمیوں کو منجملہ قیس بن سعد کے مستثنیٰ کیا اور لکھا کہ ان کو جہاں بھی دیکھوں گا ان کی زبان اور ہاتھ کاٹ دوں گا امام حسن علیہ السلام نے جواب میں لکھا کہ: ایسی صورت میں، میں تم سے کبھی بھی صلح نہیں کرونگا، معاویہ نے جب یہ دیکھا تو سادہ کاغذ آپ کے پاس بھیج دیا اور لکھا کہ آپ جو چاہیں لکھیں میں اسکو مان لوں گا اور اس پر عمل کرونگا۔

۳۹ بحار ۳۳ / ۲۹، ابن شرح نہج البلاغہ ابی الحدید ج ۱۶ / ۱۳۔ ۱۵، ۳۶، مقاتل الطالبین مطبوعہ بیروت / ۵۰ ارشاد، مفید ۹۱۔

۵۰ الصواعق المحرقة / ۳۳ (لا یستقیم لنا الامر الا بذالك ای بسب علی)۔

۵۱ حیاة الامام الحسن ابن علی جلد ۲ / ۳۵۶۔

۵۲ ارشاد مفید / ۱۹۱ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۱۶ / ۳۴۔

۵۳ حیاة الامام الحسن بن علی جلد ۱ / ۲۳۹، مستدرک حاکم جلد ۳ / ۳۴۹۔

۵۴ دلائل الامامہ طبری / ۶۱، کشف الغمہ جلد ۱ ص ۵۱۵ ص ۵۱۶ مطبوعہ تبریز، ارشاد مفید / ۱۹۲، مرحوم مفید علیہ الرحمہ نے

شہادت کے وقت آپ کی عمر ۳۸ سال بیان کی ہے۔

پانچواں سبق:  
امام حسین ؑ کی سوانح عمری (پہلا حصہ)

Presented By: <https://jafrilibrary.com>

## ولادت

تین شعبان ۳ھ ق کو علی ؑ و پیغمبر ؐ کی دختر گرامی کے دوسرے بیٹے کی پیدائش ہوئی۔<sup>(۱)</sup>  
ان کا نام رکھنے کی رسم بھی ان کے بھائی حسن ؑ بن علی ؑ کی طرح پیغمبر ؐ کے ذریعہ انجام پائی، رسول اکرم ؐ  
نے خدا کے حکم کے مطابق اس نومولود کا نام حسین رکھا۔<sup>(۲)</sup>  
ولادت باسعادت کے ساتویں دن جناب فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے اپنے فرزند کے لئے ایک بھیڑ عقیقہ کے عنوان سے  
قربان کی اور ان کے سر کے بالوں کو تراش کر بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ میں دی۔<sup>(۳)</sup>

## پیغمبر ؐ کے دامن میں

حسین ؑ بن علی ؑ نے اپنے بچپن کے چھ سال اور چند ماہ پیغمبر اکرم ؐ کے دامن میں پرورش پائی اور منبع فیاض  
رسالت ؐ سے علم و معرفت حاصل کیا۔  
پیغمبر اکرم ؐ، امام حسین ؑ سے جو اظہار محبت و لطف فرماتے تھے وہ شیعوں کے تیسرے رہنما کی عظمت و بلندی کو  
بیان کرتا ہے۔

حضرت سلمان فارسی فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول ؐ خدا نے حسین ؑ کو اپنے زانو پر بیٹھا رکھا ہے اور بوسے  
دے رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تو سید و سردار ہے، بڑے سردار کا بیٹا ہے، بڑے سرداروں کا باپ ہے، تو امام، فرزند امام اور  
ابوالائمہ ہے۔ تو حجت خدا فرزند حجت خدا

اور جو نو افراد حجت خدا ہیں انکا باپ ہے انکا خاتم ان کا خاتم ہوگا۔<sup>(۴)</sup>  
جب رسول خدا ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ اپنے اہل بیت ﷺ میں سے کس کو زیادہ دوست رکھتے ہیں تو فرمایا: حسن و حسین علیہما السلام کو۔<sup>(۵)</sup>

رسول ﷺ خدا بار بار حسن ﷺ و حسین ﷺ کو سینہ سے لگاتے، ان کی خوشبو سونگھتے، بوسہ دیتے اور فرماتے تھے حسن و حسین (علیہما السلام) جو انان بہشت کے سردار ہیں۔<sup>(۶)</sup>  
پیغمبر ﷺ اور امام حسین ﷺ کے درمیان معنوی اور وراثتی رابطہ کو بیان کرنے کے لئے بلند ترین قریب ترین اور واضح ترین جملہ، اس جملہ کو کہا جاسکتا ہے جس میں پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ حسین ﷺ مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔"<sup>(۷)</sup>

### والد ماجد کے ساتھ

رسول ﷺ خدا کی آنکھیں بند ہو جانے کے بعد امام حسین ﷺ نے اپنی عمر مبارک کے تیس سال اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ گزارے۔ اس پوری مدت میں آپ دل و جان سے پدر عالیقدر کی اطاعت کرتے رہے اور باپ کی پانچ سالہ حکومت کے زمانہ میں امام حسین ﷺ اسلام کے مقاصد کو آگے بڑھانے میں ایک جاں باز فداکار کی طرح اپنے بڑے بھائی کی مانند کوشش کرتے رہے اور جمل و صفین و نہروان کی جنگوں میں شریک رہے۔<sup>(۸)</sup>

### بھائی کے ساتھ

حضرت علی ﷺ کی شہادت کے بعد، علی ﷺ کے بڑے بیٹے حسن بن علی علیہما السلام کی طرف امامت و رہبری منتقل ہو گئی۔ امام حسین ﷺ جو مکتب رسالت و ولایت کے پروردہ تھے، اپنے بھائی کے ساتھ ہم فکر تھے۔ جب اسلام اور مسلمانوں کے معاشرہ کے مصلح کے پیش نظر امام حسن۔ معاویہ کی

صلح کی پیشکش کو قبول کرنے کے لئے مجبور ہوئے تو اس وقت امام حسین ؑ بھائی کے غموں میں شریک تھے۔ اور چونکہ آپ جانتے تھے کہ یہ صلح، اسلام اور مسلمانوں کی بھلائی کیلئے ہوئی ہے اس لئے آپ نے ہرگز اعتراض نہیں کیا اور ہمیشہ امام حسن ؑ کے موقف کا دفاع کرتے رہے۔<sup>(۹)</sup>

ایک دن معاویہ، امام حسن و امام حسین علیہما السلام کے سامنے امام حسن ؑ اور ان کے پدر بزرگوار امیر المومنین کی بدگویی کیلئے لب کشا ہوا۔ امام حسین ؑ اٹھے تاکہ اس کی اہانت کا جواب دیں لیکن آپ کے بھائی نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پھر خود ہی انہوں نے معاویہ کو بہت مناسب اور جھنجھوڑنے والے بیان کے ذریعہ خاموش کر دیا۔<sup>(۱۰)</sup>

### اخلاقی فضائل و مناقب

امام حسین ؑ کی مکمل حق طلب اور خدا پرست ۵۶ سالہ زندگی پر اگر اجمالی نظر ڈالی جائے تو ہم کو پتہ چلے گا کہ آپ ؑ کی زندگی ہمیشہ پاک دامنی، خدا کی بندگی، محمدی ﷺ پیغام کی نشر و اشاعت اور انسانیت کی بلند قدروں کی حفاظت میں گزری ہے۔ آپ کو پروردگار کی نماز و بندگی، قرآن، دعا اور استغفار سے بڑا شغف تھا۔ کبھی کبھی شب و روز میں سینکڑوں رکعت نماز پڑھتے تھے،<sup>(۱۱)</sup> حتیٰ کہ اپنی زندگی کی آخری رات میں بھی عبادت و دعا سے دست بردار نہیں ہوئے اور اس رات آپ ؑ نے دشمنوں سے مہلت مانگی تاکہ خلوت میں اپنے خدا سے راز و نیاز کر سکیں اور فرمایا: خدا جانتا ہے کہ میں نماز تلاوت قرآن اور دعا و استغفار کو بہت زیادہ دوست رکھتا ہوں۔<sup>(۱۲)</sup>

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ حسین ؑ بہت روزے رکھتے۔ نمازیں پڑھتے حج کو جاتے، صدقہ دیتے اور تمام اچھے کاموں کو انجام دیتے تھے۔<sup>(۱۳)</sup>

حضرت اباعبدالله الحسین ؑ زیارت خانہ خدا کیلئے بارہا پیدل تشریف لے گئے اور حج کا

فریضہ ادا کیا۔<sup>(۱۴)</sup>

امام حسین ؑ کی شخصیت ایسی پر شکوہ اور با عظمت تھی کہ جب آپ ؑ اپنے بھائی امام حسن مجتبیٰ کے ساتھ حج کے لئے پیدل جا رہے تھے تو تمام بزرگ اور اسلام کے نمایاں افراد آپ ؑ کے احترام میں مرکب اور سواری سے اتر پڑتے اور آپ ؑ کے ہمراہ پیدل راستہ طے کرتے۔<sup>(۱۵)</sup>

امام حسین ؑ کا احترام اور ان کی قدردانی کا معاشرہ اس لئے قائل تھا کہ آپ ؑ ہمیشہ لوگوں کے ساتھ زندگی بسر کرتے اور دوسروں کی طرح ایک معاشرہ کی نعمتوں اور مصیبتوں میں شامل رہتے تھے اور خداوند عالم پر پُر خلوص اعیان کی بنا پر آپ عوام کے غم خوار اور مددگار تھے۔

آپ ایک ایسی جگہ سے گذرے جہاں کچھ فقیر اپنی اپنی چادریں بچھائے ہوئے بیٹھے تھے اور سوکھی روٹیوں کے ٹکڑے کھا رہے تھے۔ امام حسین ؑ کو ان لوگوں نے دعوت دی تو آپ نے ان کی دعوت قبول کی اور ان کے پہلو میں بیٹھ گئے اور پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: **انَّه لا یحب المستکبرین۔**<sup>(۱۶)</sup>

اس کے بعد آپ ؑ نے فرمایا کہ: "میں نے تمہاری دعوت قبول کی اب تم بھی میری دعوت قبول کرو۔ وہ لوگ امام حسین ؑ کے ساتھ ان کے گھر آئے۔ امام ؑ نے حکم دیا کہ جو کچھ گھر میں ہے وہ مہانوں کے لئے لایا جائے۔<sup>(۱۷)</sup> اس طرح آپ نے معاشرہ کو تواضع اور انسان دوستی کا درس دیا۔

اس حصہ کو علانی کی اس بات کے خلاصہ کے ساتھ ختم کرتا ہوں جو انہوں نے اپنی کتاب میں ابا عبد اللہ الحسین ؑ کے بارے میں کہی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: "تاریخ میں ہم کو ایسے بزرگ افراد نظر آتے ہیں جن میں ہر ایک نے کسی نہ کسی جہت اور کسی نہ کسی محاذ پر اپنی عظمت و بزرگی کو عالمی حیثیت دی ہے۔ ایک شجاعت میں تو دوسرا زہد میں تو تیسرا سخاوت میں ...

لیکن امام حسین کی عظمت و بزرگی کا ہر پہلو فراز تاریخ کی عظمت کو دوبالا کرنے والا ہے۔ گویا آپ ؑ میں تمام خوبیاں اور بلندیاں جمع ہو گئی تھیں۔<sup>(۱۸)</sup>

امام حسین ؑ معاویہ کے زمانہ میں ابو عبد اللہ الحسن اپنے پدر بزرگوار کی شہادت کے بعد خدا کے حکم اور اپنے بھائی کی وصیت سے اسلامی معاشرہ کی قیادت اور امامت کے منصب پر فائز ہوئے آپ نے اپنی امامت کے تقریباً دس سال معاویہ کی حکومت کے زمانہ میں گزارے اس مدت میں آپ نے امام حسن ؑ کی روش کو قائم رکھا اور جب تک معاویہ زندہ رہا آپ ؑ نے کوئی مؤثر اقدام نہ کیا۔

امام حسین اگرچہ یہ دیکھ رہے تھے کہ معاویہ اسلام ہی کی طاقت سے اسلامی معاشرہ کی بنیاد اور قوانین الہی کو بدل ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے۔ چنانچہ آپ کو قلق بھی تھا۔ لیکن جانتے تھے کہ اگر اس کے مقابلہ کے لئے اٹھا جائے تو ہر مفید اقدام و تحریک (اور کوئی بھی نتیجہ حاصل ہونے) سے پہلے آپ کو قتل کر دیا جائے گا۔

کبھی تو آپ ؑ معاویہ کے حرکات و اعمال پر صرف تنقید کرتے اور لوگوں کو آئندہ کے لئے امید دلاتے اور اس تمام مدت میں جب معاویہ، یزید کی ولی عہدی کے لئے لوگوں سے بیعت لے رہا تھا امام حسین ؑ نے شدت سے مخالفت کی اور یزید کی بیعت کے لئے ہرگز آمادہ نہیں ہوئے یہاں تک کہ کبھی معاویہ کو سرزنش کرتے اور تنقیدی خط لکھتے تھے۔<sup>(۱۹)</sup>

### قیامِ حسینی

معاویہ کی موت کے بعد خلافت جو کہ سلطنت میں تبدیل ہو گئی تھی۔ اس کے بیٹے یزید کی طرف منتقل ہو گئی۔ زمام حکومت کو ہاتھوں میں لیتے ہی یزید نے اپنے ارکان سلطنت کو مضبوط بنانے کیلئے عالم اسلام کی اہم شخصیتوں اور جانے پہچانے لوگوں سے اپنی بیعت لینے کا ارادہ کیا۔ اس غرض سے اس نے حاکم مدینہ کے نام خط لکھا اور حکم دیا کہ امام حسین ؑ سے میری بیعت لے اور اگر وہ مخالفت کریں تو ان کو قتل کر دو۔

مدینہ کے گورنر نے حکم کے مطابق بیعت کا سوال امام ؑ کے سامنے رکھا، امام حسین ؑ نے فرمایا: 'انا للہ و انا الیہ راجعون و علی الاسلام السلام اذا بلیت الامۃ براء: مثل یزید (۲۰) "یعنی جب یزید جیسے لوگ (شراب خوار، جواری، بے ایمان اور ناپاک) حکومت اسلامی کی مسند پر بیٹھ جائیں تو اسلام پر فاتحہ پڑھ دینا چاہیے۔

امام ؑ نے بیعت کی پیش کش کو ٹھکرانے کے بعد یہ سمجھ لیا کہ اگر مدینہ میں رہے تو آپ ؑ کو قتل کر دیا جائے گا۔ لہذا رات کے وقت پوشیدہ طور پر ۲۸ رجب ۶۰ھ کو اپنے یار و انصار کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ (۲۱)

آپ کے مکہ میں پہنچنے اور یزید کی بیعت سے انکار کرنے کی خبر مکہ اور مدینہ کے لوگوں کے درمیان پھیل گئی اور یہ خبر کوفہ بھی پہنچ گئی۔ اس طرح لوگوں کو امام حسین ؑ کی مدد اور ان کی موافقت کے لئے اپنے کو آمادہ کرنے کا موقع نظر آیا کہ شاید اس طرح بنی امیہ کے ظلم سے نجات مل جائے۔

کوفیوں نے مندرجہ بالا نکات کے پیش نظر مکہ پہنچنے کی خبر سنتے ہی بہت سے خطوط کے ذریعہ آپ ؑ کو دعوت دی کہ آپ کوفہ تشریف لائیں اور ہماری رہنمائی کی ذمہ داری قبول کر لیجئے۔

حضرت ابو عبداللہ الحسین ؑ نے جناب مسلم کو روانہ کرنے کے ساتھ ان تمام خطوط کا جواب مختصر جملوں میں اس طرح لکھا "اما بعد یہ خط حسین بن علی (علیہما السلام) کی طرف سے عراق کے مسلمانوں اور مؤمنوں کی جماعت کی طرف بھیجا جا رہا ہے۔ تم یہ جان لو کہ ہانی اور سعید جو تمہارے بھیجے ہوئے آخری افراد تمہارے خطوط لے کر آئے۔ ان تمام باتوں کی جو تمہاری تحریروں سے عیاں تھیں مجھے اطلاع ملی۔ خلاصہ یہ کہ تمہارا مطلب یہ تھا کہ "ہمارے پاس کوئی لائق رہبر اور امام نہیں ہے ہمارے پاس آجائے اید خدا ہم کو آپ کے ذریعہ ہدایت تک پہنچا دے۔ فوری طور پر میں حضرت مسلم کو جو میرے چچا کے بیٹے اور میرے معتمد ہیں، تمہارے پاس بھیج رہا ہوں اگر انہوں نے لکھا کہ تمہارے آخری نظریات عملی طور پر اسی طرح ہیں جیسا کہ تم نے

خط میں لکھا ہے تو میں اسے قبول کر کے تمہاری طرف آؤں گا۔ آخر میں آپ ﷺ نے مزید لکھا۔ مجھے اپنی جان کی قسم، امام و پیشوا صرف وہ ہے جو خود دین کا پابند ہو اور عدل و انصاف کرتا ہو اور خدا کی رضا کے لئے حلیم ہو۔" (۲۲)

حضرت مسلم اس خط کو لیکر کوفہ پہنچے، ان کے پہنچنے کی خبر بڑی تیزی سے کوفہ میں پھیل گئی۔ اہل کوفہ نے پرتپاک طریقہ سے امام ﷺ کے نمائندہ حضرت مسلم بن عقیل کا استقبال کیا۔ ایسا استقبال پہلے کبھی نہیں ہوا تھا، پھر جناب مسلم بن عقیل کے ہاتھوں بیعت کی اور دن بدن بیعت کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔

### کوفہ سے دو خط

امام حسین ﷺ کے حق اور یزید کی مخالفت میں انقلابی صورت حال پیدا ہو جانے کے بعد دو خط لکھے گئے۔ ایک خط حسین ﷺ بن علی ﷺ کو لکھا گیا اور دوسرا یزید کو جناب مسلم نے امام حسین ﷺ کو لکھا: "اب تک بے شمار لوگوں نے میری بیعت کی ہے۔ اب آپ کوفہ آجائیے" (۲۳)

یزید کے پیروکاروں نے اس کو لکھا کہ: "اگر عراق کی حکومت کو بچانا ہے تو کسی لائق گورنر کو بھیجو تا کہ ان فتنوں کو ختم کر دے اس لئے کہ نعمان بن بشیر (حاکم کوفہ) ایک کمزور آدمی ہے یا اس نے اپنے آپ کو کمزور بنا رکھا" (۲۴) ہے۔

ان دو خطوط کے نتیجے میں دو اقدام سامنے آئے۔ پہلے خط نے امام حسین ﷺ کی کوفہ کی طرف روانگی کے مقدمات فراہم کئے اور دوسرے خط نے پہلے حاکم کو معزول اور اس کی جگہ پر عبید اللہ ابن زیاد کو معین کیا۔

امام حسین ﷺ ہر چند کہ کوفیوں کو بخوبی پہچانتے تھے اور ان کی بے وفائی، ان کے عقیدہ کا تزلزل اپنے پدر گرامی اور برادر بزرگ کی حکومت کے زمانہ میں دیکھ چکے تھے لیکن اتمام حجت

اور خداوند عالم کے اوامر کے اجراء کے لئے آپ ﷺ نے کوفہ جانے کا ارادہ کیا۔ خصوصاً مکہ میں چند ماہ قیام کے بعد آپ ﷺ نے یہ سمجھ لیا کہ یزید (لعن) کسی طرح بھی آپ سے دست بردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہے اور اگر آپ ﷺ بیعت نہیں کرتے تو آپ کا قتل، اور وہ بھی خانہ خدا کے نزدیک یقینی ہے۔

اس صورت حال میں امام حسین ﷺ ۸ ذی الحجہ تک۔ جس دن تمام حجاج منیٰ کی طرف جانے کا ارادہ کر رہے تھے (۲۵) مکہ میں رہے اور حج تمتع کو عمرہ مفردہ سے بدلنے کے بعد اپنے اہل بیت اور اصحاب کو لے کر مکہ کو ترک کیا اور عراق کی طرف چل پڑے۔ (۲۶)

امام کا ایسے زمانہ میں اور ایسی جگہ سے کوچ کرنا، جہاں لوگ دور دور سے ارکان حج بجالانے کے لئے آتے ہیں، ایسا بے نظیر اقدام تھا کہ جس کی ایک عام مسلمان سے بھی توقع نہیں کی جاسکتی تھی چہ جائیکہ فرزند پیغمبر ﷺ سے، اسی وجہ سے تھوڑی ہی مدت میں سارے شہر مکہ میں امام کے سفر کی خبر گشت کرنے لگی۔

امام حسین ﷺ نے اپنے ناگہانی اور آشکار سفر سے اپنے فریضہ پر بھی عمل کیا اور مسلمانوں کو بھی سمجھا دیا کہ فرزند پیغمبر ﷺ نے یزید کی حکومت کو قانونی نہیں سمجھا اور نہ صرف اس کی بیعت نہیں کی بلکہ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔

### حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت

حضرت مسلم کے ہاتھ پر اہل کوفہ کی بیعت اور امام حسین ﷺ کی طرف ان کے میلان کی اطلاع یزید کو مل چکی تھی۔ اس نے ابن زیاد کو کوفہ بھیجا ابن زیاد نے شیطانی چال کے ذریعہ ایک نیا بھیس بدلا، چہرہ پر نقاب ڈالا اور بنی ہاشم کے کسی شریف اور بڑی شخصیت کے روپ میں رات کے اندھیرے میں کوفہ میں وارد ہوا۔ جو لوگ امام حسین ﷺ کے منتظر تھے انہوں نے یہ گمان کیا کہ یہ

حسین ؑ ہیں۔

ابن زیاد بغیر کسی سے کوئی بات کئے اور نقاب میں منہ چھپائے ہوئے سیدھا دارالامارہ پہنچا۔ (۲۷)

عبداسہ ابن زیاد نے دارالامارہ میں مشورہ کیلئے ایک میٹنگ بلائی اور ابتدائی اقدامات کے بعد، کوفہ والوں کے ایمان کی کمزوری، دوغلہ پن اور ان کے خوف سے فائدہ اٹھایا اور ان کو ڈر دھمکا کر حضرت مسلم کے اطراف سے منتشر کر دیا یہاں تک کہ جب حضرت مسلم نماز کے لئے آئے تو صرف تیس افراد نے ان کے پیچھے نماز پڑھی اور نماز کے بعد وہ بھی متفرق ہو گئے۔ جب آپ مسجد سے باہر نکلے تو آپ کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا

حضرت مسلم نے ابن زیاد کے لشکر سے اکیلے جنگ کی اور ایک بہادرانہ جنگ کے بعد شہید ہو گئے۔ (۲۸)

### ظلم کے خلاف عظیم ترین قیام

عراق کے قصد سے ابو عبداسہ الحسین ؑ نے حجاز کو چھوڑ دیا لیکن درحقیقت آپ اس مقصد کی طرف جا رہے تھے جو صرف عراق میں نہیں تھا۔ یہ عظیم مقصد اسلام اور مسلمانوں کو استعمار کے چنگل اور خاندان بنی امیہ کے استبدادی پنجہ سے چھڑانا تھا۔ اسی وجہ سے آپ ؑ دوستوں کی مقدس آباؤ باپوں اور نصیحتوں کے برخلاف، جو اس سفر کو ترک کرنے پر مبنی تھیں، اپنے عزم و ارادہ پر جمے رہے اور اسلام کی نجات کے لئے آخری تحریک شروع کی جس کو بہر قیمت انجام تک پہنچانا تھا۔

امام حسین ؑ راستہ میں بہت سے لوگوں کو اپنی مدد کے لئے دعوت دیتے اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے ان کو یزید سے جنگ کے بارے میں اپنے مصمم ارادہ سے آگاہ کرتے رہے اور اس

جنگ کے نتیجے میں سب کے قتل ہو جانے سے بھی آگاہ کرتے رہے اور اس بات کا اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو ساتھ چھوڑ کر جاسکتے ہیں۔ "صفاح" نام کی ایک جگہ پر کوفہ سے واپس آنے والے فرزدق سے ملاقات ہو گئی، آپ ﷺ نے کوفہ کے حالات کے بارے میں ان سے سوال کیا، فرزدق نے جواب دیا کہ "لوگوں کے دل تو آپ ﷺ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔" (۲۹)

### شہادت

امام حسین ﷺ کا قافلہ کوفہ سے پہلے سرزمین کربلا پر (تقریباً کوفہ سے ۷۰ کلومیٹر دور) دشمن کے بہت بڑے لشکر سے روبرو ہوا۔ آپ کے ساتھ صرف وہی لوگ تھے جو جان کی بازی لگانے والے تھے اور فرزند پیغمبر ﷺ کی نصرت و مدد کے سوا انکا اور کوئی مقصد و مطلوب نہ تھا۔

آخر کار یہ لوگ ابن زیاد کے تیس ہزار لشکر کے تنگ گھیرے میں آگئے (۳۰) یہاں تک کہ فرات کا پانی بھی ان پر بند کر دیا گیا۔ ایسے حالات میں فرزند زہراء حضرت امام حسین ﷺ کے سامنے دو ہی راستے تھے یا قتل یا بیعت، حسین ابن علی (علیہما السلام) جو مکتب وحی محمدی اور ولایت علوی کے پروردہ تھے انہوں نے بیعت نہیں کی اور ان بہتر (۳۱) افراد کے ساتھ (جو ان کے بہترین اصحاب، وابستگان اور فرزند تھے) جن میں سے ہر ایک اخلاص، جواں مردی، شجاعت، عزت و شرافت انسانی کی اخلاقی قدروں سے آراستہ اور انسانیت کا مکمل نمونہ تھے دس محرم ۶۰ھ کو صبح سے عصر تک سپر معاویہ کے کثیر اور آراستہ لشکر کے مقابلہ میں ایک شجاعانہ اور قابل فخر جنگ کی۔ اور بالآخر شہرت شہادت نوش فرمایا۔ اور اس زمین کے سینہ پر جب تک انسانیت موجود رہے گی اس وقت تک کے لئے اپنے نام کو جاودانہ بنا دیا۔

آپ ﷺ کی شہادت کے بعد دشمن کا لشکر آپ ﷺ کے پسماندگان کے خیمہ میں گھس آیا، تمام مال و اسباب لوٹ لیا اور آپ ﷺ کے اہل بیت کو اسیر کر کے شہداء کے کٹے ہوئے سروں کے ساتھ کوفہ اور وہاں سے شام لے گیا۔

## سوالات

- ۱\_ حسین ؑ ابن علی ؑ کس تاریخ کو پیدا ہوئے اور پیغمبر ﷺ اکرم کے ساتھ کتنے دنوں تک رہے؟
- ۲\_ صلح کے بارے میں امام حسین ؑ کا موقف کیا تھا؟ اس کا ایک نمونہ بیان فرمائیے
- ۳\_ امام حسین ؑ کی تواضع اور فروتنی کے ایک نمونہ کا ذکر کیجئے۔
- ۳\_ امام حسین ؑ کا قیام کس زمانہ میں اور کس طرح شروع ہوا؟
- ۵\_ امام ؑ نے مکہ سے کوفہ جانے کا کیوں ارادہ کیا اور کوفہ جانے سے پہلے آپ ؑ نے کون سا اقدام کیا؟
- ۶\_ دشمن کے لشکر سے امام حسین ؑ کس جگہ ملے؟ دونوں لشکروں کے حالات اور آپ ؑ کی اور آپ ؑ کے اصحاب کی تاریخ شہادت بیان کیجئے؟

## حوالہ جات

- ۱ اعلام الوری / ۲۱۳، بحار جلد ۳۳ / ۲۰۱۔
- ۲ بحار جلد ۳۳ / ۲۳۱۔
- ۳ فروع کافی جلد ۶ / ۳۳، بحار جلد ۳۳ / ۲۵۵۔
- ۴ "انت سید بن سید ابوالسادات انت امام ابن امام ابوالائمہ، انت حجة الله بن حجتہ و ابو حجج تسعة من صلبك و تاسعهم قائمهم" مقتل خوارزمی جلد ۱ / ۱۳۶، کمال الدین صدوق جلد ۱ / ۲۶۲، بحار جلد ۳۳ / ۲۹۰۔
- ۵ "سئل رسول الله ای اهل البيت احب اليك؟ قال: الحسن والحسين" سنن ترمذی جلد ۵ / ۳۲۳، بحار جلد ۳۳ / ۲۶۳، ۲۶۵۔
- ۶ الحسن والحسين سید الشباب اهل الجنة، بحار جلد ۳۳ / ۲۶۳، ۲۶۵، سنن ترمذی جلد ۵ / ۳۲۳، بحار جلد ۳۳ / ۲۹۹۔
- ۷ "حسین منی و انا من حسین" سنن ترمذی جلد ۵ / ۳۲۳، بحار جلد ۳۳ / ۲۵۰ - ۲۵۲، مقتل خوارزمی جلد ۱ / ۱۳۶، انساب الاشراف بلاذری جلد ۳ / ۱۳۲۔
- ۸ الاصابہ جلد ۱ ص ۳۳۳۔
- ۹ کافی میں منقول ہے کہ جس نشست میں امام حسن علیہ السلام بیٹھے رہتے تھے اس میں امام حسین علیہ السلام بھائی کے احترام کی بنا پر باتیں نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ بخشش و عطا میں بھی اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ امام حسن علیہ السلام سے ذرا کم ہو۔
- ۱۰ ارشاد مفید / ۱۵۳، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۱۶ / ۳۴۔
- ۱۱ بحار جلد ۳۳ / ۱۹۶، منقول از فلاح السائل و عقد الفرید۔
- ۱۲ ارشاد مفید / ۲۳۰ مطبوعہ مکتبہ بصیرتی 'فہو یعلم انی قد کنت احب الصلوة و تلاوة کتابہ و کثرة الدعاء و الاستغفار' ۱۳ اسد الغابہ جلد ۲ / ۲۰۔
- ۱۳ انساب الاشراف بلاذری۔

۱۵ سورہ نحل / ۲۳۔

۱۶ تفسیر سیاسی جلد ۲/۲۵۷، مناقب جلد ۳/۶۶، جلاء العیون مرحوم شبر جلد ۲/۲۳۔

۱۷ سمو المعنی / ۱۰۳۔

۱۸ رجال کشی / ۹۳۔

۱۹ مقتل خوارزمی جلد ۱/۱۸۳، لہوف / ۲۰، بحار جلد ۳۳/۳۲۶۔

۲۰ ارشاد مفید / ۲۰۱، تاریخ طبری جلد ۳۳۱، بحار جلد ۳۳/۳۲۶۔

۲۱ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳/۹۰، ارشاد مفید / ۲۰۳، بحار جلد ۳۳/۳۳۳ کامل ابن اثیر جلد ۳/۲۱

۲۲ ارشاد مفید / ۲۰۵، بحار جلد ۳۳/۳۳۶۔

۲۳ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳/۹۱، بحار جلد ۳۳/۳۶۶

۲۳ ذی الحجۃ کو منی جانا ایک مستحب عمل ہے اس زمانہ میں اس استجبابی حکم پر عمل ہوتا تھا لیکن اس زمانہ میں حجاج ایک

ساتھ عرفات جاتے ہیں۔

۲۵ ارشاد مفید / ۲۸۱، بحار جلد ۳۳/۳۶۳، اعلام الموری / ۲۲۷، اعیان الشیعہ (دس جلد والی) جلد ۱/۵۹۳، نہضت الحسین

مصنفہ ہیۃ الذین شہرستانی / ۱۶۵، مقتل ابی مخنف / ۶۶، لیکن بعض صحیح روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے حج

تمتع کا احرام نہیں باندھا تھا کہ اس کو عمرہ مفردہ سے تبدیل کر دیں ملاحظہ ہو وسائل الشیعہ جلد ۱۰ باب ۷ از ابواب عمرہ حدیث ۲، ۳۔

۲۶ ارشاد مفید / ۲۰۶، بحار جلد ۳۳/۳۳۰، مقاتل الطالبین / ۶۳۔

۲۷ ارشاد مفید / ۲۱۲۔

۲۸ ارشاد مفید / ۲۱۳۔ ۲۱۶۔

۲۹ "قلوبہم معک و سیوف مع بنی امیہ..." تاریخ طبری جلد ۵/۳۸۳، کامل ابن اثیر جلد ۳/۳۰، ارشاد مفید / ۶۱۸، بحار، جلد ۳۳/

۱۹۵۔

۳۰ بحار جلد ۳۳/۳۸۶۔ البتہ لشکر یزید کی تعداد کے بارے میں دوسری روایتیں بھی ہیں جن میں سب سے کم بارہ ہزار کی روایت

ہے۔ مناقب جلد ۳/۹۸ پر ۳۵ ہزار افراد کی تعداد بھی لکھی گئی ہے۔

چھٹا سبق:

امام حسین علیہ السلام کی سوانح عمری (دوسرا حصہ)

Presented By: <https://jafrilibrary.com>

### زندہ جاوید روداد

اسلام کے تیسرے رہبر کی اور ان کی اولاد و اصحاب کی دشت کربلا میں جاں بازی، فداکاری اور شہادت آپ کی زندگی کا اہم ترین واقعہ ہے۔ جس نے عقل و خرد کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، تمام واقعات کے اوپر چھا گیا۔ اور ہمیشہ کے لئے تاریخ کے صفحات پر زندہ جاوید و پائیدار بن گیا۔

دنیا میں پیش آنے والا ہر واقعہ۔ چاہے وہ کتنا ہی بڑا اور عظیم کیوں نہ ہو۔ اس کو تھوڑے ہی دن گزرنے کے بعد زندگی کا مدو جزر فراموشی کے سپرد کر دیتا ہے اور مرور زمانہ اس کے فروغ میں کسی کر دیتا ہے اور اوراق تاریخ پر سوائے اس کے نام کے کچھ باقی نہیں بچتا۔

لیکن بہت سے واقعات ایسے ہیں کہ زمانہ گزر جانے کے بعد بھی ان کی عظمت گھٹتی نہیں اللہ والوں کی تاریخ اور وہ انقلابات جو آسمانی پیغمبروں اور الہی عظیم رہبروں کے ذریعہ آئے ہیں، یہ تمام کے تمام واقعات چونکہ خدا سے متعلق و مربوط ہیں اس لئے ہرگز بھلائے نہیں جاسکیں گے اور مرور زمانہ کا کوئی اثر قبول نہیں کریں گے۔

حضرت حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام کی تحریک اور کربلا کا خونین حادثہ و انقلاب، انسانی معاشرہ کی ایک اہم ترین سرگذشت ہے، اس حقیقت پر تاریخ و تجربہ روشن گواہ ہیں۔

عاشور کی خون آلود تاریخ کے تجزیہ میں دوسرے مطالب سے پہلے چند مطالب توجہ کے قابل اور تاریخی لحاظ سے زبردست تحقیق کے محتاج ہیں جنہیں اختصار سے بیان کیا جا رہا ہے:

(۱) امام حسین ؑ کے قیام کے اسباب

(۲) امام حسین ؑ کی تحریک و انقلاب کی ماہیت

(۳) امام حسین ؑ کے انقلاب کے اثرات و نتائج

انقلاب حسین ؑ ابن علی ؑ کا اہم اور واضح سبب ایک انحرافی سلسلہ تھا جو اس وقت اسلامی حکومت کی مشینری میں رونما ہو چکا تھا۔ اور لوگوں میں اموی گروہ کے تسلط کی بنا پر دین سے انحراف اور اجتماعی ظلم و ستم مکمل طور پر نمایاں تھا۔ یزید کے خلاف امام حسین ؑ کا قیام اس بنا پر تھا کہ وہ اموی حکومت کا مظہر تھا، وہ حکومت جو ملت کے عمومی اموال کی عیاشی، رشوت خوری، بااثر افراد کے قلوب کو اپنی طرف کھینچنے اور آزادی دلانے والی تحریکوں کو ختم کرنے میں خرچ کرتی تھی، وہ حکومت جس نے غیر عرب مسلمانوں کا جینا دشوار کر کے ان کو ختم کر دینے کی ٹھان لی تھی اور جس نے عرب مسلمانوں کے شیرازہ اتفاق کو بکھیر کر ان کے درمیان نفاق اور کینہ کا بیج بو دیا تھا۔

وہ حکومت جس نے اموی خاندان کے مخالفین کو جہاں پایا وہیں قتل کر دیا۔ ان کے مال کو لوٹ لیا، وہ حکومت جس نے قبائلی عصبیت کی فکر کو برا نگیختہ کر دیا مسلمانوں کے اجتماعی وجود کیلئے خطرہ بن گئی تھی۔

وہ حکومت جو کہ اسلام کے پیغام کے تحقق، قوانین و حدود اور اجتماعی عدالت کے اجراء کی بجائے ایک ایسے پلید شخص کے ہاتھ کا کھلونہ تھی جو کہ محمد ﷺ کی رسالت اور ان پر وحی کے نزول کا انکار کر رہا تھا۔ یزید اپنے دادا ابوسفیان کی طرح تھا، جس کا کہنا تھا "اب حکومت بنی امیہ کے قبضہ میں آگئی ہے خلافت کو گیند کی طرح گھماتے رہو اور ایک دوسرے کی طرف منتقل کرتے رہو... میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ نہ کوئی جنت ہے نہ جہنم" (۱) یزید بھی ان تمام باتوں کو ایک خیال سے زیادہ نہیں سمجھتا تھا۔ (۲)

امام حسین ؑ نے ایسے حالات میں انقلاب کے لئے ماحول کو سازگار پایا آپ ؑ نے خود اس وصیت میں جو اپنے بھائی محمد حنفیہ کو کی تھی، اپنے قیام کے بارے میں لکھا کہ "میرے قیام کی وجہ

ہوا و ہوس اور بشری میلانات نہیں ہیں، میرا مقصد ستمگری اور فتنہ و فساد پھیلانا نہیں ہے۔ بلکہ میرا مقصد تو اپنے جد رسول ﷺ خدا کی امت کی خراب حالت کی اصلاح کرنا ہے۔ میرا مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے میں چاہتا ہوں کہ اپنے جد رسول خدا کی سیرت اور اپنے باپ ﷺ علی کے راستہ پر چلوں..." (۳)

اسی طرح صربن یزید ریاحی سے ملاقات کے بعد اپنی ایک تقریر میں آپ ﷺ نے اپنے قیام کی تصریح کی اور فرمایا: "اے لوگو پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کسی ایسے ظالم فرمان روا کو دیکھے جو حرام الہی کو حلال شمار کرتا ہو خدا سے کیے گئے عہد و پیمانہ کو توڑتا ہو اس کے پیغمبر کی سنت کی مخالفت کرتا ہو، خدا کے بندوں پر ظلم و ستم کرتا ہو اور ان تمام باتوں کے باوجود زبان و عمل سے اپنی مخالفت کا اظہار نہ کرے تو خدا اس کو اسی ظالم فرمان روا کے ساتھ ایک ہی جگہ جہنم میں رکھے گا۔"

اے لوگو انہوں نے (یزید اور اس کے ہمناؤں نے) شیطان کی اطاعت کا طوق اپنی گردن میں ڈال لیا ہے اور خدائے رحمن کی پیروی ترک کر دی ہے فساد پھیلا رکھا ہے اور قوانین الہی کو معطل کر رکھا ہے، بیت المال کو انہوں نے اپنے لئے مخصوص کر لیا۔ حلال خدا کو حرام اور حرام الہی کو حلال سمجھ لیا ہے۔ میں اسلامی معاشرہ کی قیادت کے لئے تمام لوگوں سے زیادہ حق دار ہوں اور ان مفاسد سے جنگ اور ان خرابیوں کی اصلاح کے لئے سب سے پیش پیش ہوں..." (۴)

### امام حسین ﷺ نے معاویہ کے زمانہ میں قیام کیوں نہیں کیا؟

ممکن ہے کہ یہاں یہ سوال پیش آئے کہ معاویہ کے زمانہ میں متعدد عوامل ایسے پیدا ہو گئے تھے جو قیام و انقلاب کا تقاضا کرتے تھے اور حسین ﷺ ابن علی ﷺ ان تمام عوامل سے آگاہ تھے اور آپ نے ان خطوط میں جو معاویہ کے جواب میں لکھے تھے ان اسباب کو بیان بھی کیا ہے۔ (۵) پھر آپ ﷺ نے معاویہ کے زمانہ میں قیام کرنے سے کیوں گریز کیا؟

جواب: تمام وہ عوامل و مسائل جنہوں نے امام حسن ؑ کو معاویہ سے صلح کرنے کے لئے مجبور کیا وہی عوامل امام حسین ؑ کے لئے بھی قیام سے باز رہنے کا سبب بنے۔<sup>(۶)</sup> عراقی معاشرہ پر مسلط حاکم کی حقیقت کو پہچاننے میں امام حسین ؑ اپنے بھائی حسن ؑ سے کم نہ تھے۔ وہ بھی اپنے بھائی کی طرح لوگوں کی کاہلی اور اسلامی معاشرہ کی افسوسناک صورت حال دیکھ رہے تھے کہ اس وقت آپ نے عراق کے لوگوں کو قیام کرنے کی ترغیب دلانے کے بجائے عظیم مقصد کے لئے آمادہ اور مستعد کرنے کو ترجیح دی۔

عراق کے شیعوں نے ایک خط میں امام حسین ؑ سے درخواست کی کہ وہ معاویہ کے خلاف قیام کرنے کے سلسلہ میں ان کی قیادت کریں۔ حسین ابن علی ؑ نے موافقت نہیں کی اور جواب میں لکھا:

"... لیکن میری رائے یہ ہے کہ انقلاب کا وقت نہیں ہے جب تک معاویہ زندہ ہے، اپنی جگہ بیٹھے رہو۔ اپنے گھر کے دروازوں کو اپنے لئے بند رکھو اور اتہام کی جگہ سے دور رہو۔"<sup>(۷)</sup>

### معاویہ اور یزید کی سیاست میں فرق

معاویہ کے زمانہ میں امام حسین ؑ کا انقلاب برپا کرنے کے لئے نہ اٹھنے اور یزید کے زمانہ میں اٹھ کھڑے ہونے کا اصلی سبب ان دونوں کی سیاسی روش کے اختلاف میں ڈھونڈنا چاہیے۔

دین و پیغمبر ﷺ کے تضاد میں معاویہ کی منافقانہ روش بہت واضح اور اعلانیہ تھی۔ وہ اپنے کو صحابی اور کاتب وحی کہتا تھا اور خلیفہ دوم کی ان پر بے پناہ توجہ اور عنایت تھی، اس کے علاوہ ان اصحاب پیغمبر ﷺ کی اکثریت کو جن کی لوگ تعظیم و احترام کرتے تھے (جیسے ابوہریرہ، عمر عاص، سمرہ، مغیرہ بن شعبہ وغیرہ...) کو حکومت و ولایت اور ملک کے تمام حساس کاموں کی انجام دہی کے لئے مقرر

کیا تاکہ لوگوں کے حسن ظن کا رخ اپنی طرف موڑ لیں ، لوگوں کے درمیان صحابہ کے فضائل اور ان کے دین کے محفوظ رہنے کی بہت سی روایتیں اور ایسی روایتیں۔ کہ وہ جو بھی کریں معذور ہیں۔ گھڑلی گئیں ، نتیجہ میں معاویہ جو کام بھی کرتا تھا اگر وہ تصحیح اور توجیہ کے قابل ہوتا تھا تو کیا کہنا ورنہ بہت زیادہ بخششوں اور عنایتوں کے ذریعہ معترض کے منہ کو بند کر دیا جاتا تھا اور جہاں یہ وسائل موثر نہیں ہوتے تھے انہیں خواہش کے پرستاروں کے ذریعہ ان کو ختم کر دیا جاتا تھا۔ جیسا کہ دسیوں ہزار حضرت علیؑ کے بے گناہ چاہنے والوں کے ساتھ یہی رویہ اختیار کیا گیا:

معاویہ تمام کاموں میں حق کا رخ اپنی طرف موڑ لینا چاہتا تھا اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا ظاہری احترام کرتا تھا وہ بہت زیرک اور دور اندیش تھا اسے یہ معلوم تھا کہ حسین ابن علیؑ کا انقلاب اور ان کا لوگوں کو قیام کے لئے دعوت دینا میری پوری حکومت اور اقتدار کے لئے خطرہ بن سکتا ہے۔ اس لئے کہ اسلامی معاشرہ میں حسینؑ کی عظمت اور ان کے مرتبہ سے معاویہ بخوبی واقف تھا۔

اگر حسینؑ ابن علیؑ معاویہ کے زمانہ میں قیام کرتے تو اس بات کا قومی امکان تھا کہ معاویہ آپؑ کے انقلاب کو ناکام کرنے کے لئے ایسی روش اختیار کرتا کہ جو اسی جگہ کامیاب ہو جاتی اور امامؑ کے انقلاب کو عملی شکل دینے سے پہلے ہی زہر کے ذریعہ شہید کر دیا جاتا اور اس طرح معاویہ اپنے کو خطرہ سے بچا لیتا جیسا کہ حسنؑ ابن علیؑ ، سعد ابن وقاص اور مالک اشتر کو قتل کرنے میں اس نے یہی رویہ اختیار کیا تھا۔

لیکن یزید کی سیاسی روش اس کے باپ کی سیاسی روش سے کسی طرح بھی مشابہ نہ تھی وہ ایک خود فریب اور بے پروا نوجوان تھا اس کے پاس زور زبردستی کے علاوہ کوئی منطق نہ تھی وہ عمومی افکار کو ذرہ برابر بھی اہمیت نہیں دیتا تھا۔ وہ اعلانیہ طور پر اسلام کی مقدس باتوں کو اپنے پیروں کے نیچے روندتا تھا اور اپنی خواہشات پوری کرنے کے لئے کسی چیز سے باز نہیں رہتا تھا، یزید کھلے عام شراب پیتا، راتوں کو نشست اور

بزم میں بادہ خواری میں مشغول رہتا اور گستاخی سے کہتا تھا:

"اگر دین احمد میں شراب حرام ہے تو اس کو دین مسیح بن مریم میں پیو" (۸)

یزید مسیحیت کی تعلیمات کی اساس پر پلا تھا اور وہ دل سے اس کی طرف مائل تھا۔ (۹)

اور دین اسلام سے اس کا کوئی ربط نہیں تھا جبکہ اسلام کی بنیاد پر وہ لوگوں پر حکومت کرنا چاہتا تھا۔ اس طرح سے جو نقصانات اسلام کو معاویہ کے زمانہ میں پس پردہ پہنچ رہے تھے اب وہ یزید کے ہاتھوں آشکار طور پر پہنچ رہے تھے۔

اپنی حکومت کے پہلے سال اس نے حسین ابن علی ؑ اور ان کے اصحاب کو شہید کیا ان کے اہل بیت کو اسیر کیا۔ حکومت کے دوسرے سال اس نے پیغمبر ﷺ کے شہر۔ مدینہ۔ کے لوگوں کے مال اور ناموس کو اپنے لشکر و الموں پر مباح کر دیا اور اس واقعہ میں چار ہزار آدمیوں کو اس نے قتل کیا۔

تیسرے سال خانہ کعبہ۔ مسلمانوں کے قبلہ۔ پر اس نے منجنیق سے سنگ باری کی۔

ایسے سیاسی اور اجتماعی حالات میں حسین ؑ ابن علی ؑ نے انقلاب کے لئے حالات کو مکمل آمادہ پایا۔ اب بنی امیہ کے مزدور، عمومی افکار کو قیام حسین ؑ ابن علی ؑ کے مقاصد کے بارے میں بدل کر اس کو "قدرت و تسلط کے خلاف کشمکش" کے عنوان سے نہیں پیش کر سکتے تھے اس لئے کہ بہت سے لوگ یہ دیکھ رہے تھے کہ حکومت کی رفتار دینی میزان اور الہی تعلیمات کے خلاف ہے۔

اور یہ بات خود مجوز تھی کہ حسین ؑ ابن علی ؑ اپنے سچے اصحاب کو جمع کریں اور حکومت کے خلاف قیام کریں ایسا قیام جس کا مقصد اسلام اور سیرت پیغمبر ﷺ کو زندہ کرنا تھا نہ کہ خلافت اور قدرت حاصل کرنا۔

## انقلاب کی ماہیت

امام حسین ؑ کی تحریک میں ایک اہم مسئلہ اس کی کیفیت و ماہیت کا تجزیہ ہے۔ آیا امام حسین ؑ کا اقدام ایک انقلاب تھا یا ایک اتفاقی دھماکہ تھا؟ کچھ لوگ جو انسانی مقدس واقعات کو ہمیشہ محدود اور مادی ترازو پر تولتے ہیں وہ قیام کربلا کی تفسیر و تعبیر اپنی نادانی اور جہالت کی بناء پر ایک حادثاتی دھماکہ سے کرتے ہیں۔<sup>(۱۰)</sup> اس سلسلہ میں کہتے ہیں کہ کبھی مادی واقعات میں تدریجی تغیرات اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ وہ واقعہ دیگر تغیرات کو قبول نہیں کر سکتا، انجام کار جزئی تغیرات ایک نئی چیز کو وجود میں لاتے ہیں یہ قانون، معاشرہ اور تاریخ میں حاکم ہے۔ معاشرہ ایک حد تک ظالموں کے ظلم کو قبول کرتا ہے جب وہ اس مرحلہ میں پہنچ جاتا ہے کہ اب اس سے قبولیت کی توانائی ختم ہو جاتی ہے تو نتیجہ میں حکومت کرنے والے نظام کے خلاف ایک دھماکہ کی شکل میں انقلاب آجاتا ہے۔

اس بنیاد پر لوگ کہتے ہیں کہ: "امیر المؤمنین ؑ کی شہادت کے بعد اموی مشینری کا مسلمان ملت پر دباؤ بڑھ گیا تھا اور معاویہ کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے یزید نے اس دباؤ کو دوگنا کر دیا تھا اس فشار کی بنا پر حسین ؑ کے صبر کا ہیمانہ لہریز ہو گیا اور ان کا قیام اسی دھماکہ کا پیش خیمہ تھا۔

امام حسین ؑ کی تحریک کے بارے میں ایسے فیصلے کا سوتا مادی تجزیہ کرنے والوں کے عقیدہ سے پھوٹتا ہے اور اگر وہ قیام امام حسین ؑ کی تاریخ کے متن کو ملاحظہ کرتے اور حقیقت بین اور حق کے شیدائی ہوتے تو ایسا فیصلہ نہ کرتے۔ امام حسن ؑ کی شہادت کے بعد سے معاویہ کی موت تک کے امام حسین ؑ کے اقوال اور وہ خط و کتابت جو ان کے اور معاویہ کے درمیان ہوئی ہے، جس میں امام ؑ کا موقف واضح طور پر معاویہ کے خلاف تھا اور آپ معاویہ کو مورد سوال قرار دیتے اور اس کے خلاف قیام کی دھمکی دیتے تھے۔

اسی طرح وہ تقریریں جو مختلف موقعوں پر امام حسین ؑ نے کی ہیں اگر ان سب کو دیکھا جائے تو

یہ ساری چیزیں ہم کو اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ ابو عبد اللہ الحسین ؑ کی وہ تحریک بہت منظم تھی جس کا نقشہ آزاد منش افراد کے سردار کھینچ رہے تھے اور امت کو اس راستہ پر اس نقشہ کے مطابق عمل کرنے کی دعوت دے رہے تھے اس کے بعد اب قیام سید الشہداء کو ایک ناگہانی حادثہ یا دھماکہ کیسے کہا جاسکتا ہے... اگر یہ انقلاب ایک انجانا دھماکہ ہوتا تو اسے بہتر آدمیوں میں منحصر نہیں رہنا چاہئے تھا۔ بلکہ اس کو معاشرہ کے تمام افراد کو گھیر لینا چاہیے تھا امام حسین ؑ کے آگاہانہ انقلاب کو بتانے والے تاریخی قرائن کا ایک سلسلہ اب پیش کیا جا رہا ہے۔

### یزید کیلئے بیعت لینے وقت امام ؑ کی تقریر

لالچ اور دھمکی کے ذریعہ معاویہ نے یزید کی ولی عہدی کے لئے اہم شخصیتوں کے ایک گروہ کی موافقت حاصل کر لی تھی جب حسین ابن علی ؑ کے سامنے بات رکھی گئی تو آپ نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا:

"تم نے اپنے بیٹے کے کمال اور تجربہ کاری کے سلسلہ میں جو تعریف کی وہ ہم نے سنی، گویا تم ایسے آدمی کے بارے میں بات کر رہے ہو جس کو یا تو تم نہیں پہچانتے ہو یا اس سلسلہ میں فقط تم کو علم ہے۔ جیسا چاہیے تھا یزید نے ویسا ہی اپنے کو پیش کیا اور اس نے اپنے باطن کو آشکار کر دیا۔ وہ کتوں سے کھیلنے والا کبوتر باز اور ہوس پرست شخص ہے جس نے اپنی عمر ساز و آواز اور عیش و عشرت میں گزاری ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم اس کام سے صرف نظر کرتے اور اپنے گناہ کے بوجھ کو اور گراں بار نہ بناتے <sup>(۱)</sup>"

### معاویہ کے نام امام حسین ؑ کا خط

امام حسین ؑ نے ایک مفصل خط معاویہ کو لکھا اور اس کے بڑے بڑے جرائم کو یاد دلایا، جن

میں سرفہرست پرہیزگار، بزرگ اور صالح اصحاب اور شیعیان علیؑ کا قتل تھا، فرمایا:  
"اے معاویہ تمہارا کہنا ہے کہ میں اپنی رفتار و دین اور امت محمد ﷺ کا خیال رکھوں اور اس امت میں اختلاف و فتنہ پیدا نہ  
کروں۔ میں نہیں سمجھتا کہ امت کے لئے تمہاری حکومت سے بڑا کوئی اور فتنہ ہوگا۔ جب میں اپنے فریضہ کے بارے میں سوچتا  
ہوں اور اپنے دین اور امت محمد ﷺ پر نظر ڈالتا ہوں تو اس وقت اپنا عظیم فریضہ یہ سمجھتا ہوں کہ تم سے جنگ کروں..."  
پھر آخر میں فرمایا:

"تمہارے جرائم میں غیر قابل معافی ایک جرم یہ ہے کہ تم نے اپنے شراب خوار اور کتوں سے کھیلنے والے بیٹے کے لئے لوگوں  
سے بیعت لی ہے (۱۲)۔"

### منی میں امام حسینؑ کی تقریر

معاویہ کی حکومت کے آخری زمانہ میں سرزمین منی پر نو سو سے زیادہ افراد کے مجمع میں، جس میں، بنی ہاشم اور اصحاب رسول  
ﷺ میں سے بزرگ شخصیتیں شامل تھیں۔ امام حسینؑ نے  
ملک پر حکومت کرنے والے نظام کے بارے میں استدلالی بیان کے ذریعہ بحث کی اور ان سے یہ خواہش کی کہ ان کی باتوں کو  
دوسروں تک پہنچائیں اور اپنے شہروں میں واپس پہنچ جانے کے بعد اپنے نظریہ سے امامؑ کو مطلع کریں۔ امام حسینؑ نے  
معاویہ کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے اپنی تقریر کا آغاز کیا اور ملت اسلامیہ خصوصاً پیروان علیؑ کے بارے میں معاویہ جن  
جرائم کا مرتکب ہوا تھا کو یاد دلایا (۱۳)۔

### عراق کی طرف روانگی سے پہلے امام حسینؑ کی تقریر

آٹھ ذی الحجہ کو عراق روانگی سے پہلے امام حسینؑ نے لوگوں کے ایک مجمع میں حج نہ کرنے

اور عراق کی طرف جانے کی وضاحت کی اور فرمایا:

"ایک دلہن کے گلے کے ہار کی طرح موت انسان کی گردن سے بندھی ہوئی ہے میں اپنے بزرگوں کا اس طرح مشتاق ہوں جس طرح حضرت یعقوب ؑ حضرت یوسف کے مشتاق تھے۔ میں یہیں سے اس جگہ کا مشاہدہ کر رہا ہوں جہاں میں شہادت پاؤں گا اور بیابانی بھیڑیے میرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے" پھر فرمایا: "جو لوگ اس راستہ میں خون دینے اور خدا سے ملاقات کرنے کے لئے آمادہ ہیں وہ میرے ساتھ آئیں میں انشاء اللہ صبح سویرے روانہ ہو جاؤں گا (۱۴)۔"

کیا ان تمام تقریروں، کربلا میں شب عاشور اپنے اصحاب کو رخصت کر دینے اور بیعت سے چشم پوشی کرنے کے باوجود یہ کہنا روا ہے کہ امام ؑ کے قیام کو ایک ناگہانی دھماکہ سمجھ لیا جائے؟ وہ لیڈر جو لوگوں کے غم و غصہ اور ناراضگی سے فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہو کیا وہ ایسی باتیں زبان پر لاسکتا ہے۔

### انقلاب کے اثرات و نتائج

دوسرا اہم مسئلہ یہ ہے کہ کیا حسینی ؑ انقلاب اس وقت کے معاشرہ کو کوئی فائدہ پہنچا کر ضروری کامیابی حاصل کر سکا یا دنیا کے بہت سے شکست خوردہ انقلابات کی طرح ناگہانی طور پر شعلہ ور ہوا اور پھر بجھ کر رہ گیا؟

عاشور کے انقلاب کے اثرات کو سمجھنے کے لئے ہم فوری یقینی کامیابی یا حکومت پر قبضہ اور قدرت حاصل کر لینے کی (منطق) سے ماوراء ہو کر دیکھیں، اس لئے کہ وہ دلائل موجود ہیں جو اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ ابو عبد اللہ الحسین ؑ اس سرنوشت سے آگاہ تھے جس کا وہ انتظار کر رہے تھے۔ اس بنا پر فوری کامیابی قیام حسینی ؑ کا مقصد نہیں تھی۔ آپ جانتے تھے کہ ان حالات میں

فوری طور جنگی کامیابی ممکن نہیں ہے۔

ان مطالب کے مجموعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہم کو انقلابِ حسینؑ سے ایسے نتائج کی توقع نہیں کرنی چاہیے جو عام طور پر سارے انقلابات سے حاصل ہوتے ہیں بلکہ ہم کو آپ کے انقلاب کے اثرات و نتائج کو مندرجہ ذیل باتوں میں ڈھونڈنا چاہئے:

۱۔ امویوں کے جھوٹے دینی نفوذ کو ختم کرنا اور زمانہ جاہلیت کی بے دینی و الحاد کی اس روح کو واضح کرنا جو حکومتِ اموی کے، مخالف اسلام اعمال کی توجیہ کرتی تھی۔

۲۔ ہر ایک مسلمان کے ضمیر میں گناہ کے احساس کو عام کرنا اور اس کو اپنے اوپر تنقید کرنے کی حالت میں تبدیل کر دینا تاکہ اس کی روشنی میں معاشرہ اور زندگی میں ہر آدمی اپنی حیثیت کو معین کرے۔

۳۔ اسلامی معاشرہ میں پھیلنے والی بری باتوں کے خلاف مبارزہ اور جنگ کی روح کو اس غرض سے برانگیختہ کرنا کہ اسلامی قدروں کا اعادہ اور اس کا استحکام ہو جائے۔

### الف۔ امویوں کے جھوٹے دینی نفوذ کو ختم کرنا

اموی یہ دکھانے کے لئے کہ وہ پیغمبر ﷺ کے جانشین ہیں اور انکی حکومت، خدا کے تعیین کردہ احکام کے مطابق ہے، لوگوں کے دینی عقائد سے فائدہ حاصل کر رہے تھے اور ان کا مقصد تھا کہ ہر طرح کی ممکنہ تحریک کی پہلے ہی سے مذمت کی جائے اور دین کے نام پر اپنے لئے اس حق کے قائل ہو جائیں اور ہر طرح کے تمرد کو چاہے وہ اپنی سمجھ سے کتنے ہی حقدار کیوں نہ ہوں، ختم کر دیا جائے۔

اس غرض سے وہ زبانِ پیغمبر ﷺ سے منسوب جھوٹی حدیثوں کے ذریعہ لوگوں کو دھوکہ دیتے۔ اس طرح لوگوں کا حکومتِ اموی پر ایسا ایمان ہو گیا تھا کہ وہ اموی حکومتِ حدود دین سے چاہے جتنی بھی خارج کیوں نہ ہو جائے، لوگ پھر بھی اموی حکومت کے خلاف قیام کو حرام سمجھتے تھے۔

امویوں نے اپنے کثیف اعمال پر کس حد تک دین کا پردہ ڈال رکھا تھا اس کو واضح کرنے کے لئے ہم یہاں انقلابِ حسینی ﷺ سے دو تاریخی نمونے نقل کر رہے ہیں:

۱۔ ابن زیاد نے لوگوں کو مسلم کی مدد سے روکنے کے لئے جو خطبہ دیا اس میں اس نے کہا:

" واعتصموا بطاعة الله وطاعة ائمتكم " (۱۵)

خدا اور اپنے پیشوا (ائمہ) کی اطاعت کرو۔

۲۔ عمرو بن حجاج زیدی۔ کربلا میں اموی سپاہ کے کمانڈروں میں ایک کمانڈر نے جب دیکھا کہ بعض سپاہی حسین ﷺ سے مل کر ان کی رکاب میں جنگ کر رہے ہیں تو اس نے چلا کر کہا " اے اہل کوفہ اپنے امیر کی اطاعت کرو اور جماعت کے ساتھ رہو اور اس کو قتل کرنے کے سلسلہ میں اپنے دل میں کوئی شک نہ آنے دو جو دین سے خارج ہو گیا اور جس نے امام کی مخالفت کی (۱۶) ایسے ماحول میں نقلی دینی نفوذ کو ختم کرنے کے لئے سب سے زیادہ اطمینان بخش راستہ یہ تھا کہ کوئی ایسا شخص اس کے خلاف قیام کرے جو تمام افراد ملت کی نظر میں مسلم دینی امتیازات کا حامل ہوتا کہ حکومت اموی کے کربہہ چہرہ سے دینی نقاب اتار کر پھینک دے اور اس کی گندی ماہیت کو آشکار کر دے۔

ایسا مجاہد فی سبیل اللہ سوائے حسین ﷺ بن علی ﷺ کے اور کوئی دوسرا نہ تھا اس لئے کہ آپ کا دوسروں کے دلوں میں نفوذ و محبوبیت اور خاص احترام تھا۔ انقلابِ حسین ﷺ کے بالمقابل یزید کے رد عمل نے اسلام اور اموی حکومت کے درمیان حد فاصل کھینچ دی اور اموی حکومت کی حق کے خلاف ماہیت کو روشن کر دیا۔ جو مظالم بنی امیہ نے حسین ﷺ، ان کے اصحاب اور اہل بیت ﷺ پر ڈھائے تھے اس کی وجہ سے ان کے وہ سارے دینی اور مذہبی رنگ مکمل طور پر اڑ گئے جو انہوں نے اپنے اوپر چڑھا رکھے تھے اور اس کام نے ان کی مخالف دین ماہیت کو آشکار کر دیا۔

حسین ابن علی ﷺ نے اپنی مخصوص روش سے امویوں کی دینی پالیسی کو خطرہ میں ڈال دیا انہوں نے جنگ شروع کرنے کے لئے اصرار نہیں کیا اور امویوں کو اس بات کی فرصت دی کہ وہ ان کو

اور ان کے اصحاب کو قتل کرنے سے گریز کریں لیکن ان لوگوں کو حسین ؑ اور ان کے اصحاب کا خون بہانے کے علاوہ اور کچھ منظور نہیں تھا۔ اور یہی بات امویوں کی زیادہ سے زیادہ رسوائی کا باعث بنی۔ انہوں نے حسین ؑ کے ساتھ سختی سے کام لے کر درحقیقت اسلام سے جنگ کی اور حسین ؑ ابن علی ؑ نے بھی اس بات سے مناسب فائدہ اٹھایا اور ہر مناسب موقع پر اس نکتہ پر تکیہ کیا اور اپنے درخشاں موقف کو مسلمانوں کے سامنے پیش کیا۔

## ب۔ احساس گناہ

انقلاب حسین ؑ کا دوسرا اثر خصوصاً اس کا اختتامی نقطہ تمام افراد میں احساس گناہ کا پیدا کرنا اور ضمیر کی بیداری تھی جس کے بعد وہ آپ کی مدد کے لئے دوڑ پڑے، لیکن نہیں آئے، گنہگار ہونے کا احساس اور وجدان و عقل کی تونج و سرزنش، ان لوگوں کے دلوں میں جنہوں نے مدد کا وعدہ کر کے مدد نہیں کی، اسی کربلا کے عصر عاشور سے ابن زیاد کے لشکر کے درمیان عامل قوی تھا۔ اس احساس گناہ کے دو پہلو ہیں، ایک طرف یہ احساس، گنہگار کو اپنے جرم و گناہ کے جبران پر ابھارتا ہے اور دوسری طرف ایسے گناہ کے ارتکاب کا سبب بننے والوں کے لئے لوگوں کے دلوں میں کینہ اور عداوت پیدا کرتا ہے۔ ضمیر کی بیداری اور گناہ کا احساس ہی تھا جس نے انقلاب کے بعد بہت سی اسلامی جمعیات کو اپنے گناہ کا جبران کرنے کی غرض سے کوشش کرنے پر ابھارا اور امویوں کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں زیادہ سے زیادہ کینہ اور عداوت پیدا کیا۔ اس وجہ سے واقعہ کربلا کے بعد امویوں کو متعدد انقلابات سے روبرو ہونا پڑا ان سب کا سرچشمہ ان کا اصلی سبب انقلاب حسین ؑ، انقلابی افراد کا امویوں کی مدد سے انکار اور ان سے انتقام لینے کا جذبہ تھا۔

امام حسین ؑ کے پس ماندگان کی اسیری کے زمانہ کی تقریریں بھی اس سلسلہ میں بہت موثر ثابت ہوئیں۔

### ج۔ روح جہاد کی بیداری

حسین ؑ ابن علی ؑ کی شہادت کے بعد جنگ و جہاد کی روح امت اسلامی میں جاگ اٹھی۔ انقلاب سے پہلے انفرادی اور اجتماعی بیماریوں کا ایک سلسلہ، اسلام کے تحفظ کی راہ میں مسلمانوں کے انقلاب لانے سے مانع تھا۔ لیکن امام حسین ؑ کے انقلاب نے، انقلاب کی تمام انفرادی و اجتماعی رکاوٹوں کو توڑ دیا اور اسلام کے پیکر میں ایک نئی روح پھونک دی۔ حسین ؑ بن علی ؑ کے انقلاب کے بعد بہت سی ایسی تحریکیں معرض وجود میں آئیں جن کو اسلامی معاشرہ کے افراد کی پشت پناہی اور حمایت حاصل تھی۔ ذیل میں ہم ان تحریکوں میں سے چند کا ذکر کریں گے۔

۱۔ شہادت حسینی ؑ کا پہلا براہ راست رد عمل پیغمبر اکرم ؐ کے ایک صحابی سلیمان بن صدق کی قیادت میں انقلاب، تو ابین کے نام سے شہر کوفہ میں ظاہر ہوا۔ اس تحریک میں بزرگ شیعوں اور امیر المؤمنین ؑ کے اصحاب میں سے ایک گروہ نے شرکت کی۔

تو ابین کی تحریک ۶۱ھ سے شروع ہوئی اور یزید کی زندگی تک پوشیدہ طور پر لوگوں کو خون حسین ؑ کا بدلہ لینے کے لئے دعوت دیتی رہی۔ ان لوگوں نے یزید کے مرنے کے بعد احتیاط اور رازداری کو ختم کر دیا اور اعلانیہ طور پر اسلحہ اور لشکر جمع کر کے آمادہ کارزار ہو گئے۔ انکا نعرہ "یا لثارات الحسین ؑ" تھا ان کے قیام کا جو شیوہ تھا اس سے ان کی پاک بازی اور اخلاص کا پتہ چلتا تھا۔ (۱۷)

۲۔ انقلاب تو ابین کے بعد انقلاب مدینہ شروع ہوا۔ حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا مدینہ واپسی کے بعد انقلاب کی کوشش کرتی رہیں اس طرح کہ مدینہ میں یزید کا مقرر کردہ حاکم، مدینہ

کے حالات کے خراب ہونے سے خوف زدہ ہو گیا اور جناب زینب ؓ کی کارکردگی کی رپورٹ اس نے یزید کو بھیجی، یزید نے جواب میں لکھا کہ "لوگوں کے ساتھ زینب ؓ جو رابطہ قائم کر رہی ہیں اس کو منقطع کر دو" (۱۸)

اسی زمانہ میں اہل مدینہ کی نمائندگی کرتے ہوئے ایک وفد شام پہنچا اور واپس آنے کے بعد اس نے اہل مدینہ کے مجمع میں تقریر کی اور یزید پر ان لوگوں نے تنقید کی، ان کی حقائق پر مبنی تقریروں کے بعد اہل مدینہ نے قیام کیا، یزید کے گورنر کو ان لوگوں نے مدینہ سے نکال دیا پھر یزید کے حکم سے شام کی خون کی پیاسی فوج نے شہر مدینہ پر حملہ کر دیا اور نہایت سختی اور خباث کے ساتھ اس نے قیام مدینہ کو کچل ڈالا۔ اور لشکر کے سپہ سالار نے تین دن تک مدینہ کے مسلمانوں کی جان، مال اور عزت و آبرو کو اپنے سپاہیوں کے لئے مباح قرار دیا۔ (۱۹)

اس کے بعد ۶۷ھ میں "مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی نے عراق میں انقلاب برپا کیا اور خون حسین ؓ کا انتقام لیا۔ اس طرح مختلف تحریکیں اور انقلابات ایک دوسرے کے بعد رونما ہوتے رہے یہاں تک کہ بنی امیہ کے خاتمہ پر یہ سلسلہ ختم

ہوا۔

### سوالات

- ۱۔ رہبران الہی کی تحریکوں خصوصاً حسین ؑ بن علی ؑ کی تحریک میں کون سی خصوصیت تھی کہ مرور زمانہ اس کے فروغ اور اس کی ابھارنے والی کیفیت پر اثر انداز نہیں ہو سکا اور زمانوں کے گزر جانے سے اس کو فراموش نہیں کیا جاسکا۔
- ۲۔ اموی حکومت کے خلاف قیام کی اہم ترین وجوہات مختصراً بیان فرمائیے
- ۳۔ امام حسین ؑ نے معاویہ کے زمانہ میں کیوں قیام نہیں کیا؟
- ۴۔ حسین ؑ ابن علی کے انقلاب کی ماہیت کیا ہے، وہ ایک انجانا دھماکہ تھا یا آگاہانہ انقلاب اور کیوں؟
- ۵۔ حکومت یزید کے مقابل حسین بن علی ؑ کے قیام کے اسلامی معاشرہ میں کیا اثرات و نتائج رہے؟ اختصار سے اسکی وضاحت کیجئے۔

## حوالہ جات

۱ الاغاتی جلد ۶ / ۳۵۶۔

۲ مقاتل الطالبین / ۱۲۰، البدایہ والنہایہ / ۱۹۷۔

۳ "... انی لم اخرج اشراً ولا بطراً ولا مفسداً ولا ظالماً و انما خرجت لطلب الاصلاح فی امتہ جدی صلی اللہ علیہ وآلہ و ارید ان آمر بالمعروف و انہی عن المنکر و اسیر بسیرۃ جدی و ابی علی بن ابی طالب..." (بخارج ۳۲۹ / ۳۳ مناقب جلد ۳ / ۸۹۔

۴ "ان رسول اللہ قال من رای سلطاناً جائراً مستحلاً لحرم اللہ ناکثاً لعہد اللہ مخالفاً لسنة رسول اللہ یعمل فی عباد اللہ بالاثم و العدوان فلم یغیر ما علیہ بفعل و لا قول۔ کان حقاً علی اللہ ان یدخلہ مدخلہ، آلا وان هؤلاء قد لزموا طاعة الشیطان و ترکوا طاعة الرحمن و اظهر الفساد و عطلوا الحدود و استاثروا بالفی و احلوا حرام اللہ و حرموا حلالہ، و انا حق من غیر..." تاریخ طبری ج / ۳۰۳، کامل ابن اثیر ج ۳ / ۳۸ مقتل مقوم ۲۱۸ مقتل ابی مخنف۔

۵ امام حسین علیہ السلام نے جو خط معاویہ کو لکھا تھا اس کے متن سے آگاہی کے لئے کتاب الامامہ و السیاسة ج ۱ ص ۱۵۵ ص ۱۵۷ ص ۱۶۰ ملاحظہ فرمائیں۔

۶ امام حسن کی زندگی کی تاریخ کی تحقیق میں ہم ان اسباب کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔

۷ اخبار الطوال / ۲۲۱، ثورۃ الحسین / ۱۶۱، انساب الاشراف بلاذری ج ۳ / ۱۷، ۱۵۲۔

۸ فان حرمت یوماً علی دینہنخذا علی دین المسیح بن مریم (تمتہ المنتہی / ۳۳)

۹ سمو المعنی عبداللہ علایی / ۵۹۔

۱۰ اس تفسیر کی بنیاد، دیا لکتیک (جدلیات) کے اصول چہارگانہ پر استوار ہے جو کمیت کو اصل نام کے ساتھ کیفیت میں تبدیل

کرتا ہے۔

۱۱ الامامہ و السیاسة ج ۱ / ۱۶۰، ۱۶۱۔

۱۲ الامامہ و السیاسة ج ۱ ص ۱۵۶، انساب الاشراف ج ۲ ترجمہ معاویہ ابن ابی سفیان، بحار الانوار جلد ۳۳ / ۲۱۲۔

۱۳ اصل سلیم بن قیس / ۱۸۳-۱۸۶ مطبوعہ نجف۔

۱۳ لہوف / ۳۱، بحار جلد ۲۳ / ۳۶۶-۳۶۷، مناقب ۳ / ۲۹، خط الموت علی ولد آدم فحظ القلادة علی جید الفتاة و ما  
اولهني الى اسلافی اشتی اق یعقوب الی یوسف، و حیر لی مصرع: انا لا قیه، کاتی بأوصالی یتقطعها عسلان  
القلوات بین النواویس و کربلا من کان فینا باذلاً مهجته موصلناً علی لقاء الله نفسه فلیرحل معنا فانی راحل مصباحاً  
انشاء الله۔

۱۵ تاریخ طبری ج ۵ / ۳۶۸، بحار ج ۲۳ / ۳۳۸۔

۱۶ تاریخ طبری ج ۵ / ۳۳۵، کامل ابن اثیر ج ۳ / ۶۷۔

۱۷ انقلاب توابعین کے واقعہ کی تفصیل طبری نے اپنی تاریخ کی جلد ۵ / ۵۵۱-۵۶۸ پر لکھا ہے۔

۱۸ زینب کبریٰ تالیف جعفر النقدي / ۱۲۰، ثورة الحسين تالیف محمد مہدی شمس الدین۔

۱۹ طبری ج ۵ / ۳۸۲۔ کامل ابن اثیر ج ۳ / ۱۱۱-۱۱۳ اور یہ واقعہ تاریخ میں واقعہ حزمہ کے نام سے مشہور ہے۔

ساتواں سبق:  
امام زين العابدين عليه السلام کي سوانح عمري

Presented By: <https://jafrilibrary.com>

## ولادت

آسمان ولایت کے چوتھے درخشاں ستارے امام علی بن الحسین کی پیدائش پانچ شعبان ۳۸ھ کو شہر مدینہ میں ہوئی۔<sup>(۱)</sup>  
سید الشہداء حضرت امام حسین آپ کے والد اور ایران کے بادشاہ یزدگرد کی بیٹی آپ کی مادر گرامی ہیں۔<sup>(۲)</sup> آپ کی ولادت  
امیر المؤمنین علیہ السلام کی شہادت سے دو سال پہلے ہوئی تقریباً ۲۳ برس تک اپنے والد بزرگوار کے ساتھ رہے۔<sup>(۳)</sup>

## اخلاقی خصوصیتیں

امام زین العابدین علیہ السلام انسانیت کی خصوصی صفات اور نفس کے کمالات کا مکمل نمونہ تھے۔ مکارم اخلاق اور ستم رسیدہ و  
فقراء کی دستگیری میں آپ کے مرتبہ کا کوئی نہ تھا۔ اب آپ کے اخلاق و عادات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔  
۱۔ آپ علیہ السلام سے متعلق افراد میں سے ایک شخص نے لوگوں کے مجمع میں آپ کی شان میں ناروا کلمات کہے اور چلا گیا۔ امام  
چند لوگوں کے ساتھ اس کے گھر گئے اور فرمایا تم لوگ ہمارے ساتھ چلو تا کہ ہمارا بھی جواب سن لو۔  
راستہ میں آپ مندرجہ ذیل آیت، جس میں کچھ مؤمنین کے اوصاف عالی کا تذکرہ ہے، پڑھتے جاتے تھے۔  
"و الكاظمين الغيظ و العافين عن الناس و الله يجب

المحسنين" (۴)

"وہ لوگ جو اپنا غصہ پی کر لوگوں سے درگزر کرتے ہیں اور خدا نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے۔"

جب اس آدمی کے گھر کے دروازہ پر پہنچے اور امام ؑ نے اس کو آواز دی تو وہ اس گمان میں اپنے کو لڑنے کے لئے تیار کر کے باہر نکلا کہ امام ؑ گذشتہ باتوں کا بدلہ لینے آئے ہیں۔ حضرت سید سجاد ؑ نے فرمایا: میرے بھائی تو تھوڑی دیر پہلے میرے پاس آیا تھا اور تو نے کچھ باتیں کہی تھیں، جو باتیں تو نے کہی ہیں اگر وہ میرے اندر ہیں تو میں خدا سے بخشش کا طلبگار ہوں اور اگر نہیں ہیں تو خدا سے میری دعا ہے کہ وہ تجھے معاف کر دے۔

امام زین العابدین ؑ کی غیر متوقع نرمی نے اس شخص کو شرمندہ کر دیا وہ قریب آیا اور امام ؑ کی پیشانی کو بوسہ دیکر کہا: "میں نے جو باتیں کہیں وہ آپ میں نہیں تھیں اور میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا تھا میں اس کا زیادہ سزاوار ہوں۔" (۵)

۲۔ زید بن اسامہ حالت احتضار میں بستر پر پڑے ہوئے تھے سید سجاد ؑ ان کی عیادت کے لئے ان کے سرہانے تشریف لائے، دیکھا کہ زید رو رہے ہیں آپ نے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں، انہوں نے کہا پندرہ ہزار دینار میرے اوپر قرض ہے اور میرا مال میرے قرض کے برابر نہیں ہے۔ امام ؑ نے فرمایا: "مت روئے آپ کے قرض کی ادائیگی میرے ذمہ ہے۔" پھر جس طرح آپ نے فرمایا تھا اسی طرح ادا بھی کر دیا۔ (۶)

۳۔ راتوں کو امام زین العابدین ؑ مدینہ کے بے سہارا اور ضرورت مندوں میں اس طرح روٹیاں تقسیم کرتے تھے کہ پہچانے نہ جائیں اور ان لوگوں کی مالی امداد فرماتے تھے۔ جب آپ کا انتقال ہو گیا تب لوگوں کو پتہ چلا کہ وہ نامعلوم شخصیت امام زین العابدین ؑ کی تھی۔ آپ کی وفات کے بعد یہ معلوم ہوا کہ آپ ایک سو خاندانوں کا خرچ برداشت کرتے تھے اور ان لوگوں کو یہ نہیں معلوم تھا کہ ان کے گھر کا خرچ چلانے والے امام زین العابدین ؑ ہیں۔ (۷)

۳۔ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ: "میرے پدر بزرگوار نماز میں اس غلام کی طرح کھڑے ہوتے تھے جو اپنے عظیم بادشاہ کے سامنے اپنے پیروں پر کھڑا رہتا ہے۔ خدا کے خوف سے لرزتے رہتے اور ان کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور نماز کو اس طرح ادا کرتے تھے کہ جیسے یہ ان کی آخری نماز ہو" (۸)

### حضرت سجادؑ کی عظمت

آپ کی شخصیت اور عظمت ایسی تھی کہ دوست دشمن سبھی متاثر تھے۔

یزید ابن معاویہ نے واقعہ "حزہ" (۹) کے بعد حکم دیا کہ تمام اہل مدینہ غلام کے عنوان سے اس کی بیعت کریں اس حکم سے اگر کوئی مستثنیٰ تھا تو وہ صرف امام علی بن الحسینؑ تھے (۱۰) ہشام بن عبد الملک۔ اموی خلیفہ۔ حج ادا کرنے کے لئے مکہ آیا تھا، طواف کے وقت لوگوں کا ہجوم ایسا تھا وہ حجر اسود کا استلام نہ کر سکا (۱۱) مجبوراً ایک طرف بیٹھ گیا تاکہ بھیڑ کم ہو جائے۔ اسی وقت امام زین العابدینؑ مسجد الحرام میں داخل ہوئے۔ اور طواف کرنے لگے لوگوں نے امامؑ کے لئے راستہ چھوڑ دیا۔ آپ نے بڑے آرام سے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ ہشام آپ کے بارے میں لوگوں کا احترام دیکھ کر بہت ناراض ہوا۔ شام کے رہنے والوں میں سے ایک شخص نے ہشام سے پوچھا کہ یہ کون تھے جن کو لوگ اتنی عظمت دے رہے تھے؟ ہشام نے اس خوف سے کہ کہیں اس کے ساتھ والے امامؑ کے گرویدہ نہ ہو جائیں جواب دیا کہ: "میں ان کو نہیں پہچانتا"

حریت پسند مشہور شاعر فرزدق بے جھجک کھڑے ہو گئے اور کہا "میں ان کو پہچانتا ہوں" اس کے بعد ایک طویل قصیدہ امام زین العابدینؑ کی مدح و عظمت اور تعارف میں پڑھ ڈالا۔ اشعار اتنے مناسب اور ہشام کے لئے ایسا طماچہ تھے کہ اموی خلیفہ شدت ناراضگی کی بنا پر رد عمل پر آمادہ ہو گیا۔ اس نے حکم دیا کہ فرزدق کو قید خانہ بھیج دیا جائے۔

امام ؑ جب اس واقعہ سے مطلع ہوئے تو آپ نے صلہ کے طور پر فرزدق کے پاس کچھ بھیجا فرزدق نے ان درہموں کو واپس کر دیا اور کہلوا بھیجا کہ میں نے یہ اشعار خدا و رسول ﷺ کی خاطر پڑھے تھے۔ امام ؑ نے فرزدق کے خلوص نیت کی تصدیق کی اور دوسری بار پھر وہ درہم فرزدق کو بھیجے اور ان کو قسم دی کہ قبول کر لیں۔ فرزدق نے ان کو قبول کر لیا اور مسرور گیا۔ یہاں چند اشعار کا ترجمہ نمونہ کے طور پر پیش کرتے ہیں:-

۱۔ "اے سوال کرنے والے تو نے مجھ سے جو دو سخا اور بلندی کے مرکز کا پتہ پوچھا ہے، تو اس کا روشن جواب میرے پاس ہے۔"

۲۔ "یہ وہ ہے کہ مکہ کی سر زمین جس کے نقش قدم کو پہچانتی ہے، خانہ کعبہ، حرم خدا اور حرم سے باہر کی زمین پہچانتی ہے۔"

۳۔ "یہ اس کے فرزند ہیں جو بہترین خلائق ہیں، یہ پرہیزگار، پاکیزہ، اور بلند حشم ہیں"

۴۔ "یہ وہ ہیں کہ پیغمبر ﷺ گرامی "احمد ﷺ" جن کے جد ہیں۔"

۵۔ "اگر رکن جان جاتا کہ اس کو بوسہ دینے کیلئے کون آ رہا ہے تو وہ بے تاب ہو کر اپنے کو زمین پر گرا دیتا تاکہ اس کی خاک پا کو چوم لے۔"

۶۔ "ان بزرگوار کا نام "علی ؑ" ہے پیغمبر ﷺ خدا ان کے جد ہیں۔ ان کی روشنی سے امتوں کی راہنمائی ہوتی ہے..." (۱۲)

### امام سجاد ؑ اور پیغام عاشورائی

واقعہ کربلا کے بعد امام حسین ؑ کے بیٹوں میں سے صرف آپ ہی زندہ بچے تھے۔ اپنے پدر عالیقدر کی شہادت کے بعد دسویں محرم ۶۱ھ کو آپ ؑ نے امامت و ولایت کا عہدہ سنبھالا اور شہادت کے دن تک یزید بن معاویہ، معاویہ بن یزید، مروان بن حکم، عبد الملک بن مروان اور

ولید بن عبد الملک جیسے زامداران حکومت کا زمانہ آپ ﷺ نے دیکھا۔  
آپ ﷺ کی امامت کا دور اور معاشرہ میں حکومت کرنے والے اس زمانہ کے سیاسی حالات تمام ائمہ کی زندگی میں پیش آنے  
والے حالات سے زیادہ دشوار اور حساس تھے۔ سیرت و روش پیغمبر ﷺ سے انحراف، امام زین العابدین ﷺ کے زمانہ میں  
اپنے عروج پر تھا۔ اور اس کی شکل بالکل صاف نظر آتی تھی۔  
امام زین العابدین ﷺ کی روش ان کی امامت کے زمانہ میں دو حصوں میں تقسیم کی جاسکتی ہے۔

الف: اسیری کا زمانہ ب: اسیری کے بعد مدینہ کی زندگی

الف: کربلا کے جاں گداز واقعہ میں امام زین العابدین ﷺ اپنے بزرگوار کے ساتھ تھے۔ خدا کے لطف و کرم نے دشمن کے  
گزند سے محفوظ رکھا لیکن باپ کی شہادت کے بعد اسیر ہو گئے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ کوفہ اور شام تشریف لے گئے۔  
اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل بیت امام حسین ﷺ کا اسیر ہونا۔ آپ کے مقدس انقلاب کو کامیابی تک پہنچانے میں بڑا موثر  
ثابت ہوا۔ چوتھے امام ﷺ نے اسیری کے زمانہ میں ہرگز تقیہ نہیں کیا اور کمال بردباری اور شہامت کے ساتھ تقریروں اور خطبوں  
میں واقعہ کربلا کو لوگوں کے سامنے بیان فرمایا اور حق و حقیقت کا اظہار کرتے رہے۔ مناسب موقع پر خاندان رسالت کی عظمت کو  
لوگوں کے کانوں تک پہنچاتے رہے، اپنے پدر بزرگوار کی مظلومیت اور بنی امیہ کے ظلم و ستم اور بے رحمی کو لوگوں کے سامنے  
واضح کرتے رہے۔

امام زین العابدین ﷺ باوجود اس کے کہ اپنے باپ کی شہادت کے وقت بیمار تھے، باپ، بھائیوں اور اصحاب کی شہادت پر  
دل شکستہ اور رنجیدہ بھی تھے لیکن پھر بھی یہ رنج و آلام آپ کے فرائض کی انجام دہی اور خون آلود انقلاب کربلا کے تحفظ میں  
رکاوٹ نہ بن سکے۔ آپ نے لوگوں کے افکار کو روشن کرنے کے لئے ہر مناسب موقع سے فائدہ اٹھایا۔

## کوفہ میں

اسیروں کا قافلہ کوفہ پہنچا۔ جب لوگ جناب زینب ؑ اور ان کی بہن ام کلثوم ؑ کے خطبوں سے پشیمان ہو کر رونے لگے تو امام زین العابدین ؑ نے اشارہ کیا کہ مجمع خاموش ہو جائے پھر پروردگار کی حمد و ثنا اور پیغمبر ﷺ پر درود و سلام کے بعد آپ ؑ نے فرمایا:

"اے لوگو میں علی بن الحسین ؑ ہوں، میں اس کا فرزند ہوں کہ جس کو فرات کے کنارے بغیر اس کے کہ انہوں نے کسی کا خون بہایا ہو یا کسی کا حق ان کی گردن پر ہو، ذبح کر دیا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کا مال شہادت کے بعد لوٹ لیا گیا اور جس کے خاندان کو اسیر بنا کر یہاں لایا گیا۔ لوگو کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے میرے باپ کو خط لکھ کر کوفہ بلایا اور جب وہ تمہاری طرف آئے تو تم نے ان کو قتل کر دیا؟ قیامت کے دن پیغمبر اکرم ﷺ کے سامنے کس منہ سے جاؤ گے؟ جب وہ تم سے فرمائیں گے کہ "کیا تم نے میرے خاندان کو قتل کر دیا اور میری حرمت کی رعایت نہیں کی لہذا تم میری امت میں سے نہیں ہو" (۱۳) حضرت امام زین العابدین ؑ کی تقریر نے طوفان کی طرح لوگوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ ہر طرف سے گریہ و زاری کی آوازیں آنے لگیں، لوگ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ تم ہلاک اور بد بخت ہو گئے اور حالت یہ ہے کہ تم کو خود ہی نہیں معلوم۔

امام حسین ؑ کے اہل حرم کو ابن زیاد کے دربار میں لے جایا گیا اور جب ابن زیاد اور امام زین العابدین ؑ کے درمیان گفتگو ہوئی تو آپ ؑ نے نہایت یقین اور شجاعت کے ساتھ ہر موقع پر نہایت دندان شکن جواب دیا جس سے ابن زیاد ایسا غضب ناک ہوا کہ اس نے امام ؑ کے قتل کا حکم دیدیا۔

اس موقع پر جناب زینب سلام اللہ علیہا نے اعتراض کیا اور فرمایا کہ: "اگر تم علی ابن الحسین ؑ کو قتل کرنا چاہتے ہو تو ان کے ساتھ مجھے بھی قتل کر دو"۔ امام ؑ نے اپنی پھوپھی سے فرمایا: "آپ

کچھ نہ کہیں میں خود اس کا جواب دے رہا ہوں۔" اس کے بعد آپ ﷺ نے ابن زیاد کی طرف رخ کیا اور فرمایا: "اے زیاد کئے بیٹے کیا تم مجھے قتل کرنے کی دھمکی دے رہے ہو کیا تم یہ نہیں جانتے کہ قتل ہو جانا ہماری عادت اور شہادت ہماری کرامت ہے؟" (۱۴)

### شام میں

ایک ہی رسن میں اہل بیت ﷺ کے چند دوسرے افراد کے ساتھ امام ﷺ کو بھی باندھا گیا تھا اسی حالت میں امام کو شام میں یزید کے دربار میں لے جایا گیا۔ امام ﷺ نے نہایت شہامت اور دلیری کے ساتھ یزید سے خطاب فرمایا: اے یزید اگر پیغمبر ﷺ مجھ کو اس حالت میں رسن بستہ دیکھ لیں تو، تو ان کے بارے میں کیا خیال کرتا ہے؟ (۱۵) (وہ کیا کہیں گے)۔

امام زین العابدین ﷺ کے اس چھوٹے سے جملہ نے حاضرین پر اتنا اثر کیا کہ سب رونے لگے۔ (۱۶) امام ﷺ نے جب یزید سے گفتگو کی تو ایک نشست میں اس نے قتل کی دھمکی دی۔ امام ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا: اسیری سے آزاد ہونے والے بنی امیہ جیسے کبھی بھی قتل انبیاء و اوصیاء کا حکم نہیں دے سکتے مگر یہ کہ اسلام سے خارج ہو جائیں اور اگر تم ایسا ارادہ رکھتے ہو تو کسی صاحب اطمینان شخص کو میرے پاس بھیجنا کہ میں اس سے وصیت کر دوں اور اہل حرم کو اس کے سپرد کر دوں (۱۷) ایک دن شام کی جامع مسجد میں یزید نے ایک اہم نشست کا انتظام کیا اور خطیب سے کہا کہ نبر پر جا کر زین العابدین ﷺ کے سامنے امیر المؤمنین ﷺ اور امام حسینؑ کو برا بھلا کہے اس کرایہ کے خطیب نے ایسا ہی کیا۔

امام سجاد ﷺ نے بلند آواز میں فرمایا: "وائے ہو تجھ پر اے خطیب تو نے خالق کی ناراضگی کے بدلے مخلوق (یزید) کی خوشنودی خریدی اور اس طرح تم دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بنا رہے ہو۔ پھر

یزید کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا "تو مجھے بھی اسی لکڑی (نمبر) پر جانے دے اور ایسی بات کہنے دے جس سے میں خدا کو خوش کروں اور وہ حاضرین کے لئے اجر و ثواب کا باعث ہے"۔ یزید نے پہلے تو اجازت نہیں دی لیکن لوگوں کے اصرار کے جواب میں بولا کہ "اگر یہ نمبر پر جائیں گے تو مجھ کو اور خاندان ابوسفیان کو ذلیل کئے بغیر نمبر سے نیچے نہیں اتریں گے" لوگوں نے کہا کہ: "یہ کیا کر سکتے ہیں؟ یزید نے کہا کہ "یہ وہ خاندان ہے جس نے علم و دانش کو بچپن سے دودھ کے ساتھ پیا ہے"۔ لوگوں نے بہت اصرار کیا تو یزید نے مجبوراً اجازت دے دی، امام علیہ السلام نمبر پر تشریف لے گئے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کے بعد فرمایا:

"اے لوگو خدا نے ہم کو علم، بردباری، سخاوت، فصاحت، دلیری اور مؤمنین کے دلوں میں ہماری دوستی عطا کی ہے... پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے ہیں۔ اس امت کے صدیق حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام ہم میں سے ہیں، جعفر طیار ہم میں سے ہیں، حمزہ سید الشہداء ہم میں سے ہیں، امام حسن اور امام حسین علیہما السلام پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں نواسے ہم میں سے ہیں۔

میں فرزند مکہ و منی، فرزند زمزم و صفا ہوں، میں اس کا بیٹا ہوں جس نے حجر اسود کو عبا میں رکھ کمر اٹھایا <sup>(۱۸)</sup> میں اس بہترین خلاق شخص کا بیٹا ہوں جس نے احرام باندھا، طواف و سعی کی، حج بجالایا... میں خدیجۃ الکبریٰ کا بیٹا ہوں، میں فاطمہ زہراء علیہا السلام کا بیٹا ہوں، میں اس کا بیٹا ہوں جو اپنے خون میں غوطہ زن ہوا، میں اس حسین علیہ السلام کا بیٹا ہوں جس کو کربلا میں قتل کر ڈالا گیا"۔

لوگوں میں کھلبلی مچ گئی اور امام علیہ السلام کی طرف دیکھ رہے تھے۔ آپ علیہ السلام ہر جملہ کے ساتھ بنی امیہ کی حقیقت سے پردہ اٹھاتے جا رہے تھے اور اموی گروہ کی کثیف ماہیت کو آشکار کرتے اور اپنے خاندان کی عظمت اور شہادت حسین علیہ السلام کی زیادہ سے زیادہ قدر و قیمت لوگوں کے سامنے نمایاں کرتے جا رہے تھے، رفتہ رفتہ لوگوں کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں، گریہ گلوگیر ہو گیا۔ پھر ہر گوشہ سے بے تابانہ رونے کی آواز بلند ہوئی۔ یزید کو ڈر لگنے لگا اور امام علیہ السلام کی تقریر کو روکنے کے

لئے اس نے مؤذن کو آذان دینے کا حکم دیا، مؤذن جب "الشہدان محمد رسول اللہ" پر پہنچا تو آپ نے عمامہ سر سے اتار لیا اور فرمایا: "اے مؤذن اسی محمد ﷺ کی قسم ذرا ٹھہر جا"۔ پھر یزید کی طرح رخ کمر کے فرمایا: "اے یزید یہ رسول اکرم ﷺ میرے جد ہیں یا تیرے؟ اگر تم کہو کہ تمہارے جد ہیں تو سب جانتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ میرے جد ہیں تو پھر ان کی عترت کو تم نے کیوں قتل کیا ان کے اموال کو کیوں تاراج کیا اور ان کے خاندان کو تم نے کیوں اسیر کر لیا؟

اے یزید تو ان تمام افعال کے باوجود محمد ﷺ کو پیغمبر خدا جانتا ہے اور قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہوتا ہے، نماز پڑھتا ہے، وائے ہو تجھ پر کہ میرے جد و پدر قیامت میں تیرا گریبان پکڑیں گے"۔

یزید نے مؤذن کو حکم دیا کہ نماز کے لئے اقامت کہے، لیکن لوگ بہت ناراض تھے یہاں تک کہ کچھ لوگوں نے نماز بھی نہیں پڑھی اور مسجد سے نکل گئے (۱۹) شام میں امام ﷺ کی تقریر میں اس بات کا باعث بنی کہ یزید قتل امام ﷺ کا قصد رکھنے کے باوجود اس بات پر مجبور ہوا کہ آپ ﷺ کو اور تمام اہل بیت ﷺ کو مدینہ واپس کر دے۔

### روح مبارزہ و جہاد کی بیداری

اسیری کی تمام مدت میں امام زین العابدین ﷺ بہت سے لوگوں کے تصور کے برخلاف جو کہ آپ کو شکست خوردہ سمجھتے تھے، ہر محفل و مجلس میں اپنی اور اپنے الدکی کامیابی اور بنی امیہ کے گروہ کی شکست کے بارے میں تقریر کرتے تھے۔

دوسری طرف آپ ﷺ نے اس بات کی کوشش کی کہ اپنے خاندان کی عظمتوں اور خصوصیتوں اور بنی امیہ کے ظلم و جور کے بیان کے ذریعہ مسلمانوں کی انقلابی فکر کو بیدار کریں اور گناہ بنی امیہ سے

نفرت کا احساس اور انجام پا جانے والے گناہوں کے جبران کی ضرورت کو لوگوں کے ضمیر و وجدان میں زندہ کریں۔  
ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ اس مثبت رویہ کی وجہ سے اموی سلطنت کے خلاف عراق و حجاز میں انقلاب کا پرچم بلند ہو گیا اور ہزاروں افراد خون حسین ؑ کا انتقام لینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے <sup>(۲۰)</sup>

### مدینہ واپسی کے بعد

اسیری کے دن گزر جانے کے بعد امام سجاد ؑ مدینہ واپس آگئے اور معاشرہ پر حکومت کرنے والی سیاست کی حالت بھی بدل گئی۔ بنی امیہ کی حکومت اور سیاسی روش کے مقابل امام ؑ کا رویہ بھی بدلا۔  
آپ ؑ کی امامت کا سارا زمانہ اس وقت کے ان ظالم حکمرانوں کے طرح طرح کے اجتماعی بحران و آشوب سے پُر تھا جو مختلف بہانوں سے امام ؑ پر دباؤ ڈالنے اور ان کی سرگرمیوں کو محدود کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔  
زمانہ کے حالات سے واقفیت کے لئے ان ظالموں کے جرائم کے چند گوشے ملاحظہ ہوں:

یزید کے مرتے ہی <sup>(۲۱)</sup> عبدالسہ بن زبیر جو برسوں سے خلافت و حکومت کی لالچ میں تھا، مکہ میں اٹھ کھڑا ہوا اور حجاز و یمن، عراق و خراسان کے لوگوں نے بھی ان کی بیعت کر لی، اور شام میں معاویہ بن یزید کے ہٹ جانے کے بعد جو بہت تھوڑے دنوں (یعنی تین مہینہ یا چالیس دن) مسند خلافت پر تمکن رہا اس کے بعد مروان بن حکم نے، سازش کے ذریعہ حکومت تک رسائی حاصل کی اور عبدالسہ بن زبیر کی مخالفت میں اٹھ کھڑا ہوا۔ شام کے بعد مصر پر اپنا قبضہ مضبوط کیا۔ لیکن اس کی حکومت زیادہ دنوں تک باقی نہیں رہی اور تھوڑی ہی مدت میں مر گیا۔ اس کی جگہ

اس کا بیٹا عبد الملک مسند خلافت پر بیٹھا۔ عبد الملک نے شام و مصر میں اپنی پوزیشن مضبوط ہو جانے کے بعد ۶۵ھ میں عبد اللہ بن زبیر کا مکہ میں محاصرہ کیا اور ان کو قتل کر دیا (۲۲) عبد الملک کے بڑے جراثم میں حجاج بن یوسف کو بصرہ اور کوفہ کا حاکم بنانا ہے۔ حجاج ایک خون خوار اور جراثم پیشہ شخص تھا اس نے لوگوں کو اذیتیں پہنچائیں اور کشت و خون کا بازار گرم کیا۔ خاص کر شیعان علیؑ کو ختم کرنے کا اس نے بیڑا اٹھایا اور اپنی حکومت کے زمانہ میں تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار افراد کو قتل کر ڈالا (۲۳) عبد الملک بڑی سختی سے امام زین العابدین کی نگرانی کرتا تھا اور اس کو شش میں تھا کہ آپؑ کے خلاف کسی بھی طریقہ سے کوئی بہانہ ہاتھ آجائے تو وہ آپؑ پر سخت گیری کرے یا آپ کی توہین کرے۔

اس کو جب یہ اطلاع ملی کہ امام زین العابدینؑ نے اپنی آزاد کردہ کنیز سے عقد کر لیا ہے تو اس نے ایک خط میں اس کام پر آپ کی شماتت کی۔ اس نے چاہا کہ اس طرح وہ حضرت کو یہ سمجھا دے کہ ہم آپؑ کے تمام امور حتیٰ کہ داخلی اور ذاتی امور سے بھی باخبر ہیں۔ اور اس نے اپنی قرابت داری کو بھی یاد دلایا، تو امامؑ نے جواب میں آئین اسلام کو اس سلسلہ میں یاد دلاتے ہوئے فرمایا: کہ مسلمان ہو جانا اور خدا پر ایمان لانا ہمیشہ دوسرے امتیازات کو ختم کر دیتا ہے، امامؑ نے طنز کے ذریعہ اس کے آبا و اجداد کی گذشتہ جہالت پر (اور شاید اس کی موجودہ جہالت حالت پر) سرزنش کی اور فرمایا:

فلا لوم علی امرئ: مسلم: ائما اللوم لوم الجاهلیة" (۲۴)

۸۶ھ میں عبد الملک کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا ولید اس کی جگہ پر مسند خلافت بیٹھا۔ (۲۵) سیوطی کے بیان کے مطابق وہ ایک ستمگر اور لاپرواہ شخص تھا اور دوسرے بنی امیہ کے حکمرانوں کی طرح یہ بھی امامؑ کی شہرت اور محبوبیت سے خوف زدہ تھا اور آپؑ کی علمی و روحانی شخصیت سے اس کو تکلیف تھی، اس وجہ سے وہ شیعوں کے چوتھے پیشوا کا وجود مسلمانوں کے معاشرہ میں برداشت

نہیں کر سکتا تھا، اس نے دھوکہ کے ساتھ آپ کو زہر دے دیا<sup>(۲۶)</sup> ایک طرف تو امام زین العابدین ؑ اپنے زمانہ کے ایسے ظالم و جبرائیم کا ارتکاب کرنے والے بادشاہوں اور ان کی شدید نگرانیوں کو برداشت کر رہے تھے، دوسری طرف اپنے اطراف میں ایماندار جاں نثاروں اور مجاہد دوستوں کا فقدان محسوس کرتے تھے۔ لہذا آپ ؑ نے مخفی مبارزہ اور جہاد شروع کیا۔ اپنے دروازہ کو دوسروں کے لئے بند کر دیا، اس طرح آپ ؑ نے اپنی اور اپنے کچھ قابل اعتماد اصحاب کی جان بچالی اور اس محاذ پر صاحب امتیاز عناصر کی پرورش، صلح افراد کی تیاری اور مخفی مبارزہ کے ذریعہ شیعہ افکار کی تعلیم میں مشغول ہو گئے تاکہ اس راستہ کے سلسلہ کو جو بے شک منزل مقصود سے بہت قریب تھا۔ اپنے بعد کے امام کے سپرد کر دیں۔

امام جعفر صادق۔ اپنی ایک حدیث میں امام ؑ چہارم کے حالات اور ان کی کردار ساز خدمات کو اس طرح بیان کرتے ہیں: "حسین ابن علی ؑ کے بعد تمام لوگ راستہ سے پلٹ گئے مگر تین افراد: ابو خالد کابلی، یحییٰ ابن ام طویل اور جبیر بن مطعم، اس کے بعد دوسرے لوگ ان سے آملے اور شیعوں کا مجمع بڑھ گیا۔ یحییٰ بن ام طویل مدینہ میں مسجد پینغمبر ﷺ میں آئے اور تقریر میں لوگوں سے کہنے لگے: ہم تمہارے (راستہ اور آئین کے) مخالف ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی اور کینہ ہے" <sup>(۲۷)</sup> مکہ کے راستہ میں ایک شخص نے اعتراض کرتے ہوئے امام سجاد ؑ سے کہا کہ "آپ نے جہاد اور اس کی سختی کو چھوڑ دیا اور حج جو آسان ہے اس کے لئے جا رہے ہیں؟ تو آپ ؑ نے فرمایا: اگر باایمان مددگار اور جان نثار اصحاب ہوتے تو جہاد اور مبارزہ حج سے بہتر تھا" <sup>(۲۸)</sup> ابو عمر نہدی کا بیان ہے کہ "امام زین العابدین ؑ نے فرمایا: مکہ اور مدینہ میں ہمارے بیس دوست (حقیقی اور جاں نثار) نہیں ہیں" <sup>(۲۹)</sup> اس طرح امام زین العابدین ؑ کا کام بے حد دشوار ہمت شکن اور شجاعت کا کام تھا اور

آپ نہایت محدودیت کے عالم میں اس بات میں کامیاب ہو گئے کہ ایک سو ستر ایسے نمایاں شاگردوں کی تربیت کر دیں جن میں سے ہر ایک اسلامی معاشرہ میں روشن چراغ تھا۔ جن افراد کے نام رجال کی کتابوں میں موجود ہیں ان میں سعید بن مسیب، سعید بن جبیر، محمد بن جبیر، یحییٰ بن ام طویل، ابو خالد کابلی، ابو حمزہ ثمالی جیسی شخصیتوں کے نام لئے جاسکتے ہیں۔

امام زین العابدین ؑ نے نمایاں شاگردوں کی تربیت اور اسلامی معارف کی نشر و اشاعت کے ذریعہ اسلامی معاشرہ اور اموی حکومت کے صاحب حیثیت افراد کے دلوں میں ایک مخصوص شکوہ و عظمت پیدا کر لی یہاں تک کہ ایک حج کے موقع پر جب آپ ؑ کا سامنا عبد الملک بن مروان سے ہوا تو نہ صرف یہ کہ آپ نے اس کو سلام نہیں کیا بلکہ اس کے چہرہ پر نظر بھی نہیں ڈالی عبد الملک اس بے اعتنائی پر بڑا ناراض ہوا۔ اس نے آہستہ سے امام ؑ کے ہاتھ کو پکڑا اور کہا: "اے ابو محمد مجھے دیکھنے میں عبد الملک ہوں نہ کہ آپ کے باپ کا قاتل یزید" امام ؑ نے جواب دیا: "میرے باپ کے قاتل نے اپنے اقدام کے ذریعہ اپنی آخرت خراب کر لی اگر تو بھی میرے باپ کے قاتل کی طرح ہونا چاہتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔"

عبد الملک نے غصہ میں کہا: "میں ہرگز ایسا ہونا نہیں چاہتا لیکن مجھے اس بات کی امید ہے کہ آپ ؑ ہمارے وسائل سے بہرہ مند ہوں گے امام ؑ نے جواب میں فرمایا: "مجھ کو تمہاری دنیا کی اور جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کی کوئی ضرورت نہیں" <sup>(۳۰)</sup>

### دعائیں

امام زین العابدین ؑ کے مثبت اقدام میں ایک قدم اور بنیادی کوشش یہ تھی کہ آپ ؑ انفرادی اور اجتماعی تربیت و عقائد سے متعلق مسائل کی نشر و اشاعت دعا کے پیرایہ میں کریں۔

جو آپ کی یادگار کے طور پر محفوظ رہ گئی ہیں۔

صحیفہ سجادیه کے مضامین اور اس میں بیان کی گئی باتوں پر غور و فکر نے بہت سے مسائل کو ہمارے لئے روشن کر دیا ہے، اسلامی معاشرہ بلکہ انسانی معاشرہ کو اس کتاب نے عالم کی معلومات، خدا کی معرفت، انسان کی معرفت و غیرہ کے ایک سلسلہ کا تعارف کرایا ہے۔

ان حالات میں جب امام کو بیان اور گفتگو کی آزادی میسر نہ تھی، آپ نے دعا اور مناجات کے ذریعہ اعتقادی اور اخلاقی دستور العمل اور اجتماعی زندگی کے لائحہ عمل کو بیان کیا اور مسلمانوں کے درمیان اس کو منتشر کر دیا۔

صحیفہ سجادیه کی عظمت کو سمجھنے کے لئے مشہور مصری مفسر طنطاوی کا قول کافی ہے، وہ کہتے ہیں کہ "صحیفہ سجادیه وہ تہا کتاب ہے جس میں علوم و معارف اور حکمتیں موجود ہیں اس کے علاوہ کسی کتاب میں ایسا ذخیرہ نہیں ہے اور یہ مصر کے لوگوں کی بد نصیبی ہے کہ وہ ابھی تک اس کی گراں بہا اور جاودانہ باتوں سے واقف نہیں، میں اس میں جتنا بھی غور کرتا چلا جاتا ہوں اس کو مخلوق کے کلام سے بالاتر اور خالق کے کلام سے نیچے دیکھتا ہوں<sup>(۳۱)</sup> امام گوشہ نشینی اور محدودیت کے باوجود دعاؤں کے ذریعہ مسلمانوں کو قیام اور تحریک کا درس دیتے ہیں اور اپنے خدا سے راز و نیاز کی باتیں کرتے ہوئے فرماتے ہیں "خدا یا مجھ کو ایسی طاقت اور دست رسی عطا کر کہ جو لوگ مجھ پر ظلم کرتے ہیں میں ان پر کامیابی حاصل کروں اور ایسی زبان عنایت فرما کہ مقام احتجاج میں غلبہ حاصل کر سکوں، ایسی فکر اور سمجھ عطا فرما کہ دشمن کے جیلوں کو درہم برہم کر دوں اور ظالم کے ہاتھ کو ظلم و تعدی سے روک دوں<sup>(۳۲)</sup> صحیفہ سجادیه میں ایسے بہت سارے نمونے موجود ہیں۔

## شہادت

امام زین العابدین ؑ ۵۷ سال تک رنج و مصیبت برداشت کرنے کے بعد ولید بن عبدالملک کے دور حکومت میں اس کے حکم سے جس نے اپنی خلافت و حکومت کا محور ظلم و جور اور قتل و غارت بنا رکھا تھا، مسموم ہو کر، ۲۵ محرم ۹۵ھ ق کو شہادت پائی اور قبرستان بقیع میں امام حسن مجتبیٰ ؑ کی قبر مطہر کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے (۳۳)

## سوالات

- ۱۔ امام زین العابدین ؑ کی تاریخ ولادت بیان فرمائیے ورنہ ان کی اخلاقی خصوصیات میں سے دو نمونے بیان کیجئے۔
- ۲۔ پیغام عاشوراء کو پہنچانے اور اس سے حاصل شدہ نتائج کی نگہبانی کرنے میں آپ نے کیا کردار ادا کیا؟ مختصر طور پر وضاحت کیجئے۔
- ۳۔ یزید نے جو نشست شام کی جامع مسجد میں منعقد کی تھی، امام ؑ نے اس سے اپنے لئے کس طرح فائدہ حاصل کیا؟
- ۴۔ مدینہ واپسی کے بعد حکومت بنی امیہ کے مد مقابل امام ؑ کا موقف کیوں تبدیل ہو گیا؟ اختصار کے ساتھ بیان کیجئے۔
- ۵۔ مدینہ واپس آنے کے بعد شہادت کے زمانے تک امام زین العابدین ؑ کے اہم کام کیا تھے؟
- ۶۔ امام سجاد ؑ کس تاریخ کو اور کیسے شہید ہوئے؟

## حوالہ جات

- ۱ الفصول المهمہ / ۲۰۱۔
- ۲ اصول کافی جلد / ۳۶۶، ارشاد مفید / ۲۵۳، اعیان الشیعہ (دس جلد والی) جلد ۱ / ۶۲۹۔
- ۳ ارشاد مفید / ۲۵۳۔
- ۴ آل عمران / ۱۳۳۔
- ۵ ارشاد مفید / ۲۵۴، اعیان الشیعہ جلد ۱ / ۶۳۲۔
- ۶ ارشاد مفید / ۲۵۹، مناقب جلد ۳ / ۱۶۳ لیکن مناقب میں زید بن اسامہ کے بجائے "محمد بن اسامہ" لکھا ہے۔
- ۷ تذکرۃ الخواص ابن جوزی / ۱۸۳، اعیان الشیعہ جلد ۱ / ۶۳۳، مناقب جلد ۳ / ۱۵۳۔
- ۸ خصال صدوق مطبوعہ غفاری / ۵۱۴، مناقب جلد ۳ / ۱۵۰۔
- ۹ یہ واقعہ، سانحہ کربلا کے بعد یزید کی حکومت کے دوسرے سال پیش آیا اس میں یزید کے حکم سے سپاہ شام نے مدینہ پر حملہ کیا اور تین دن تک مسلمانوں کی جان، مال، عزت و آبرو کو اپنے اوپر مباح سمجھتے رہے۔
- ۱۰ اعیان الشیعہ ج ۱ / ۶۳۶، بحارج ۳۶ / ۱۳۸، کامل ابن اثیر ج ۳ / ۱۱۲-۱۱۳۔
- ۱۱ استلام ہاتھ سے لمس کرنا، چھونا، بوسہ دینا۔
- ۱۲ امالی سید مرتضیٰ جلد ۱ / ۶۶، اعیان الشیعہ (دس جلد والی) جلد ۱ / ۶۳۳، تذکرۃ الخواص، بحارج ۳۶ / ۱۲۴-۱۲۵۔
- ۱۳ احتجاج طبرسی جلد ۲ / ۳۰، اعیان الشیعہ (دس جلد والی) جلد ۱ / ۶۱۳، بحارج جلد ۳۳ / ۱۱۲۔
- ۱۴ لہوف سید ابن طاووس / ۱۳۳، مقتل خوارزمی جلد ۲ / ۳۳، بحارج جلد ۳۳ / ۱۱۴-۱۱۸۔
- ۱۵ اما ظنک برسول اللہ لوراناً موثقین فی الجبال۔
- ۱۶ تذکرۃ الخواص / ۱۳۹، اعیان الشیعہ (دس جلدی) جلد ۱ / ۶۱۵، بحارج جلد ۳۳ / ۱۳۲۔
- ۱۷ ذریعۃ النجاة / ۲۳۳۔
- ۱۸ عام الفیل کے ۳۵ سال بعد پیغمبر اکرم ﷺ کے ہاتھوں حجر اسود نصب کئے جانے والے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔
- ۱۹ کامل بہائی جلد ۲ / ۳۰۲، بحارج جلد ۳۵ / ۱۳۴-۱۳۹۔
- ۲۰ امام حسین کی زندگی کی تاریخ کی تحقیق کے سلسلہ میں ہم نے بعض شورشوں اور تحریکوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۲۱ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد یزید کی حکومت کے سہ سالہ جرائم کو گزشتہ اسباق میں بیان کیا گیا ہے اس لئے یہاں پر اس کا تکرار نہیں کیا۔

۲۲ کامل ابن اثیر جلد ۳/۳۳۸-۳۵۶-

۲۳ کامل ابن اثیر جلد ۳/۵۸۴-

۲۴ کافی جلد ۵/۲۳۳، مناقب جلد ۲، ۱۶۲، یعنی مسلمان میں کوئی پستی اور ذلت نہیں ہے بلکہ صرف جاہلیت کی فرماگی میں پستی

ہے۔

۲۵ تاریخ الخلفاء/۲۲۳-

۲۶ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳/۱۴۶-

۲۷ بحار جلد ۳۶/۱۳۳، الاختصاص للمفید/۶۳، رجال کشی/۸۱-

۲۸ احتجاج طبرسی جلد ۲/۳۵، ۳۳، اعیان الشیعہ جلد ۱/۶۳۵، مناقب جلد ۳/۱۵۹-

۲۹ بحار جلد ۳۶/۱۳۳، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۳/۱۰۳-

۳۰ بحار جلد ۳۶/۱۲۰-

۳۱ خاتمہ ترجمہ صحیفہ سجادیہ مطبوعہ آخوندی۔

۳۲ اللهم صلّ علی محمد و آلہ و اجعل لی یداً علی من ظلمنی و لساناً علی من خاصمنی و ظفراً بمنّ عاندنی و

ہب لی مکرراً علی من کادنی "صحیفہ سجادیہ دعاء/۲۰"

۳۳ مصباح کفعمی/۵۰۹، کافی جلد ۱/۳۶۸، بحار جلد ۳۶/۱۵۲-

آٹھواں سبق:  
امام محمد باقر علیہ السلام کی سوانح عمری

Presented By: <https://jafrilibrary.com>

## ولادت اور بچپن کا زمانہ

ہمارے پانچویں پیشوا امام محمد باقر علیہ السلام جمعہ کے دن پہلی رجب ۵۷ھ ق کو شہر مدینہ میں پیدا ہوئے۔<sup>(۱)</sup> آپ کا نام محمد، کنیت ابو جعفر اور مشہور ترین لقب باقر ہے۔ روایت ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لقب سے ملقب فرمایا تھا۔ امام محمد باقر علیہ السلام ماں اور باپ دونوں طرف سے فاطمی اور علوی تھے۔ اس لئے کہ ان کے والد امام زین العابدین۔ امام حسین علیہ السلام کے فرزند تھے۔ اور ان کی والدہ گرامی "ام عبد اللہ" امام مجتبیٰ کی بیٹی تھیں۔ آپ نے امام زین العابدین۔ جیسے باپ کی پر مہر آغوش میں پرورش پائی اور با فضیلت ماں کی چھاتی سے دودھ پیا۔ وہ ماں جو عالمہ اور مقدسہ تھیں، امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ "میری جدہ ماجدہ ایسی صدیقہ تھیں کہ اولاد امام حسن مجتبیٰ میں کوئی عورت انکی فضیلت کے پایہ کو نہ پہنچ سکی" امام محمد باقر علیہ السلام کی عمر چار سال سے کم تھی کہ جب کربلا کا خونین واقعہ پیش آیا۔

آپ علیہ السلام اپنے جد حضرت ابا عبد اللہ الحسین علیہ السلام کے پاس موجود تھے۔ واقعہ کربلا کے بعد ۳۳ برس آپ علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ زندگی گذاری، آپ جوانی ہی کے زمانہ سے علم و دانش، فضیلت و تقویٰ میں مشہور تھے اور آئندہ چل کر مسلمانوں کے علمی مشکلات کے حل کا مرجع سمجھے جانے لگے۔ جہاں کہیں بھی ہاشمیین، علویین اور فاطمیین کی بلندی کا ذکر ہوتا، آپ علیہ السلام کو ان تمام مقدسات، شجاعت اور بزرگی کا لوگ تنہا وارث جانتے تھے۔

آپ ﷺ کی شرافت اور بزرگی کو مندرجہ ذیل حدیث میں پڑھا جاسکتا ہے۔ پیغمبر ﷺ نے اپنے ایک نیک صحابی، جابر ابن عبد اللہ انصاری سے فرمایا: "اے جابر تم زندہ رہو گے اور میرے فرزند محمد ابن علی ابن الحسین ﷺ سے کہ جن کا نام توریت میں "باقر" ہے ملاقات کرو گے۔ ملاقات ہونے پر میرا سلام پہنچا دینا"۔ پیغمبر ﷺ رحلت فرمائے۔ جابر نے ایک طویل عمر پائی، ایک دن امام زین العابدین ﷺ کے گھر تشریف لائے اور امام محمد باقر ﷺ کو جو چھوٹے سے تھے دیکھا، ان سے جابر نے کہا: ذرا آگے آئیے امام ﷺ آگے آگے۔ جابر نے کہا: ذرا مڑ جائیے امام مڑ گئے، جابر نے جسم اور ران کے چلنے کا انداز دیکھا اس کے بعد کہا، کعبہ کے خدا کی قسم، یہ پیغمبر ﷺ کا ہو ہو آئینہ ہیں۔ پھر امام زین العابدین ﷺ سے پوچھا: "یہ بچہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: میرے بعد امام میرا بیٹا محمد باقر ﷺ ہے۔ جابر اٹھے اور آپ نے امام کے قدموں کا بوسہ لیا اور کہا: اے فرزند پیغمبر ﷺ میں آپ پر نثار، آپ اپنے جد رسول خدا کا سلام و درود قبول فرمائیں انہوں نے آپ کو سلام کہلوایا ہے۔

امام محمد باقر ﷺ کی آنکھیں ڈبڈبائیں اور آپ ﷺ نے فرمایا: جب تک آسمان اور زمین باقی ہے اس وقت تک میرا سلام و درود ہو میرے جد پیغمبر ﷺ خدا پر اور تم پر بھی سلام ہو اے جابر تم نے ان کا سلام مجھ تک پہنچایا (۲)

### امام ﷺ کے اخلاق و اطوار

حضرت امام محمد باقر ﷺ، متواضع، سخی، مہربان اور صابر تھے اور اخلاق و عادات کے اعتبار سے جیسا کہ جابر نے کہا تھا ہو بہو اسلام کے عظیم الشان پیغمبر ﷺ کا آئینہ تھے۔

شام کا ایک شخص مدینہ میں ٹھہرا ہوا تھا اور امام ﷺ کے پاس بہت آتا رہتا تھا اور کہتا تھا کہ تم سے زیادہ روئے زمین پر اور کسی کے بارے میں میرے دل میں بغض و کینہ نہیں ہے، تمہارے اور تمہارے خاندان سے زیادہ میں کسی کا دشمن نہیں ہوں۔ اگر تم یہ دیکھتے ہو کہ میں تمہارے گھر

آتا جاتا ہوں تو یہ اس لئے ہے کہ تم ایک سخن ور اور خوش بیان ادیب ہو  
اس کے باوجود امام ؑ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے تھے اور اس سے بڑی نرمی سے بات کرتے تھے کچھ دنوں  
کے بعد وہ شخص بیمار ہوا اس نے وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو امام محمد باقر ؑ میری نماز جنازہ پڑھائیں۔  
جب اس کے متعلقین نے اسے مردہ دیکھا تو امام ؑ کے پاس پہنچ کر عرض کی کہ وہ شامی مر گیا اور اس نے وصیت کی ہے کہ  
آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔

امام نے فرمایا: مرا نہیں ہے... جلدی نہ کرو یہاں تک کہ میں پہنچ جاؤں اس کے بعد آپ اٹھے اور آپ نے دو رکعت نماز  
پڑھی اور ہاتھوں کو دعا کے لئے بلند کیا اور تھوڑی دیر تک سر بسجود رہے، پھر شامی کے گھر گئے اور بیمار کے سر ہانے بیٹھ گئے، اس  
کو اٹھا کر بٹھایا۔ اس کی پشت کو دیوار کا سہارا دیا اور شربت منگو کر اس کے منہ میں ڈالا اور اس کے متعلقین سے فرمایا کہ اس کو  
ٹھنڈی غذائیں دی جائیں اور خود واپس چلے گئے۔ ابھی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ شامی کو شفا مل گئی وہ امام ؑ کے پاس آیا اور  
عرض کرنے لگا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ، لوگوں پر خدا کی حجت ہیں..."<sup>(۴)</sup> اس زمانے کے صوفیوں میں سے ایک شخص محمد  
بن مُنگدر کا بیان ہے کہ ایک دن میں بہت گرمی میں مدینہ سے باہر نکلا وہاں میں نے محمد باقر ؑ کو دیکھا کہ دو غلاموں پر تکیہ کئے  
ہوئے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ قریش کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ ایسے وقت میں دنیا کی ہوس اور لالچ میں پڑے  
ہوئے ہیں، میں ان کو کچھ نصیحت کروں۔ میں ان کے قریب گیا اور سلام کیا۔ ان کے سر اور داڑھی سے پسینہ بہ رہا تھا۔ امام ؑ  
نے اسی حالت میں میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے عرض کی: خدا آپ کو سلامت رکھے آپ کی جیسی شخصیت والا انسان  
اس وقت اس حالت میں دنیا حاصل کرنے میں لگا ہوا ہے اگر اسی حالت میں موت آجائے تو آپ ؑ کیا کریں گے؟

آپ نے فرمایا خدا کی قسم اگر موت آگئی تو خداوند عالم کی اطاعت کی حالت میں موت واقع ہوگی۔ اس لئے کہ میں اس وسیلہ سے اپنے آپ کو تم سے اور دوسروں کی محتاجی سے بچاتا ہوں۔ میں اس حالت میں موت سے ڈرتا ہوں کہ میں (خدا نخواستہ) گناہ کے کام میں لگا رہوں۔ میں نے کہا آپ پر خدا کی رحمت ہو، میں نے چاہا تھا کہ میں آپ کو نصیحت کروں لیکن آپ نے مجھ کو نصیحت کی اور آگاہ فرمایا (۵)

### علم امام محمد باقر علیہ السلام

آپ کا علم بھی دوسرے تمام ائمہ کی طرح چشمہ وحی سے فیضان حاصل کرتا تھا، جابر بن عبد اللہ آپ کے پاس آتے اور آپ کے علم سے بہرہ ور ہوتے اور بار بار عرض کرتے تھے کہ "اے علوم کو شگافتہ کرنے والے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بچپن ہی میں علم خدا سے مالا مال ہیں (۶) اہل سنت کے علماء میں سے ایک بزرگوار عبد اللہ ابن عطاء مکی فرماتے تھے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے اہل علم کو جس طرح حقیر اور چھوٹا پایا ہے ویسا کسی کے سامنے میں نے نہیں دیکھا ہے۔ حکم بن عتیبہ لوگوں کے نزدیک جن کا علمی مقام بہت بلند تھا۔ امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے ان کی حالت یہ ہوتی تھی کہ جیسے ایک شاگرد استاد کے سامنے" (۷) آپ کا علمی مقام ایسا تھا کہ جابر بن یزید جعفی ان سے روایت کرتے وقت کہتے تھے "وصی اوصیاء اور وارث علوم انبیاء محمد بن علی بن الحسین۔ نے ایسا کہا ہے... ۸"

ایک شخص نے عبد اللہ بن عمر سے ایک مسئلہ پوچھا وہ جواب نہ دے سکے اور سوال کرنے والے کو امام محمد باقر علیہ السلام کا پتہ بتادیا اور کہا کہ اس بچے سے پوچھنے کے بعد جو جواب ملے وہ مجھ کو بھی بتادینا۔ اس شخص نے امام علیہ السلام سے پوچھا اور مطمئن کرنے والا جواب سننے کے بعد عبد اللہ بن عمر

کو جا کر بتادیا۔ عبدالسہ نے کہا: "یہ وہ خاندان ہے جس کا علم خدا داد ہے" (۹) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے علوم و دانش کے اتنے رموز و اسرار واضح کئے ہیں کہ سوائے دل کے اندھے کے اور کوئی انکا، انکار نہیں کر سکتا۔ اس وجہ سے آپ نے تمام علوم شکافتہ کرنے والے اور علم و دانش کا پرچم لہرانے والے کا لقب پایا (۱۰) انہوں نے مدینہ میں علم کا ایک بڑا دانشکدہ بتایا تھا جس میں سینکڑوں درس لینے والے افراد آپ کی خدمت میں پہنچ کر درس حاصل کیا کرتے تھے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے جو لوگ زندہ تھے، جیسے جابر بن عبدالسہ انصاری اور تابعین میں سے کچھ بزرگ افراد جیسے جابر بن جعفی، کیسان سختیانی اور فقہاء میں سے کچھ لوگ جیسے ابن مبارک زہری، اوزاعی، ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور زیاد بن منذر اور مصنفین میں سے کچھ افراد جیسے طبری، بلاذری، سلامی اور خطیب نے اپنی تاریخوں میں آپ سے روایتیں لکھی ہیں (۱۱)

### امام۔ اور اموی خلفائے

امام محمد باقر علیہ السلام کی امامت کا زمانہ۔ جو تقریباً ۱۹ سال پر محیط تھا۔ اموی حکمرانوں جیسے ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز، یزید بن عبدالملک، ہشام بن عبدالملک کا زمانہ تھا۔ ان میں سے سوائے عمر بن عبدالعزیز کے۔ جو نسبتاً عدالت پسند تھا۔ سب کے سب ستمگری، استبداد اور مطلق العنانی میں اپنے اسلاف سے کچھ کم نہ تھے اور آگے چل کر انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام کے لئے مشکلیں پیدا کیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانہ امامت کے سیاسی اور کھٹن حالات سے واقفیت کے لئے ہم یہاں ان میں سے ہر ایک کے بارے میں اب اجمالی گفتگو کر رہے ہیں۔

ولید نے ۸۶ھ ق میں حکومت کی باگ ڈور سنبھالی اور ۱۵، جمادی الآخر ۹۶ھ ق کو مر گیا۔

مسعودی کا بیان ہے کہ ولید ایک ہٹ دھرم، جابر اور ظالم بادشاہ تھا۔ (۲۱) اس کے باپ نے اس کو وصیت کی تھی کہ حجاج بن یوسف کا اکرام کرے اور چیتے کی کھال پہنے۔ (۱۲) تلوار آمادہ رکھے اور جو اس کی مخالفت کرے اس کو قتل کر دے (۱۴) اس نے بھی باپ کی وصیت کو پورا کیا اور حجاج کے ہاتھوں کو اپنے باپ کی طرح مسلمانوں کو ستانے اور ان کو قتل کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا۔

عمر بن عبدالعزیز، ولید کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا، حجاج کے ظلم سے تنگ آ کر جو بھی بھاگتا تھا اس کے پاس پناہ لیتا تھا۔ عمر نے ولید کو ایک خط لکھا اور لوگوں کے ساتھ حجاج کے ظلم کی شکایت کی۔ ولید نے حاکم مدینہ کی شکایت سننے کی بجائے، حجاج کی خوشنودی کے لئے عمر بن عبدالعزیز کو مدینہ کی گورنری سے معزول کر دیا اور حجاج کو لکھا "تم جس کو بھی چاہو حجاج کا حاکم بنا دو۔ حجاج نے بھی خالد بن عبدالہ قسری کے لئے سفارش کی جو خود اسی جیسا ایک خونخوار شخص تھا ولید نے یہ سفارش قبول کر لی (۱۵) ولید کا حجاج پر اعتماد کرنا اور اپنے باپ عبدالملک کی تائید، ولید کے طغیان اور اس کی تباہ کاری پر بہترین دلیل ہے۔

اپنے بھائی کے بعد سلیمان بن عبدالملک نے زمام حکومت اپنے ہاتھوں میں لی اور جمعہ کے دن ۱۰ ماہ صفر ۹۹ھ کو مر گیا۔ وہ بڑا پر خور اور عورتوں کا دلدادہ تھا۔ اس کے دور خلافت میں عیاشی اور دربار میں عیش و نشاط کی محفل اپنے اوج پر تھی۔ متعدد خواجہ سراؤں کو اس نے اپنے دربار میں رکھ چھوڑا تھا اور اپنا زیادہ وقت حرم سرا کی عورتوں کے ساتھ گزارتا تھا۔ آہستہ آہستہ مری باتیں ملک کے کارندوں میں بھی سرایت کر گئیں اور یہ باتیں ملک گیر پیمانہ پر پھیل گئیں (۱۶) اس نے دو سال چند مہینے حکومت کی۔ شروع میں اس نے نرمی کا مظاہرہ کیا۔ عراق کے قید خانوں کے دروازے کھول دینے اور بے گناہوں کو آزاد کر دیا جبکہ اس کی زندگی کے لمحات ظلم و ستم سے خالی نہ تھے۔ اس نے خالد بن عبدالہ قسری کو جو ظلم اور جرائم میں حجاج کا ثانی تھا، اس کے

مقام پر باقی رکھا۔

اس کے بعد عمر بن عبدالعزیز مسند حکومت پر متمکن ہوا۔ اس کا انتقال ۲۵ رجب ۱۰۱ھ ق کو ہوا۔ یہ کسی حد تک پریشانیوں اور دشواریوں پر قابو پانے، برائیوں اور تفریق کے ساتھ جنگ کرنے، اس ننگ و عار کے دہبہ کو جو اس وقت کی حکومت کے دامن پر لگا ہوا تھا۔ یعنی علی پر سب و شتم کرنا۔ دھونے، فدک کو اولاد فاطمہ علیہا السلام کو واپس دے دینے اور امام محمد باقر علیہ السلام کے حوالے کرنے میں کامیاب ہوئے۔

اس کے بعد یزید بن عبدالملک ان کی جگہ مسند حکومت پر متمکن ہوا۔ اور اپنے حکام کو مندرجہ ذیل خط لکھ کر اپنی حکومت کا آغاز کیا:

"عمر بن عبدالعزیز نے دھوکہ کھایا، تم اور تمہارے اطراف کے لوگوں نے اس کو دھوکہ دیا... خط ملتے ہی سابق معاونین اور اپنے دوستوں کو جمع کرو اور لوگوں کو ان کی سابقہ حالت پر پلٹا دو، چاہے وہ مالیات کو ادا کرنے کی طاقت رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں، زندہ رہیں یا مرجائیں، لازم ہے کہ وہ ٹیکس ادا کریں" <sup>(۱۷)</sup> یزید بن عبدالملک کا اپنے ہم نام یزید بن معاویہ کی طرح سوائے عیاشی، جرائم، مستی اور عورتوں کے ساتھ عشق بازی کے اور کوئی دوسرا کام نہ تھا۔ وہ اخلاقی اور دینی اصول کا ہر گز پابند نہ تھا۔ اس کی خلافت کا زمانہ بنی امیہ کی حکومت کا ایک سیاہ ترین اور تاریک ترین دور شمار کیا جاتا ہے اس کے زمانہ میں قصائد اور اشعار کی جگہ ساز اور آواز نے لے لی تھی اور اس شعبہ کو اتنی وسعت دے دی تھی کہ مختلف شہروں سے گانے بجانے والے دمشق بلائے جاتے تھے اور اس طرح عیاشی، ہوس رانی، شطرنج اور تاش نے عربی معاشرہ میں رواج پایا <sup>(۱۸)</sup> اس کے بعد ہشام بن عبدالملک نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ وہ بخیل، بداخلاق، ستمگر اور بے رحم تھا۔ نہ صرف یہ کہ اس نے برائیوں کی اصلاح کیلئے کوئی قدم نہیں اٹھایا بلکہ اس نے بنی امیہ کی خطاؤں کو تقویت بخشی۔ اپنے گورنروں کو اس نے لکھا کہ شیعوں کے ساتھ سختی کر کے ان پر

عرصہ حیات تنگ کر دو۔ اس نے حکم دیا کہ ان کے آثار کو مٹا کر ان کا خون بہایا جائے اور ان کو عام حق سے محروم کر دو۔  
اس نے حکم دیا کہ شاعر اہل بیت "کئیت" کا گھر اجاڑ دیا جائے۔ کوفہ کے حاکم کو لکھا کہ "اولادِ پیغمبر ﷺ کی مدح کرنے کے جرم میں کئیت کی زبان کاٹ دی جائے۔"  
یہی تھا جس نے زید بن علی بن الحسین کے انقلاب کو کچل دیا تھا اور ان کے جسم مقدس کو مثلہ کرنے کے بعد کوفہ کے کلیسا کے پاس نہایت دردناک حالت میں دار پر لٹکا دیا۔  
امام محمد باقر ؑ کا اپنی خلافت کے زمانہ میں ایسے ایسے مدعیانِ خلافت سے مقابلہ تھا۔

### خلافت کے بالمقابل امام ؑ کا موقف

ہشام، امام محمد باقر اور ان کے فرزند عزیز حضرت امام جعفر صادق کی عزت و وقار سے بہت خوف زدہ تھا اس لئے اپنی حاکمیت کا رعب جمانے اور خلافت کی مشینری کے مقابلہ میں امام کی اجتماعی حیثیت و وقار کو مجروح کرنے کے لئے اس نے حاکم مدینہ کو حکم دیا کہ ان دونوں بزرگوں کو شام بھیج دے۔  
امام ؑ کے وارد ہونے سے پہلے اس نے اپنے درباریوں اور حاشیہ نشینوں کو امام ؑ کا سامنا کرنے کے لئے ضروری احکامات دیئے۔ یہ طے پایا کہ پہلے خلیفہ اور پھر اس کے بعد حاضرین دربار جو سب کے سب مشہور اور نمایاں افراد تھے، امام محمد باقر ؑ پر تہمت اور شتمات کا سیلاب انڈیل دیں۔  
اس عمل سے ہشام کے دو مقصد تھے، پہلا مقصد یہ تھا کہ اس سختی اور تہمت سے امام ؑ کے حوصلہ کو کمزور کر کے ہر اس کام کے لئے جس کی وہ خواہش کرے گا امام کو آمادہ کر لے گا۔ دوسرا مقصد یہ تھا کہ اس ملاقات میں کہ، جس میں بڑے بڑے رہبر شریک تھے، آپ کو ذلیل کر دیا جائے۔

امام محمد باقر علیہ السلام وارد ہوئے اور معمول کے مطابق جو طریقہ تھا کہ ہر آئیوالا "امیر المؤمنین" کے مخصوص لقب کے ساتھ خلیفہ کو سلام کرتا تھا۔ اس کے برخلاف آپ علیہ السلام نے تمام حاضرین کی طرف رخ کر کے "سلام علیکم" کہا، پھر اجازت کا انتظار کئے بغیر بیٹھ گئے۔ اس روش کی بنا پر ہشام کے دل میں کینہ اور حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور اس نے اپنا پروگرام شروع کر دیا۔ اس نے کہا "تم اولاد علی ہمیشہ مسلمانوں کے اتحاد کو توڑتے ہو اور اپنی طرف دعوت دیکر ان کے درمیان رخنہ اور نفاق ڈالتے ہو، نادانی کی بنا پر (معاذ اللہ) اپنے کو پیشوا اور امام سمجھتے ہو" ہشام تھوڑی دیر تک ایسی یا وہ گوئی کرتا رہا پھر چپ ہو گیا۔

اس کے بعد اس کے نوکروں میں سے ہر ایک نے ایک بات کہی اور آپ کو مورد تہمت قرار دیا۔

امام محمد باقر علیہ السلام اس تمام مدت میں خاموشی اور اطمینان سے بیٹھے رہے۔ جب سب چپ ہو گئے تو آپ علیہ السلام اٹھے اور حاضرین کی طرف مخاطب ہوئے، حمد و ثنائے خدا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کے بعد ان کی گمراہی اور بے راہ روی کو واضح اور اپنی حیثیت نیز اپنے خاندان کے سابقہ افتخار کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"اے لوگو تم کہاں جا رہے ہو اور ان لوگوں نے تمہارا کیا انجام سوچ رکھا ہے؟ ہمارا ہی وسیلہ تھا جس کے ذریعہ خدا نے تمہارے اسلاف کی ہدایت کی اور ہمارے ہی ہاتھوں سے تمہارے کام کے اختتام پر مہر لگائی جائے گی اگر تمہارے پاس آج یہ تھوڑے دنوں کی حکومت ہے تو ہمارے پاس دیر پا حکومت ہوگی۔ ہماری حکومت کے بعد کسی کی حکومت نہیں ہوگی ہم ہی وہ اہل عاقبت ہیں جن کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے کہ عاقبت صاحبان تقویٰ کے لئے ہے" (۱۹)

امام کی مختصر اور ہلادینے والی تقریر سے ہشام کو ایسا غصہ آیا کہ سختی کے سوا اور کچھ اس کی سمجھ میں نہ آیا اس نے امام علیہ السلام کو قید کر دینے کا حکم دیا۔

امام ؑ نے زندان میں بھی حقیقتوں کو آشکار اور واضح کیا۔ زندان کی نگرانی کرنے والوں نے ہشام کو خبر دی، یہ بات اس مشینری کے لئے قابل تحمل نہ تھی جو دسیوں سال سے شام کو علوی تبلیغات کی دست رسی سے دور رکھے ہوئے تھی۔ اس نے حکم دیا کہ امام اور ان کے ساتھیوں کو زندان سے نکال کر پہرہ اور سختیوں میں مدینہ پہنچایا جائے اور پہلے سے بھی ضروری احکام بھیجے جا چکے تھے کہ راستہ میں کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اس معتوب قافلہ کے ساتھ کوئی معاملہ کرے۔ اور ان کے ہاتھوں کسی کو روٹی اور پانی پینے کا حق نہیں ہے... (۲۰)

### اسلامی ثقافت کا احیائی

امام محمد باقر ؑ ان حالات میں حاکم کی سخت گیری اور ضرورت تقیہ کے باوجود۔ اس بات میں کامیاب ہو گئے کہ تعلیم و تربیت کے ذریعہ بہت ہی گہری بنیادوں پر بنی علمی تحریک بنائیں۔ انہوں نے آغاز ہی سے تشیع کی بنیادی اور با مقصد دعوت کی اشاعت کیلئے، وسیع پیمانہ پر کوشش شروع کی۔ اس دعوت کی وسعت اتنی تھی کہ شیعوں کے علاقہ جیسے مدینہ اور کوفہ کے علاوہ شیعہ فکر کے نفوذ کی قلمرو میں دوسرے نئے علاقوں کا بھی اضافہ ہوا۔ اس سلسلہ میں تمام جگہوں سے زیادہ خراسان کا نام لیا جاسکتا ہے۔ حج کے زمانہ میں عراق، خراسان اور دوسرے شہروں سے ہزاروں مسلمان آپ سے فتویٰ معلوم کرتے تھے۔ اور معارف اسلام کے ہر باب کے بارے میں آپ سے سوال کرتے تھے۔ ان بزرگ فقہاء کی طرف سے جو علمی اور فکری مکاتب سے وابستہ تھے، آپ کے سامنے دشوار گزار مسائل رکھے جاتے تھے تاکہ آپ الجھ جائیں اور لوگوں کے سامنے خاموش رہنے پر مجبور ہو جائیں۔

امام نے ان تمام مقامات پر تشیع کے ارکان کی تفصیلی توضیح کے ساتھ اس کے اعلیٰ صفات

کو محدود سطح اور گئے چنے افراد سے نکالا اور اسے آفاقی نکال کر مکتب کے مفاہیم کی نشر و اشاعت کے ذریعہ افراد کی پرورش کی اور حقیقی اسلام کو مجسم بنایا۔ چنانچہ بہت سے شہروں میں اس کا رد عمل ظاہر ہو گیا تھا۔

ان کاموں کی وجہ سے لوگ ان کے گرویدہ ہو گئے تھے اور آپ ﷺ نے قوم میں بہت زیادہ نفوذ پیدا کر لیا تھا۔ جبکہ خلافت بنی امیہ کے زمانہ میں قبیلہ مضر اور حمیر کے درمیان نسلی قتل کی آگ بھڑک رہی تھی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ دونوں قبیلوں کے درمیان امام ﷺ کے چاہنے والے تھے جیسا کہ باقاعدہ شیعہ کہے جانے والے شعراء جیسے فرزدق تمیمی مضری اور کسیت اسدی حمیری دونوں ہی امام۔ اور اہل بیت ﷺ کی دوستی میں متفق تھے۔

### اسلامی نظام کی تشکیل

امام محمد باقر ﷺ نے ضرورت کی وجہ سے معاشرہ پر مسلط حکومت سے لڑنے اور آمنے سامنے کی جنگ سے اجتناب کیا اور آپ نے زیادہ تر فکری اور ثقافتی کام کیا۔ جو نظریاتی تخم ریزی بھی تھی اور سیاسی تقیہ بھی۔ لیکن یہ حکیمانہ انداز اس بات کا سبب نہیں بنا کہ امام۔ تحریک امامت کی کلی سمت کو قریبی دوستوں اور سچے شیعوں کے لئے جو ان کے گرویدہ تھے، واضح نہ کریں۔ اور عظیم شیعہ مقصد کو۔ یعنی اسلامی نظام کو ناقابل اجتناب مبارزہ کے ذریعہ۔ ان کے دلوں میں زندہ نہ کریں۔ امام محمد باقر ﷺ کے امید افزا طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ آپ آئندہ کے لئے دل پسند نوید دیتے تھے جو چنداں دور بھی نہیں ہوتی تھی۔

راوی کہتا ہے: ہم ابو جعفر کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے ایک بوڑھا آدمی آیا، سلام کیا اور کہا کہ اے فرزند رسول خدا کی قسم میں آپ کا اور آپ کے چاہنے والوں کا دوست ہوں یہ دوستی دنیا کی لالچ میں نہیں ہے... میں نے آپ کے امر و نہی کو قبول کر لیا ہے اور میں اس انتظار

میں ہوں کہ آپ کی کامیابی کا زمانہ قریب آئے، کیا اب ہمارے لئے کوئی امید ہے؟ امام علیہ السلام نے اس بوڑھے آدمی کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور فرمایا اے پیر مرد کسی نے میرے والد علی ابن الحسین علیہ السلام سے یہی پوچھا تھا، میرے والد نے اس سے کہا تھا کہ "اگر اسی انتظار میں مر جاؤ گے تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، علی علیہ السلام، حسن علیہ السلام، حسین علیہ السلام اور علی بن الحسین کی بارگاہ میں پہنچو گے... اور اگر زندہ رہ جاؤ گے تو اسی دنیا میں وہ دن دیکھو گے کہ تمہاری آنکھیں روشن ہو جائیں گی اور اس دنیا میں ہمارے ساتھ ہمارے پہلو میں بلند ترین جگہ پاؤ گے..." (۲۱)

اس طرح کے بیانات اس کھٹن ماحول میں دل انگیز خواب کی طرح نظام اسلامی اور حکومت علوی کی تشکیل کے لئے شیعوں کے ستم رسیدہ دلوں میں امید کی کمرن اور متحرک کرنے والی لہر پیدا کرتے اور آئندہ کے لئے اس بات کو یقینی اور نہ ٹلنے والی صورت میں پیش کرتے تھے۔

امام علیہ السلام کی یہ روش اس بات کا نمونہ ہے کہ حضرت کا تعلق اپنے نزدیکی اصحاب سے کیسا تھا، اور یہ روش ایک دوسرے سے منظم اور مرتب رابطہ کی نشاندہی بھی کرتی ہے۔ یہی وہ حقیقت تھی جو خلافت کی مشینری کو رد عمل ظاہر کرنے پر ابھارتی تھی۔ ہشام کی خلافت کی مشینری جس کو بلاذری اموی خلفاء میں مقتدر ترین خلیفہ جانتا ہے۔ اگر امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ سختی سے پیش آتی تھی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی روش اور عمل میں ہشام اپنے لئے ایک قسم کی تہدید دیکھ رہا تھا اور آپ کا وجوہ اس کے لئے ناقابل تحمل تھا۔

یہ بات ناقابل تردید ہے کہ اگر امام محمد باقر علیہ السلام فقط علی زندگی میں سرگرم عمل رہتے اور تنظیم سازی کی فکر نہ کرتے تو خلیفہ اپنے لئے اس بات میں صلاح نہیں سمجھتا کہ وہ سخت گیری اور شدت کے ساتھ آپ کو سخت مقابلہ کے لئے بھڑکائے اور نتیجتاً آپ کے دوستوں اور معتقدین کو جن کی تعداد کم بھی نہ تھی۔ اپنے اوپر ناراض اور اپنی مشینری سے ناخوش کر لے۔

## امام محمد باقر علیہ السلام کے مکتب فکر کے پروردہ افراد

امام محمد باقر علیہ السلام کے مکتب فکر میں مثالی اور ممتاز شاگردوں نے پرورش پائی تھی ان میں سے کچھ افراد کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔

### ۱۔ ابان ابن تغلب:

ابان ابن تغلب نے تین اماموں کی خدمت میں حاضری دی تھی۔ چوتھے امام علیہ السلام، پانچویں امام علیہ السلام اور چھٹے امام علیہ السلام ابان اپنے زمانہ کی علمی شخصیتوں میں سے ایک تھے، تغیر حدیث، فقہ، قرأت اور لغت پر آپ کو تسلط حاصل تھا۔ ابان کی فقہی منزلت کی وجہ ہی سے امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ مدینہ کی مسجد میں بیٹھو اور لوگوں کے لئے فتویٰ دو تاکہ لوگ ہمارے شیعوں میں تمہاری طرح کے میرے پیروکار کو دیکھیں <sup>(۲۲)</sup> جب امام جعفر صادق نے ابان کے مرنے کی خبر سنی تو آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم ابان کی موت نے میرے دل کو مغموم کر دیا ہے <sup>(۲۳)</sup>

### ۲۔ زرارہ ابن أعین:

شیعہ علمائے امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق کے شاگردوں میں سے چھ افراد کو برتر شمار کرتے ہیں اور زرارہ ان میں سے ایک ہیں۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ اگر بربر ابن معاویہ، ابوبصیر، محمد ابن مسلم اور زرارہ نہ ہوتے تو آثار نبوت مٹ جاتے، یہ لوگ حلال و حرام خدا کے امین ہیں۔ <sup>(۲۴)</sup> اور پھر فرماتے ہیں: بربر، زرارہ، محمد ابن مسلم اور احوول، زندگی اور موت میں میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

### ۳۔ کسیت اسدی:

ایک انقلابی اور با مقصد شاعر تھے ان کی زبان گویا آپ کی شاعری دفاع اہل بیت علیہم السلام کے سلسلہ میں لوگوں کو جھنجھوڑنے والی اور (دشمنوں کو) اس طرح ذلیل کرنے والی تھی کہ دربار خلافت کی طرف سے مستقل موت کی دھمکی دی جاتی۔ کسیت امام محمد باقر علیہ السلام کے شیدائی تھے اور محبت کے اس راستہ میں انہوں نے اپنے کو فراموش کر دیا تھا ایک دن امام علیہ السلام کے سامنے امام کی مدح میں کہے جانے والے مناسب اشعار پڑھ رہے تھے کہ امام علیہ السلام نے کعبہ کی طرف

رخ کیا اور تین بار فرمایا: خدایا کسیت پر رحمت نازل فرما۔ پھر کسیت سے فرمایا اپنے خاندان سے میں نے ایک لاکھ درہم تمہارے لئے فراہم کئے ہیں۔

کسیت نے کہا "میں سیم و زر کا طالب نہیں ہوں فقط اپنا ایک پیراہن مجھے عطا فرمائیں۔ امام ؑ نے پیراہن ان کو دیدیا (۲۵)

### ۳۔ محمد بن مسلم فقیہ اہل بیت:

امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کے سچے دوستوں میں سے تھے آپ کو فہ کے رہنے والے تھے لیکن امام کے علم سے استفادہ کرنے کے لئے مدینہ تشریف لائے۔

عبداللہ ابن ابی یعفر بیان کرتے ہیں: "میں نے امام جعفر صادق سے عرض کیا کہ کبھی مجھ سے سوالات ہوتے ہیں جن کا جواب میں نہیں جانتا اور آپ تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔ آخر میں کیا کروں؟ امام ؑ نے محمد ابن مسلم کا نام بتایا اور فرمایا کہ: "ان سے کیوں نہیں پوچھتے؟" (۲۶)

کو فہ میں رات کے وقت ایک عورت محمد ابن مسلم کے گھر آئی اور اس نے کہا، میری بہو مر گئی ہے اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ موجود ہے ہم کیا کریں؟

محمد ابن مسلم نے کہا: "امام محمد باقر ؑ نے جو فرمایا ہے اس کے مطابق تو پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لینا چاہئے اور پھر مردہ کو دفن کر دینا چاہئے۔

پھر محمد ابن مسلم نے اس عورت سے پوچھا کہ میرا گھر تم کو کیسے ملا؟ عورت بولی: "میں یہ مسئلہ ابو حنیفہ کے پاس لے گئی انہوں نے کہا کہ میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا، لیکن تم محمد ابن مسلم کے پاس جاؤ اور اگر وہ فتویٰ دیدیں تو مجھے بھی بتا دینا ... (۲۷)

### شہادت کے بعد مبارزہ

امام محمد باقر ؑ کی رہبری کا ۱۹ سالہ زمانہ نہایت دشوار حالات اور ناہموار راہوں میں گذرا۔ آخر میں آپ کی کم مگر پر برکت عمر کے اختتام کا وقت آیا تو اس شعلہ و رمرکز کے گرم خاکستر سے

آپ نے اپنی آخری برق اموی سلطنت کی بنیاد پر گردای۔

امام نے اپنے بیٹے امام جعفر صادقؑ کو حکم دیا کہ ان کے پیسوں میں سے ایک حصہ (۸۰۰ درہم) دس سال کی مدت تک عزاداری اور ان پر گریہ کرنے میں صرف کریں۔ عزاداری کی جگہ میدان منی اور عزاداری کا زمانہ حج کا زمانہ ہے<sup>(۲۸)</sup> حج کا زمانہ دور افتادہ اور نا آشنا دوستوں کی وعدہ گاہ ہے۔ اگر کوئی پیغام ایسا ہو کہ جسے تمام عالم اسلام تک پہنچانا ہو تو اس سے بہتر موقع اور کوئی نہیں ہے۔ حج کے اعمال مسلسل چند دنوں تک متعدد مقامات پر انجام پاتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ مناسب جگہ منی ہے چونکہ عرفات سے واپسی پر حاجی تین راتوں تک وہاں ٹھہرتے ہیں، اس لئے آشنائی اور ہمدردی کے لئے سب جگہوں سے زیادہ موقع وہیں ملتا ہے۔ اور یہ طبعی بات ہے کہ اگر ان تین دنوں میں اس بیابان میں ہر سال مجلس عزابریا ہو تو ہر آدمی کی نظر اس پر پڑے گی اور آہستہ آہستہ لوگ اس سے آشنا ہو جائیں گے اور خود ہی سوال کرنا شروع کر دیں گے کہ "کئی برسوں سے مدینہ کے کچھ لوگ۔ وہ مدینہ جو مرکز اسلام اور مرکز صحابہ ہے۔ حج کے زمانہ میں منی میں مجلس عزابریا کرتے ہیں وہ بھی عالم اسلام کی بلند شخصیت محمد ابن علی ابن الحسین کے لئے تو کیا ان کی موت طبعی نہ تھی؟ ان کو کس نے قتل کیا یا زہر دیا ہے؟ اور کیوں؟ آخر انہوں نے کیا کہا اور کیا کیا؟ کیا اس کا کوئی سبب تھا اور ان کی کوئی دعوت تھی؟ کیا ان کا وجود خلیفہ کے لئے خطرہ کا باعث تھا؟ دسیوں ابہام اس کے پیچھے دسیوں سوالات اور جستجو والی باتیں اور پھر صاحبان عزایا اطلاع رکھنے والے ان لوگوں کی طرف سے، جو اس پر اگندہ جمعیت میں شریک تھے، جوابات کا ایک سیلاب۔

یہ تھا امام محمد باقرؑ کا کامیاب نقشہ، شہادت کے بعد جہاد کا نقشہ اور یہ ہے اس پر برکت زندگی کا وجود جن کی موت اور زندگی خدا کے لئے ہے۔

## امام کی شہادت

۷ ذی الحجہ ۱۱۲ھ ق کو ۵۷ برس کی عمر میں ظالم اموی بادشاہ ہشام بن عبد الملک کے ہاتھوں سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام مسموم اور شہید ہوئے <sup>(۲۹)</sup> شہادت کی رات آپ نے اپنے فرزند حضرت جعفر ابن محمد سے فرمایا کہ "میں آج کی رات اس دنیا کو چھوڑ دوں گا۔ میں نے ابھی اپنے پدر بزرگوار کو دیکھا ہے کہ وہ خوشگوار شربت کا جام میرے پاس لاتے ہیں اور میں نے اس کو پیا اور انہوں نے مجھے سرائے جاوید اور دیدار حق کی بشارت دی۔

امام جعفر صادق نے اس خداداد علم کے دریائے بیکراں کے تن پاک کو امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور امام زین العابدین کے پہلو میں قبرستان بقیع میں سپرد خاک کیا <sup>(۳۰)</sup>

### سوالات:

- ۱۔ امام محمد باقر ؑ کس تاریخ کو پیدا ہوئے اور آپ نے اپنے جد حسین بن علی۔ اور اپنے پدر گرامی قدر امام زین العابدین کے ساتھ کتنے دنوں تک زندگی بسر کی؟
- ۲۔ امام محمد باقر ؑ کے بارے میں پیغمبر ﷺ کی کیا پیشین گوئی تھی؟
- ۳۔ اخلاق امام محمد باقر ؑ میں سے ایک نمونہ بیان فرمائیے
- ۴۔ کن کن اموی خلفاء کے زمانہ میں امام ؑ تھے اور امام ؑ کے بارے میں انکی عمومی روش کیا تھی؟
- ۵۔ خلافت ہشام کے بارے میں امام ؑ کا موقف بیان کیجئے۔
- ۶۔ اسلامی تہذیب و ثقافت کے احیاء میں امام محمد باقر ؑ کی کیا خدمات تھیں؟
- ۷۔ اسلامی تہذیب و ثقافت کی نشر و اشاعت جو خلیفہ کے غیظ و غضب کو بھڑکانے کا اصلی سبب تھی، اس میں امام کی اہم ترین فعالیت کیا تھی؟
- ۸۔ امام محمد باقر ؑ کے مکتب فکر کے تین اصحاب اور شاگردوں کا نام بتائیے
- ۹۔ حضرت امام محمد باقر ؑ کس تاریخ کو اور کیسے شہید ہوئے؟

## حوالہ جات

- ۱ مصباح المتعجب شیخ طوسی / ۵۵۷، بحار الانوار لد ۳۶ / ۲۱۳۔
- ۲ کافی جلد ۱ / ۳۶۹ "کانت صديقه لم تدرك في آل الحسن امرأة مثلها"۔
- ۳ امالی شیخ صدوق / ۲۱۱، بحار الانوار جلد ۳۶ / ۲۲۳۔
- ۳ امالی شیخ طوسی / ۲۶۱، بحار الانوار جلد ۳۶ / ۲۳۳۔ ۲۳۳ اختصار کے ساتھ۔
- ۵ ارشاد مفید / ۲۶۳، بحار جلد ۳۶ / ۲۸۷، مناقب جلد ۳ / ۲۰۱۔
- ۶ علل الشرائع جلد ۱ / ۲۲۲، بحار جلد ۳۶ / ۲۲۵۔
- ۷ ارشاد مفید / ۳۶۳ مطبوعہ بصیرتی قم۔
- ۸ ارشاد مفید / ۲۶۳، بحار جلد ۳۶ / ۲۸۹، ۲۸۶۔
- ۹ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ / ۱۹۷، بحار جلد ۳۶ / ۲۸۹۔
- ۱۰ الصواعق المحرقة / ۱۲۰۔
- ۱۱ مناقب جلد ۳ / ۱۹۵، بحار جلد ۳۶ / ۲۹۳۔ ۲۹۵۔
- ۱۲ مروج الذهب جلد ۳ / ۱۵۷۔
- ۱۳ سیاست میں خشونت اور سختی کے لئے کنایہ ہے۔
- ۱۳ مروج الذهب ۳ / ۱۶۰۔ ۱۶۱۔
- ۱۵ کامل ابن اثیر جلد ۳ / ۵۷۷۔
- ۱۶ تاریخ سیاسی اسلام جلد ۱ / ۳۲۳۔
- ۱۷ العقد الفرید جلد ۵ / ۱۷۶۔
- ۱۸ تاریخ سیاسی اسلام جلد ۱ / ۳۳۱۔
- ۱۹ ناقب ابن شہر آشوب ج ۳ / ۱۸۹ "ایہا الناس این تذهبون و این یراد بکم؟ بنا ہدی اللہ اولکم و بنا یختم آخرکم فان یکن لکم ملک معجل" فانّ لنا ملکا موجلاً و لیس من بعد ملکنا ملکٌ لانا اهل العاقبہ، یقول اللہ تعالیٰ " و العاقبة للمتقين"۔
- ۲۰ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ / ۱۹۰، بحار جلد ۳۶ / ۳۱۲، دلائل الامامہ للطبری / ۱۰۸۔

٢١. بحار الانوار جلد ٣٦ / ٣٦١ - ٣٦٢

٢٢. جامع الرواة جلد ١ / ٩، معجم رجال الحديث جلد ١ / ١٣٤ -

٢٣. جامع الرواة جلد ١ / ٩، معجم الرجال الحديث جلد ١ / ١٣٤ -

٢٣. جامع الرواة جلد ١ / ١٤١ -

٢٥. سفينة البحار جلد ٢ / ٣٩٦، مناقب ابن شهر آشوب جلد ٣ / ١٩٤ -

٢٦. جامع الرواة ٢ / ١٦٣ -

٢٤. رجال كشي / ١٦٢ چاپ دانشگاه مشهد -

٢٨. بحار الانوار جلد ٣٦ / ٢١٥، ٢٢٠ "عن ابي عبدالله قال : قال لي ابي: يا جعفر اوقف لي من مالي كذا و كذا

النوادب تند بني عشر سنين بمني ايام مني" -

٢٩. بحار الانوار جلد ٣٦ / ٢١٤ -

٣٠. بحار الانوار جلد ٣٦ / ٢١٣ - ٢١٥ -

نواں سبق:  
امام جعفر صادق ؑ کی سوانح عمری

Presented By: <https://jafrilibrary.com>

## ولادت

آسمان ولایت کے چھٹے ستارے حضرت جعفر ابن محمد (علیہما السلام) ۱۷ ربیع الاول کو اپنے جد بزرگوار، رسول خدا کی ولادت کے دن، ۸۶ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی مشہور ترین کنیت "ابو عبد اللہ" اور معروف ترین لقب "صادق" تھا<sup>(۱)</sup> پدر بزرگوار امام محمد باقر۔ اور مادر گرامی فروہ بنت قاسم ابن محمد بن ابی بکر تھیں۔ جو امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول کے مطابق پرہیزگار، با ایمان اور نیکو کار خواتین میں سے تھیں<sup>(۲)</sup> آپ کی عمر مبارک ۶۵ سال تھی، ۱۲ سال آپ نے اپنے جد امام زین العابدین علیہ السلام کی آغوش محبت میں اور ۹ سال اپنے پدر گرامی امام محمد باقر کے ساتھ گزارے آپ کی امامت کا زمانہ ۳۳ سال ۱۱۳ھ ق سے ۱۳۸ھ تک رہا

(۲)

## امام کی پرورش کا ماحول

امام نے اپنی زندگی کا نصف زمانہ اپنے جد بزرگوار اور پدر عالی قدر کی تربیت میں گزارا۔ یہ قیمتی زمانہ آپ کے لئے ایسے بلند درجہ اور خاندان وحی سے علم و دانش اور فضیلت و معرفت الہی کے کسب کا بہترین موقع تھا۔ امام بچپن ہی سے رنج و مصائب کے ساتھ غمزدہ خاندان میں پل کمر بڑے ہوئے۔ امام زین العابدین علیہ السلام کے خاندان جیسا کوئی ہی گھرانہ ملے گا جس نے ایسے مصائب و آلام اور روحانی

درد و الم کو دیکھا ہو۔ امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی شہادت کی جاں گدازیا، معصوم بچوں اور اہل بیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اشکوں نے امام سجاد علیہ السلام کے خاندان کے تمام افراد کو ماتم اور دائمی رنج و غم میں مبتلا کر رکھا تھا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایسے گھرانے میں آنکھیں کھولیں۔ اور جیسے جیسے بڑے ہوتے گئے، اپنے زمانہ کے سیاسی و اجتماعی حالات سے آشنا ہوتے گئے۔ اور آپ کی آنکھوں کے سامنے نئے نئے افق کے دروازے کھلتے گئے۔

آپ بہت قریب سے دیکھ رہے تھے کہ آپ کے جد و پدر کے ایک ایک عمل اور آپ کے گھر آنے جانے والے لوگوں کی اموی مشینری نگرانی کر رہی ہے، اور یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ آپ کے اصحاب کتنی زحمت اور دشواری کے ساتھ آپ سے ملاقات کر پاتے ہیں۔

دوسری طرف، دادا اور پدر بزرگوار کے پاس تشنگان علوم کے، اگرچہ محدود تعداد میں، آنے جانے سے، مختلف علوم اسلامی اور علمی و فقہی بحثوں کا آپ نے مشاہدہ کیا تھا، اصول امامت کو مستحکم بنانے، احکام کو بیان کرنے، اسلام کی اصلی تہذیب کی نشرو اشاعت اور اہل بیت کی روش پر قرآن کی تفسیر کی راہ میں اپنے والد کی کوششوں اور دشواریوں کا آپ نزدیک سے مشاہدہ فرما رہے تھے اور خاندان کے بڑے بیٹے کے عنوان سے ان تمام کاموں میں شریک تھے۔

### امام کا اخلاق اور انکی سیرت

امام جعفر صادق علیہ السلام اسلامی اخلاق اور انسانی فضائل کا مکمل نمونہ تھے۔ جیسا کہ آپ نے خود اپنے پیروکاروں سے فرمایا: "کونوا دعاة الناس بغير السننتکم" <sup>(۶)</sup> لوگوں کو بغیر زبان کے (اپنے عمل سے) دعوت دو زندگی کے تمام پہلوؤں میں اسلام کی روشنی کا درس پہنچانے کے لئے آپ کی پوری زندگی وقف تھی۔

اب ہم آپ کے اخلاق و سیرت کے چند نمونوں کی طرف اشارہ کریں گے۔ اس امید کے

ساتھ کہ آپ کے راستہ پر چلنے والوں اور آپ کے مکتب کی نگہبانی کرنے والوں کے لئے نمونہ قرار پائیں۔

### الف۔ حلم و بردباری

حفص بن ابی عائشہ سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے خدمت گزار کو کسی کام کے لئے بھیجا۔ لیکن جب دیر ہو گئی تو آپ خود ہی اس کام کے لئے نکل پڑے۔ غلام کو آپ نے دیکھا کہ ایک گوشہ میں سو رہا ہے آپ اس کے سرہانے بیٹھ کر اس کو پنکھا جھلنے لگے۔ غلام جب بیدار ہوا تو آپ نے اس سے صرف اتنا کہا کہ "یہ مناسب نہیں ہے کہ انسان دن میں بھی سوتے اور رات میں بھی، رات تمہارے لئے ہے لیکن دن ہمارے لئے ہے" <sup>(۵)</sup>

### ب۔ عفو اور درگزر

امام جعفر صادق علیہ السلام کو کسی نے خبر دی کہ آپ کے فلاں پچازاد بھائی نے لوگوں کے درمیان آپ کو بہت برا بھلا کہا ہے۔ آپ اٹھے، وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی اور نماز کے بعد آپ نے رقت قلب سے فرمایا: "خدا یا میں نے اپنا حق ادا کر دیا، تیرا جو دو کرم سب سے زیادہ ہے تو اس سے درگزر کر اور اس کے اعمال کا مواخذہ نہ کر" <sup>(۶)</sup>

### ج۔ حاجت مندوں کی مدد

ابو جعفر شعمی نقل کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک تھیلی جس میں پچاس دینار تھے، ایک شخص کو دینے کے لئے مجھے دی اور آپ نے تاکید کی کہ میرا نام نہ بتانا جب میں نے تھیلی اس آدمی کو دی تو اس نے شکر یہ ادا کیا اور کہا: یہ کس کی طرف سے ادا آئی ہے۔ وہ کون شخص ہے جو چند دنوں کے بعد ایک باریہ ادا میرے پاس بھیج دیتا ہے جس سے ایک سال کا میرا خرچ چل جاتا ہے، لیکن اس کو امام صادق علیہ السلام سے گلہ تھا کہ آپ قدرت رکھتے ہوئے بھی ہماری مدد نہیں

کرتے" (۷)

### د۔ امام۔ اور زراعت

ابو عمرو شیبانی نقل کرتے ہیں کہ: "امام جعفر صادق علیہ السلام کو میں نے دیکھا کہ موٹا اور کھردرا لباس پہنے ہوئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ پسینہ بہ رہا ہے، اور بیچلے لے کر کھیت میں کام کر رہے ہیں میں نے عرض کی: "میں آپ پر قربان ہو جاؤں، بیچلے مجھے دیدیں تاکہ آپ کی بجائے میں کام کروں آپ نے فرمایا "مجھے یہ پسند ہے کہ انسان حصول معاش کے لئے گرمی کی تکلیف برداشت کرے" (۸)

### امام کی شخصیت و عظمت

امام جعفر صادق علیہ السلام کی عظمت اور شخصیت کو نمایاں کرنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ آپ کا سخت ترین دشمن، منصور دوانقی جب آپ کی خبر شہادت سے مطلع ہوا تو اس نے گریہ کیا اور کہا "کیا جعفر ابن محمد کی نظیر مل سکتی ہے؟" (۹)

مالک ابن انس۔ جو کہ اہل سنت کے چار اماموں میں سے ایک ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: جعفر ابن محمد کے جیسا نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں یہ بات آئی کہ علم و عبادت و پرہیزگاری کے اعتبار سے جعفر بن محمد سے برتر بھی کوئی ہوگا (۱۰) ابن ابی العوجاء۔ اس زمانہ کے مادہ پرستوں کا امام۔ امام کی شخصیت کا اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے "یہ (امام صادق) بشر سے بالاتر ہیں اگر زمین پر کسی روحانی کا وجود ہو سکتا ہے اور وہ بشر کی صورت میں جلوہ گر ہو تو وہ جعفر ابن محمد ہیں

" (۱۱)

## امام کا علمی مقام

امام جعفر صادق علیہ السلام کی بلند ترین علمی شخصیت اور ان کے علوم کا آوازہ اس زمانے کے معاشرہ میں اتنا پھیلا کہ علمی محافل اور فضل و دانش کی مجالس میں نہایت عظمت و احترام کے ساتھ آپ کو "صادق آل محمد" کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ دوست اور دشمن ہر ایک نے آپ کے علمی مقام کی برتری کے بارے میں زبان کھولی۔

ابو حنیفہ۔ اہل سنت حنفی مسلک کے امام فرماتے ہیں کہ "میں نے جعفر ابن محمد سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں دیکھا ایک دن منصور کے حکم کے مطابق میں نے چالیس فقہی مسائل تیار کئے تاکہ خلیفہ کے سامنے کسی جلسہ میں آپ سے سوال کروں، سوالات ہو جانے کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان میں سے ایک ایک سوال کے موارد اختلاف کے بارے میں ایسا کامل جواب دیا کہ سب نے اعتراف کر لیا کہ اختلاف آراء کے بارے میں آپ سب سے زیادہ علم و آگہی رکھتے ہیں <sup>(۱۲)</sup> ڈاکٹر عبدالقادر محمود۔ مصری دانشمند اور صاحب قلم، "الامام الصادق رائد السنۃ و الشیعہ"۔ نامی کتاب کے مؤلف اپنی کتاب کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں "امام جعفر صادق علیہ السلام اہل سنت اور شیعہ دونوں کے مرجع ہیں، آپ علیہ السلام کی عظمت کے لئے یہی کافی ہے کہ آپ علیہ السلام فقہ کے ائمہ ابو حنیفہ اور مالک اور کیمیا کے ماہر جابر بن حیان کے استاد ہیں، اور ان کا وجود ایک مکتب اور مذہب سے مخصوص نہیں ہے بلکہ سب سے متعلق ہے۔"

## امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہم عصر زماں داران حکومت

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ۱۱۳ھ ق ہیں امت کی رہبری کی ذمہ داری اپنے ہاتھوں میں لی۔ چند خلفاء بنی امیہ و بنی عباس آپ کے ہم عصر تھے۔ خلفاء بنی امیہ میں سے ہشام بن

عبدالملک ولید بن یزید، یزید بن ولید، ابراہیم ابن ولید اور مروان حمار اور خلفاء بنی عباس میں سے ابوالعباس سفاح اور منصور دو انقی آپ کے ہم عصر تھے۔

### بنی امیہ کے جرائم

۳۰ھ ق۔ امیر المؤمنین کی شہادت کے بعد معاویہ کے ہاتھوں میں زمام حکومت آنے سے لے کر ۱۳۲ھ ق تک۔ جو بنی امیہ کی حکومت کے ختم ہونے کا زمانہ ہے۔ دنیائے اسلام عملی طور پر بنی امیہ کے قبضہ میں تھی۔ تقریباً ایک صدی تک امویوں کی حکومت تاریخ اسلام کے ادوار میں سیاہ ترین حکومت تھی، اس زمانہ میں اسلام اور مسلمان بنی امیہ کے ہاتھوں کا کھلونہ تھے۔ مسلمان، خاص کر خاندان نبوت کے پیرو شدت، سختی اور گھٹن میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ امیر المؤمنین علیؑ کیلئے ناروا الفاظ استعمال کرنا بنی امیہ کے منصوبوں میں سرفہرست تھا۔ کربلا کا خونین حادثہ اور سید الشہداء حسینؑ ابن علیؑ کی شہادت اس گروہ کے جرائم کا اوج شمار کیا جاتا ہے۔ کربلا کے قتل عام کے بعد بھی بہت سے بزرگ شیعہ اور علویوں کو اہل بیت کے طرف دار ہونے کے جرم میں یا تو قتل کر دیا گیا یا کئی سال تک تاریک اور خوفناک قید خانوں میں نہایت بری حالت میں رکھا گیا۔

ولید ابن عبدالملک نے حکومت حاصل کر لینے کے بعد اپنی پہلی تقریر میں کہا "جو بھی ہمارے سامنے سرکشی کرے گا ہم اس کو قتل کر دیں گے اور جو سکوت اختیار کرے گا۔ سکوت کا درد اسے مار ڈالے گا" (۱۳) بنی امیہ ملحد اور خدا سے غافل تھے انہوں نے ابتداء ہی سے دین اسلام اور پیغمبر اکرم ﷺ سے دشمنی کر رکھی تھی۔ بعد کے واقعات اور بدرواحد وغیرہ کی جنگ پیغمبر ﷺ، امیر المؤمنین ﷺ اور آپ کے خاندان کے بارے میں کینہ میں شدت کا باعث بنی اور بعد میں جب بھی موقع ملا انتقاماً اسلام

اور امت اسلامی کو ختم کرنے میں کسی بھی فریب و جرم کو فروگذاشت نہیں کیا گیا

### بنی امیہ کی حکومت ختم ہونے کے وجوہات

تاریخ میں خاندان بنی امیہ کے خلاف عراق، ایران، اور شمالی افریقہ کے مسلمانوں کے قیام کے اسباب بہت پھیلے ہوئے ہیں ہم ان وجوہات میں سے صرف ان تین وجوہات کو جو تمام وجوہات سے زیادہ امویوں کے تخت و تاج کو بربادی کے تیز اور تند طوفانوں تک لے گئیں، ذکر کر رہے ہیں۔

### ۱۔ ائمہ ؑ کا مسلسل جہاد اور انکی پھیلانی ہوئی روشنی:

اس میں کوئی رشک نہیں کہ ائمہ اور ان کے اصحاب کی پھیلانی ہوئی روشنی اور ان کے مبارزہ خصوصاً واقعہ کربلا نے حکومت بنی امیہ کے خلاف نفرت اور شورش پھیلانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہو: امام جعفر صادق ؑ نے اپنی پوری زندگی۔ منجملہ ان کے ان برسوں میں جب بنی امیہ حکومت کر رہے تھے۔ جہاں تک بنی امیہ کی نگرانیوں اور پابندیوں نے اجازت دی آپ جہاد کرتے رہے اور ظلم و ستم کے خلاف جنگ میں مصروف رہے۔

ہشام کی حکومت کے زمانہ میں ایک سال جب امام جعفر صادق ؑ اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ حج کو تشریف لے گئے تھے۔ حجاج کے عظیم اجتماع میں آپ نے تقریر کی اور اس تقریر میں اہل بیت ؑ کی امامت و رہبری کے بارے میں فرمایا:

"حمد و شکر اس خدا کا جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا اور ہم کو ان کے ذریعہ کرامت بخشی ہم لوگوں کے درمیان خدا کے منتخب بندے ہیں۔ نجات وہ پائے گا جو ہمارا پیرو ہے اور بد نصیب و تیرہ بخت وہ ہے جو ہم سے دشمنی کرتا ہے کچھ لوگ

زبان سے ہماری دوستی کا اظہار کرتے ہیں لیکن دل سے ہمارے دشمن کے دوست ہیں" (۱۴)

اس تقریر کی وجہ سے ہشام نے حاکم مدینہ کو حکم دیا کہ ان دونوں بزرگواروں کو شام بھیج دو۔ امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام دمشق پہنچے اور اموی خلیفہ کا برتاؤ دیکھا <sup>(۱۵)</sup>

## ۲۔ اقتصادی دباؤ:

پیداوار اور درآمد میں اضافہ کے امکانات پیدا کرنے کی بجائے حکومت اموی ٹیکس اور خراج وغیرہ وصول کرنے پر زیادہ زور دیتی تھی۔ بہر حال وہ خلیفہ جس کے ہاتھ میں اقتدار آتا تھا وہ پہلے کی مقدار کو اور بھی بڑھا دیتا تھا۔ انہوں نے تمام کسانوں اور کھیتی کرنے والوں کو مجبور کیا کہ قانونی ٹیکس دینے کے علاوہ ساسانیوں کی طرح "نوروز کا ہدیہ" کے نام سے کچھ مزید مال ان سے وصول کریں پہلا شخص جس نے اس کو قانونی شکل دی وہ معاویہ تھا اور صرف کوفہ اور اس کے اطراف کا ایک سال کا ہدیہ نوروز ایک کمرور ۳۰ لاکھ درہم سے زیادہ تھا۔ اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دوسری جگہوں، جیسے ہرات، خراسان وغیرہ، کا ہدیہ کتنا رہا ہوگا <sup>(۱۶)</sup> تمام جگہوں کی اقتصادی طور پر بری حالت تھی خاص کر عراق، جو بنی امیہ کے بڑے بڑے مالداروں کے رہنے کی جگہ اور زرخیز اور پر برکت علاقہ تھا جو زیادہ تر خلیفہ یا حکومت کے سرکردہ افراد کے لئے مخصوص تھا۔ زامداران حکومت اور ان کے اردگرد رہنے والوں کی لالچی طبیعت نے وسیع و عریض اسلامی ملک کی عجیب حالت بنا رکھی تھی <sup>(۱۷)</sup> عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں کچھ دباؤ کم ہوا اور مالیات کے مشکلات حل ہوئے لیکن عمر ابن عبدالعزیز کے بعد حالات نے پلٹا کھایا اور پھر وہی صورت حال پیدا ہو گئی اور بحرانی حالت بڑھتی ہی رہی۔

## ۳۔ غیر عرب کو نظر انداز کرنا:

بنی امیہ کی حکومت عربیت کی بنیاد پر قائم ہوئی تھی انہوں نے تمام عہدے عربوں کو دے

رکھے تھے اور اسلام کے دوسرے گروہ کو "موالی" (۱۸) کے نام سے پکارتے تھے، نہ صرف یہ کہ ان کو حکومت کے عہدوں سے محروم کر رکھا تھا بلکہ ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ جو غیر عرب تھا اس کو بصرہ سے نکال دیا گیا تھا۔ یہ پناہ گزین اپنے مظاہرہ میں "وا محمداه و احمداه" کا نعرہ لگاتے تھے اور وہ نہیں جانتے تھے کہ کہاں جا کر پناہ لیں۔ (۱۹) کچھ کہتے تھے کہ: تین چیزوں گدھا، کتا اور موالی، سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (۲۰)

ایک دن معاویہ موالی کی بڑھتی ہوئی تعداد سے غصہ میں آیا اور اس نے ارادہ کیا کہ ان میں سے آدھے کو تہ تیغ کر دے لیکن "احنف" نے اس اقدام سے اسے روکا (۲۱) جب کوئی عرب نادامی سامان خرید کر واپس آتا تھا اور راستہ میں کسی عجمی کو دیکھ لیتا تو وہ اپنے سامان کو زمین پر رکھ دیتا تھا، اب عجمی کا فریضہ تھا کہ وہ اس کو گھرتک پہنچائے (۲۲) ان وجوہات اور دوسرے وجوہات کی بنا پر حکومت اموی کے خلاف یکے بعد دیگرے شورشیں اور ہنگامے برپا ہوئے اور ہر ایک پر یہ بات روشن ہو گئی کہ سوائے حکمرانی اور تسلط حاصل کرنے کے امویوں کا اور کوئی دوسرا مقصد نہیں ہے۔

اس بغاوت کے دور میں لوگ اس طرح اٹھ کھڑے ہوئے کہ ملک کا کنٹرول ان کے ہاتھوں سے نکل گیا اور مروان حمار۔ آخری اموی خلیفہ کے زمانہ میں ملک کی حالت ایسی خراب ہو گئی تھی کہ اب دھماکہ ہونے ہی والا تھا۔ دوسری طرف لوگوں نے یہ جان لیا تھا کہ خاندان پیغمبر ﷺ کے افراد جو اسلامی معاشرہ میں محبوب ترین لوگ ہیں اور عدالت و تقویٰ کا نمونہ شمار کئے جاتے تھے۔ اور صرف یہی محکم اور قابل اطمینان مرکز ہیں کہ جن کو سامنے لائے بغیر نجات کا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ درحقیقت اہل بیت امت اسلامی کا محور اور مرجع تھے جو سب کے جسم میں زندگی کی روح پھونک رہے تھے۔

اسی وجہ سے تمام تحریکیں اور انقلابات "رضائے آل محمد" کے نعرہ کے ذریعہ ایران، عراق اور شمالی افریقہ میں (۲۳) رشد کی منزل تک پہنچے اور آخر کار نوے ۹۰ سالہ حکومت بنی امیہ کا خاتمہ

کر دیا۔

## امام۔ اور تحریکوں کا رابطہ

انقلاب کے شروع میں تمام آنکھیں امام جعفر صادق علیہ السلام پر لگی ہوئی تھیں اس لئے کہ ان سے زیادہ مناسب کوئی اور نہ تھا جن کو لوگ پہچانتے ہوں، لیکن امام۔ چونکہ لوگوں کی نیتوں اور ان کے ضمیر سے آگاہ تھے اس لئے آپ نے پہلے ہی دن سے موافقت کا اظہار نہیں کیا ہر چند کہ آپ نے اختلاف بھی نہیں کیا۔ امام۔ جانتے تھے کہ ہر قیام اگرچہ "رضائے آل محمد" کے نام پر ہو رہا ہے لیکن اس کا مقصد کچھ اور ہی ہے کامیابی کے بعد انقلاب کے رخ کو موڑ کر وہ لوگ اپنے مقاصد کے لئے انجام کو پہنچائیں گے اور اس حقیقت کو امام۔ کے ارشادات سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ عبداللہ ابن حسن نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے خواہش ظاہر کی وہ دعوت میں پیشقدمی کرنے والے سفاح اور منصور کے ساتھ ہو جائیں آپ نے فرمایا: ان دونوں کی نیت صاف نہیں ہے، تمہارے اور ہمارے نام سے "رضائے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کے نعرہ کے سایہ میں انہوں نے ایک تحریک چلا رکھی ہے لیکن نتیجہ کے موقع پر تم کو اور تمہارے دونوں بیٹوں کو پیچھے دھکیل کر اپنے کو لوگوں کے حکمران کی حیثیت سے پہنچوانیں گے (۲۴)

۲۔ سدید صیرفی کی دعوت میں تعاون کرنے کے جواب میں بھی امام۔ نے فرمایا: "میں ان لوگوں میں اخلاص نہیں دیکھ رہا ہوں" (۲۵)

۳۔ ابو مسلم خراسانی نے، جس نے عباسیوں کو حکومت تک پہنچایا، ایک خط میں امام جعفر صادق علیہ السلام کو لکھا "میں لوگوں کو اہل بیعت کی دوستی کی طرف دعوت دیتا ہوں کیا آپ اس بات کی طرف مائل ہیں کہ میں آپ کی بیعت کروں؟ امام۔ نے جواب دیا "نہ تم ہمارے مکتب کے آدمی ہو اور نہ زمانہ ہمارا زمانہ ہے" (۲۶)

### بنی عباس کا زمانہ

بنی عباس "عبدالمطلب ابن عباس" پیغمبر ﷺ کے چچا کی اولاد سے تھے انہوں نے شروع میں سیدالشہداء ﷺ کے خون کے انتقام اور خوشنودی آل محمد ﷺ اور امویوں کے ظلم و ستم سے نمٹنے کے نام پر لوگوں کو اپنے اردگرد جمع کیا اور ایرانی، جو اولاد علیؑ سے محبت کرتے تھے ان سے فائدہ اٹھایا اور انہوں نے بنی امیہ سے جنگ کی تاکہ امویوں سے حکومت لے کر جو اس کا حقدار ہے اس کے حوالے کر دیں گے اور انجام کار انہوں نے ابو مسلم خراسانی اور ایرانیوں کی مدد سے، جو ان کے اردگرد جمع تھے بنی امیہ کو درمیان سے نکال باہر کر دیا۔ لیکن خلافت کو امام وقت جعفر بن محمد کے حوالے کرنے کے بجائے خود ہی اس پر قبضہ کر لیا (۲۷) آغاز میں بنی عباس نے اسلام کو ظاہر کر کے اس عنوان سے کہ "ہم آل پیغمبر ﷺ ہیں" یہ کوشش کی کہ اپنے کو رسول ﷺ خدا کا حقیقی وارث اور خلافت کے لئے نہایت موزوں ظاہر کریں۔ اور چونکہ وہ دوسروں کی بہ نسبت یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ اس منصب کے لائق نہیں ہیں۔ اس لئے محض اقتدار کے ہاتھ میں آتے ہی، سابقہ ظالموں کی طرح انہوں نے بھی اپنی سلطنت کی حفاظت کیلئے امام جعفر صادق ﷺ اور ان کے چاہنے والوں پر سختی اور دباؤ ڈالنا شروع کر دیا اور ہر ممکن کوشش کی کہ معاشرہ کو خاندان نبوت ﷺ سے دور ہی رکھا جائے تاکہ جس حکومت کو خاندان پیغمبر ﷺ کے نام سے اسلام کا اظہار کر کے حاصل کیا ہے کہیں وہ ہاتھ سے نکل نہ جائے۔

بنی عباس کے پہلے خلیفہ سفاح نے چار سال تک اور دوسرے خلیفہ منصور نے ۲۲ سال تک یعنی امام جعفر صادق ﷺ کی شہادت کے دس سال بعد تک اقتدار کو اپنے ہاتھ میں رکھا۔

امام نے اس تمام مدت میں خصوصاً منصور کے دور حکومت میں بڑی دشواری اور پریشانی میں زندگی گزاری اگرچہ آپ ﷺ کو حکومت کی سختی اور پابندی کی وجہ سے سچے اسلام کے خدوخال کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کا موقع نہیں ملا۔ لیکن مناسب حالات میں حکام وقت پر اعتراض اور

ان کو ٹوکنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ جب منصور نے ایک خط کے ذریعہ چاہا کہ آپ ﷺ اس کو نصیحت کریں تو آپ نے اس کے جواب میں لکھا "جو دنیا کو چاہتا ہے وہ تم کو نصیحت نہیں کر سکتا اور جو آخرت کو چاہتا ہے وہ تمہارا ہم نشین نہیں ہو سکتا" (۲۸) ایک دن منصور کے چہرہ پر ایک مکھی بیٹھ گئی ایسا بار بار ہوتا رہا یہاں تک کہ منصور تنگ آگیا اور اس نے غصہ میں امام۔ جو وہاں تشریف فرما تھے سے پوچھا کہ "خدا نے مکھی کو کیوں پیدا کیا ہے؟ امام نے فرمایا: "تاکہ جو جابر ہیں انہیں ذلیل اور رسوا کرے" (۲۹) امام جعفر صادق ﷺ نے ہر ممکن صورت میں اپنے بصیرت افروز بیانات میں ولی امر اور اسلام کی باگ ڈور سنبھالنے والوں کے شرائط کو بیان فرمایا اور حکومت بنی عباس کے اصلی چہرہ اور اس کی شکل و صورت کو واضح کر دیا۔

ایک دن آپ کے ایک صحابی نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے کچھ پیروکار تنگدستی میں گذر بسر کر رہے ہیں ان کو یہ پیشکش ہوئی ہے کہ ان (بنی عباس) کے لئے گھر بنائیں نہریں کھودیں اور اس طرح اجرت حاصل کریں، یہ کام آپ کی نظر میں کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ ان کے لئے ایک گمراہی بھی ڈالوں یا ایک خط بھی کھینچوں چاہے وہ اس کے لئے کتنے ہی پیسے کیوں نہ دیں اس لئے کہ جو لوگ ظالموں کی مدد کرتے ہیں، قیامت میں آگ کے شعلے ان کو اپنے گھیرے میں لئے رہیں گے یہاں تک کہ خدا بندوں کے درمیان فیصلہ کرے" (۲۹)

### امام جعفر صادق ﷺ کا اصلاحی منصوبہ

بحرانی حالات اور آپس کی رسہ کشی اور مخالفوں سے جنگ، نیز وہ حالات جو امام محمد باقر ﷺ نے پہلے سے سازگار کر رکھے تھے یہ سب مل کر اس بات کا سبب بنے کہ امام جعفر صادق ﷺ وہی سچے مظہر امید قرار پائیں جن کا انتظار شیعوں نے مدتوں کیا تھا۔ اور وہی "قیام کرنے والا" ٹھہریں جو

اپنے اسلاف کے طولانی مجاہدات کو نتیجہ تک پہنچانے گا۔ یہاں تک کہ کبھی امام محمد باقرؑ کی صراحت بھی اس آرزو کی پرورش میں موثر رہی ہے۔

جابر ابن یزید نقل کرتے ہیں: کسی نے امام محمد باقرؑ سے ان کے بعد قیام کرنے والے کا نام پوچھا تو امام نے ابو عبد اللہ (امام جعفر صادق) کے شانہ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: "بخدا یہ ہے آل محمد کا قیام کرنے والا" (۳۰) "قیام" ائمہ اور شیعوں کے عرف میں وہی مفہوم رکھتا تھا جو مفہوم اس کلمہ سے آج سمجھا جاتا ہے۔ قیام کرنیوالا وہ شخص ہے جو مسلط طاقت کے خلاف اور اسلام کی حاکمیت کے لئے اٹھ کھڑا ہو اس مفہوم کا لازمہ جنگی قدرت نمائی نہیں ہے لیکن ہر جہت سے تعرض اور مخالفت کو ضرور ظاہر کرتا ہے۔

اس بناء پر امام جعفر صادقؑ اپنی ایک اعتراض آمیز اصلاحی تحریک شروع کرتے ہیں لیکن یہ ان کا قیام آخری مرحلہ (یعنی جنگی اقدام) تک، اور آخر میں قدرت حاصل کر لینے تک پہنچے گا یا نہیں؟ یہ وہ باتیں ہیں جن کا یقین آئندہ کے واقعات اور پیشرفت کی کیفیت پر بنی ہے۔

ان سے پہلے دو امام۔ امام زین العابدین اور امام محمد باقر علیہما السلام۔ اس دشوار راستہ کے پہلے مرحلہ کو سر کمر چکے ہیں۔ اب ان کی باری ہے کہ یہ آخری قدم اٹھائیں اور اپنے باپ و دادا کی کوشش کو نتیجہ تک پہنچائیں۔ اتفاق سے سیاسی اور اجتماعی حالات بھی۔ جیسا کہ اشارہ کیا جا چکا۔ سازگار تھے۔ امامؑ نے مناسب حالات سے استفادہ کرتے ہوئے بنیادی کام اور اپنی سخت ذمہ داری کو شروع کر دیا تھا۔

ہم اس مقام پر آپ کی ۳۳ سالہ امامت کے چرٹم اور سعی و کوشش سے بھرپور زندگی کے اہم کاموں میں سے دو نمایاں کارناموں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں:

۱۔ امامت کے مسئلہ کا بیان اور اس کی تبلیغ

۲۔ اسلامی تہذیب و ثقافت کا بیان اور اس کی نشر و اشاعت اور جعفری یونیورسٹی کی داغ بیل ڈالنا۔

### الف۔ مسئلہ امامت کا بیان اور اس کی تبلیغ

پیغمبر ﷺ کی رحلت کے بعد سے ہی ائمہ شیعہ کی تبلیغ میں سرفہرست اہل بیت پیغمبر ﷺ کی امامت کا اثبات رہا ہے۔ اس موضوع کو امام زادوں کی تحریک میں بھی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے جیسا کہ زید ابن علی ابن الحسین ؑ اس کی واضح مثال ہیں۔ امام جعفر صادق ؑ کی تبلیغ بھی اس روش سے باہر نہ تھی۔ آپ نے اس بات کی تبلیغ و اشاعت کے وقت اپنے آپ کو ایسے جہاد کے مرحلہ میں پایا جہاں حکام وقت کی نفی کے باوجود اپنے کو ولایت و امامت کے حقیقی حقدار کے عنوان سے لوگوں کے سامنے پہنچنوا یا جائے۔ حتیٰ کہ آپ نے اس سلسلہ میں اسی پر بس نہیں کیا بلکہ آپ اپنے نام کے ساتھ ائمہ اور اپنے اسلاف کا نام بھی بتاتے ہیں اور اس بیان کے ساتھ اپنی امامت کو اپنے اسلاف کی امامت پر مرتب ہونے والا لازمی نتیجہ شمار کرتے ہیں اور یہ بتانے کے لئے کہ ہم وہ نہیں ہیں جنکی کوئی اصل نہ ہو، اپنے سلسلہ کو پیغمبر سے متصل کرتے ہیں۔

اس تاریخی حقیقت کو ثابت کرنے کیلئے بہت سی روایتیں موجود ہیں۔ نمونہ کے طور پر "عمر ابن ابی المقدام" کی روایت، جو شاید اس باب میں ذکر ہونے والی روایتوں میں، بہترین روایت سے اسے پیش کرتے ہیں۔

وہ نقل کرتے ہیں کہ: امام جعفر صادق ؑ کو ہم نے دیکھا کہ ۹ ذی الحجہ (روز عرفہ) صحرائے عرفات میں لوگوں کے درمیان کھڑے ہیں اور بلند آواز سے (اس پیغام کو) آپ نے تین مرتبہ دہرایا:

"ايها الناس ان رسول الله كان الامام، ثم كان علي بن ابي طالب ثم الحسن، ثم الحسين، ثم علي بن الحسين، ثم محمد بن علي، ثم هه..." (۳۱)

يعنى اے لوگو (مسلمانوں کے) پیشوا پیغمبر ﷺ تھے ان کے بعد علی ابن ابی طالب اور ان کے بعد (ان کے بیٹے) حسن اور ان کے بعد حسین، حسین کے بعد علی ابن الحسین پھر محمد ابن علی اور ان کے بعد میں امام ہوں، لہذا جو سوال پوچھنا ہو پوچھو۔ امام نے چہرہ کو داہنی طرف موڑا اور تین مرتبہ اسی پیغام کو پیش کیا پھر بائیں طرف آپ نے رخ کیا اور تین بار اسی کی تکرار کرتے رہے۔ پھر پیچھے مڑے اور پھر اسی آواز کو بلند کیا اور وہی پیغام دہراتے رہے (۳۲) اس طرح آپ نے بارہ مرتبہ اپنی بات بیان کی اور امامت کے پیغام کو بلند آواز سے میدان عرفات میں جمع ہونے والے ان تمام لوگوں کے کانوں تک پہنچایا جو مسلم علاقوں سے آئے ہوئے تھے۔ تاکہ اس طرح تمام دنیائے اسلام میں یہ پیغام پھیل جائے۔

### ب۔ اسلامی ثقافت کی نشرو اشاعت

دینی تہذیب اور اسلامی ثقافت کو اس وقت بہت فروغ ملا اور تیزی سے اس کی جڑیں چاروں طرف پھیل گئیں۔ ائمہ کی زندگی میں اس کی جو شکل تھی اس سے زیادہ واضح، نمایاں اور وسیع صورت میں اس کو دیکھا جاسکتا ہے۔ یہاں تک کہ فقہ شیعہ نے "فقہ جعفری" کا نام اختیار کیا اور جنہوں نے امام کے سیاسی کام کو نظر انداز کیا ہے وہ بھی اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کے پاس وسیع ترین علمی اور فکری وسائل تعلیم موجود تھے۔

آپ کی علمی تحریک اس قدر پھیلی کہ اس نے تمام اسلامی علاقوں کو اپنے حلقہ میں لے لیا، لوگ ان کے علم کا چرچا کرنے لگے اور تمام شہروں میں ان کی شہرت ہو گئی (۳۳) آپ ایک بہت بڑی اسلامی یونیورسٹی۔ جسکی داغ بیل آپ کے پدر بزرگوار نے ڈالی تھی۔ تشکیل دینے، اس میں چار ہزار افراد کو مختلف علوم میں تربیت کرنے ۳۳ اور ایسی اہم شخصیتوں کو

عالم اسلام کے حوالہ کرنے میں کامیاب ہو گئے جو اپنے زمانہ کے روشن چراغ اور محققین وقت گذرے ہیں۔ آپ کے کارنامے محض تفسیر، حدیث اور فقہ میں منحصر نہیں تھے بلکہ آپ فلسفہ، کلام، ریاضیات اور علم کیمیا میں بھی باب علم کھولنے میں کامیاب رہے، ہشام بن حکم، مفضل بن عمر، مومن طاق، ہشام ابن سالم فلسفہ و کلام میں آپ کے ممتاز شاگرد تھے۔ زرارہ، محمد ابن مسلم، جمیل ابن دراج، حمران ابن اعین، ابوبصیر اور عبداللہ ابن سنان فقہ، اصول اور تفسیر میں ماہر تھے، جابر ابن حیان ریاضیات اور کیمیا میں، جابر جو بابائے کیمیا کہے جاتے ہیں۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے علم کیمیا حاصل کیا اور اس سلسلہ میں کتاب لکھی، لیبارٹری قائم کی اور قابل قدر تحقیقات چھوڑیں <sup>(۳۵)</sup> جو بات یہاں بیان کی جانی چاہئے۔ جو کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں جستجو کرنے والے بہت سے لوگوں سے پوشیدہ رہ گئی ہے۔ وہ آپ کی سیاسی اور اعتراض آمیز تحریک ہے۔

مقدمہ کے طور پر یہ بات جان لینی چاہئے کہ خلافت اسلامی فقط ایک سیاسی مشینری نہیں ہے بلکہ خلافت ایک سیاسی اور مذہبی قیادت کا نام ہے اور اسلام میں خلیفہ سیاست کے علاوہ لوگوں کے دینی امور اور مذہبی پیشوائی کا بھی ذمہ دار ہے۔ یہ حقیقت اس بات کا سبب بنی کہ خلافت کی پہلی کڑی سے لے کر بعد تک کے حکمرانوں کو چونکہ دینی واقفیت کا بہت کم حصہ ملا تھا یا کلی طور پر دین سے بے بہرہ تھے اس لئے اس کمی کو اپنے سے وابستہ رہنے والی دینی شخصیتوں کے ذریعہ پورا کرتے رہے اور اپنے حکومت سے کرایہ کے فقہاء، مفسرین اور محدثین کو ملحق کر کے یہ چاہا کہ دین و سیاست مرکب ہو جائیں اور ضرورت کے موقع پر اپنے منشاء کے مطابق آسانی سے۔ ان لوگوں کے ذریعہ۔ احکام دین کو مصلحت کے تقاضہ کے مطابق بدل دیں۔

اس مقدمہ کے بعد بڑی وضاحت کے ساتھ یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ "فقہ جعفری" خلافت سے وابستہ فقیہوں کے مقابل محض ایک دینی عقیدہ کا معمولی اختلاف نہ تھا۔ بلکہ مندرجہ ذیل دو معترضانہ مضامین کا حامل تھا۔

۱۔ حکومت کی دینی آگہی سے ناواقفیت، اور لوگوں کے فکری امور کی ذمہ داری لینے کے بارے میں کمزوری کا اظہار اور نتیجتاً اس بات کو ثابت کرنا کہ حکومت میں خلافت کے عہدہ کی ذمہ داری قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔

۲۔ احکام فقہی کے بیان میں مصلحت اندیشی کے بنا پر جن مقامات پر تحریف ہوئی ہے ان موارد کی نشان دہی کرنا اور فقیہوں کی حکومت کرنے والی طاقت کی خواہشوں کی پیروی کو طشت ازبام کرنا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام، فقہ، معارف اسلامی اور تفسیر قرآن کو حکومت سے وابستہ علماء کے طریقہ کے خلاف ایک الگ طریقہ سے بیان کر کے عملی طور پر اس مشینری کے خلاف جہاد کے لئے اٹھے اور حکومت کی مذہبی نقاب کو پلٹ دیا۔

امام کو ان کی تدریسی اور فقہی کارکردگی پر منصور کی طرف سے دھمکی اور دباؤ کا سامنا کرنا نیز حجاز و عراق کے معروف فقہاء کو حکومت کے دارالحکومت میں پلٹ آنے پر منصور کا اصرار اسی احساس اور توجہ کا نتیجہ تھا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام ضروری حالات میں اسی تنقیدی مضمون کو جو ان کے فقہ اور تفسیر کے درس میں تھا، لوگوں کے درمیان رکھتے تھے ایک حدیث میں آپ سے منقول ہے کہ "ہم ہی وہ ہیں کہ جن کی فرماں برداری کو اللہ نے واجب قرار دیا ہے جبکہ تم ان لوگوں کی پیروی کرتے ہو کہ جن کی جہالت کی بنا پر لوگ اللہ کے سامنے کوئی عذر پیش نہیں کر سکتے" <sup>(۳۶)</sup> خلاصہ یہ کہ امام علیہ السلام نے اپنی علمی تحریک اور اپنی حقیقی خلافت کے ذریعے سے امواج فاسد کی

رائج دین شناسی سے اپنی معترضانہ روش کے ساتھ کہ، جن کو اموی اور عباسی حکومت کے سیاسی حالات نے پیدا کر دیا تھا، مذہبی اور قومی کشمکش کو مذکورہ بالا دو حصوں میں اور بھی شدید کر دیا اور مبارزہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور غالیوں، زندیقوں، مرجئہ، خوارج، صوفیہ اور مختلف گروہوں اور دستوں کے انحرافی راستوں کو، اپنے مباحثہ اور مناظرہ کے ذریعہ امت اسلامی کے لئے طشت از بام کر دیا۔<sup>(۳۷)</sup> ان گروہوں نے انحراف پھیلانے کے لئے سازگار حالات بنا لئے تھے۔

### شہادت امام جعفر صادق علیہ السلام

منصور، بنی عباسی کا ظالم خلیفہ باوجود اس کے کہ اس نے امام علیہ السلام کو اپنی نگرانی اور نہایت محدود ماحول میں رکھا تھا، آپ پر اپنے جاسوس مقرر کر دیئے تھے، پھر بھی آپ کے اس وجود کو معاشرہ میں برداشت نہ کر سکا جس کی امامت اور رہبری کا آوازہ دور دراز کے اسلامی علاقوں میں پھیل چکا تھا۔ اس نے آپ کو زہر دینے کا ارادہ کر لیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام ۲۵ شوال ۱۳۸ھ کو ۶۵ سال کی عمر میں منصور کے ذریعہ زہر سے شہید ہوئے آپ کے جسم اقدس کو آپ کے پدر گرامی کے پہلو میں بقیع میں سپرد خاک کر دیا<sup>(۳۸)</sup>

### جعفری یونیورسٹی کے تربیت یافتہ افراد

امام جعفر صادق علیہ السلام کی بڑی درس گاہ میں بہت سے ایسے شاگردوں نے پرورش پائی جنہوں نے مختلف مضامین میں علوم و معارف اسلام کو حاصل کر کے دوسروں تک منتقل کیا۔ ہم ان کے بلند مقام اور بزرگی کو ظاہر کرنے کے لئے ان شاگردوں میں سے جنہوں نے اس درس گاہ میں

تربیت پائی تھی چند نامور شاگردوں کا اختصار سے تعارف کرائیں گے (۴۰)

### حمران بن اعین

اعین کا خاندان عام طور پر ائمہ کا پیرو تھا، حمران اور ان کے بھائی "زرارہ" دونوں شیعوں کی نمایاں شخصیتوں میں سے شمار ہوتے تھے اور اپنے زمانہ کے دانش مند و با فضیلت افراد تھے۔ امام محمد باقر اور امام جعفر (علیہما السلام) صادق کے بزرگ صحابہ میں شمار کئے جاتے تھے۔

حمران کی معنوی بزرگی اور ممتاز مقام کے حامل ہونے کے علاوہ علوم قرآن اور دیگر علوم منجملہ علم نحو، لغت، ادبیات عرب" میں بھی صاحب نظر تھے ان کے نظریات سے ان کے بعد آئیوالے دانش مند استناد کرتے رہے۔ (۴۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کے بارے میں فرمایا "حمران بن اعین" ایک ایسے با ایمان شخص ہیں جو ہرگز اپنے دین سے پلٹنے والے نہیں ہیں، نیز آپ نے فرمایا "حمران اہل بہشت سے ہیں۔" (۴۲)

ہشام ابن سالم نقل کرتے ہیں کہ ایک دن جماعت کے ساتھ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ اہل شام میں سے ایک شخص وہاں وارد ہوا... امام علیہ السلام نے اس سے پوچھا کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا... میں آپ سے مناظرہ کے لئے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کس چیز کے بارے میں مناظرہ کرنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: کہ قرآن کے بارے میں، امام نے اس کو "حمران" سے رجوع کرنے کے لئے کہا، اس نے کہا کہ میں آپ سے مناظرہ کرنے آیا ہوں نہ کہ حمران سے آپ نے فرمایا: اگر تم نے حمران کو شکست دیدی تو گویا تم نے مجھ پر کامیابی حاصل کر لی۔

وہ شامی حمران کے ساتھ بحث کرنے لگا اس نے جو بھی پوچھا بڑا مستند جواب ملا یہاں تک کہ

وہ تھک گیا، امام ؑ نے اس سے پوچھا تم نے حمران کو کیسا پایا؟ اس نے کہا وہ ایک ماہر استاد ہیں میں نے جو پوچھا انہوں نے اس کا جواب دیا <sup>(۴۳)</sup>

### مفضل ابن عمر

مفضل امام جعفر صادق ؑ کے ایک بزرگ صحابی تھے اور ایک مشہور فقیہ شمار کئے جاتے تھے جو امام ؑ کے بعض امور کے ذمہ دار تھے <sup>(۴۴)</sup> شیعوں کا ایک وفد مدینہ میں آیا اور اس نے امام ؑ سے خواہش ظاہر کی کہ کسی ایسے شخص کا ان سے تعارف کرا دیں کہ جس سے دینی امور میں ضرورت کے وقت رجوع کیا جاسکے امام نے فرمایا جس کسی کا کوئی سوال ہو وہ آئے اور مجھ سے دریافت کر لے ان لوگوں نے اصرار کیا کہ آپ ضرور کسی کا تعارف کرائیں۔ امام ؑ نے فرمایا مفضل کو میں نے تمہارے لئے معین کیا وہ جو کہیں قبول کر لو اس لئے کہ وہ حق کے سوا کچھ نہیں کہتے۔ <sup>(۴۵)</sup>

امام جعفر صادق ؑ نے چند نشستوں میں توحید کے سلسلہ میں جناب مفضل کو خاص درس دیئے جن کا مجموعہ کتابی شکل میں "توحید مفضل" کے نام سے مشہور ہے یہ دروس مفضل پر امام کی مخصوص عنایت اور امام ؑ کے نزدیک ان کے علوم مرتبت و مقام پر شاہد ہیں۔

### جابر بن یزید جعفی

جابر کوفہ کے رہنے والے تھے لیکن امام ؑ سے استفادہ کرنے کی غرض سے مدینہ پہنچے اور آپ کے مکتب پر فیض سے استفادہ کرنے کے بعد علمی اور معنوی بلندی پر فائز ہوئے اور آپ کے نمایاں اصحاب میں شامل ہو گئے۔

امام جعفر صادق ؑ سے سوال ہوا کہ آپ کے نزدیک جابر کا کیا مقام ہے؟ امام ؑ نے فرمایا: جابر میرے نزدیک اسی طرح ہیں جس طرح سلمان پیغمبر ﷺ کے نزدیک تھے۔ <sup>(۴۶)</sup>

آپ عقائد تشیع کے کھلم دفاع کی وجہ سے ہمیشہ مخالفین کی تنقید کا شکار رہے اور چونکہ آپ

نے کچھ حقائق کے بیان کے لئے ماحول کو ناسازگار دیکھا تو ان بہت سی حدیثوں کو بیان کرنے سے گریز کیا جو آپ نے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق (علیہما السلام) سے سن رکھی تھیں۔ آپ فرماتے تھے کہ "پچاس ہزار حدیثیں میرے سینہ میں ہیں جن میں سے ابھی تک میں نے ایک حدیث بھی بیان نہیں کی" (۴۷)

### سوالات

- ۱۔ امام جعفر صادق ؑ کس تاریخ کو پیدا ہوئے اور آپ نے کیسے ماحول میں پرورش پائی؟
- ۲۔ امام کے اخلاق و کردار کے دو نمونے پیش کیجئے۔
- ۳۔ امام جعفر صادق ؑ کی علمی عظمت و منزلت کے بارے میں دو اہم شخصیتوں کے نظریات پیش کیجئے۔
- ۴۔ امام جعفر صادق ؑ بنی امیہ اور بنی عباس کے کون کون سے بادشاہوں کے ہم عصر تھے؟
- ۵۔ اموی حکومت کے زوال کا سبب بیان کیجئے۔
- ۶۔ امام نے شورش کرنے والوں کی موافقت کیوں نہیں کی؟
- ۷۔ اہل بیت اور علویوں کے ساتھ بنی عباس کا سلوک کیسا تھا اور امام جعفر صادق ؑ نے ان کے مقابلہ میں کونسا رویہ اختیار کیا؟
- ۸۔ امام جعفر صادق ؑ نے اپنے اصلاحی منصوبوں میں کن مسائل کو ترجیح دی؟
- ۹۔ خلافت کی مشینری کے مقابل امام کی سیاسی تنقید آمیز علمی تحریک کے پہلو کو واضح کیجئے۔
- ۱۰۔ امام جعفر صادق ؑ کس تاریخ کو کس شخص کے ذریعہ اور کس طرح شہید ہوئے؟

## حوالہ جات

۱ اعلام الوری / ۲۶۶، ارشاد مفید / ۲۷۰، مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ / ۲۷۹ - ۲۸۰ -

۲ اصول کافی جلد ۱ / ۳۷۲ "وكانت امی ممن آمنت و اتقت و احسنت" بحار جلد ۴ / ۷ -

۳ بحار جلد ۴ / ۳۷۳ -

۳ الیحاہ جلد ۱ / ۲۹۰، قرب الاسناد / ۵۲ -

۵ مجلد جلد ۳ / ۵۶، مناقب جلد ۳ / ۲۷۳، اعیان الشیعہ جلد ۱ / ۶۶۳ - الوسائل جلد ۱۱ / ۲۱۱ -

۶ مشکاة الانوار -

۷ بحار الانوار ج ۳ / ۵۳ - مناقب ج ۳ / ۲۷۳ -

۸... انی أحب ان یتادى الرجل بجر الشمس فی طلب المعیشہ بحارج ۳۷ / ۵۷

۹ بحار جلد ۳ / ۱۱۳ "... و این مثل جعفر؟" -

۱۰ الامام الصادق و المذہب الاربعہ جلد ۱ / ۵۳ منقول از التہذیب جلد ۲ / ۱۰۳ - مناقب ج ۳ / ۲۷۵، بحار ۳۷ / ۲۸ -

۱۱ الامام الصادق و المذہب الاربعہ جلد ۱ / ۵۳ -

۱۲ الامام الصادق و المذہب الاربعہ جلد ۱ / ۵۳ -

۱۳ تاریخ طبری ۶ / ۳۲۳، تاریخ کامل ۳ / ۵۲۳ -

۱۴ دلائل الامامت طبری / ۱۰۳ -

۱۵ دلائل الامامت طبری / ۱۰۳ -

۱۶ تاریخ یعقوبی جلد ۲ / ۲۱۸ -

۱۷ عراق میں ہشام کا گورنر خالد ابن عبدالہ قسری پر یہ اتہام تھا کہ اس کی سالانہ آمدنی ایک کھڑور تیس لاکھ دینار ہے (البدایہ و النہایہ جلد ۹ / ۳۳) ہشام کی بیوی کے پاس ایسا لباس تھا جس کے تار سونے کے تھے اور اس پر گراں بہانگینے جڑے ہوئے تھے اور اتنے تھے کہ اس کے بوجھ سے وہ چل نہیں سکتی تھی۔ قیمت لگانے والے اس کی قیمت معین نہ کر سکے جب گورنر اور خلیفہ کی بیوی کی یہ حالت ہے تو پھر خود خلیفہ کی کیا حالت ہوگی (بین الخفاء و الخلفاء / ۲۸) -

- ۱۸ مولیٰ کی جمع موالی ہے جس کے ایک معنی آزاد شدہ غلام کے ہیں شاید اسی مناسب سے غیر عرب کو وہ لوگ موالی کہتے تھے۔
- ۱۹ السیادة العربیة / ۵۶، تاریخ التمدن الاسلامی جلد ۱ / ۲۷۳، الحیة السیاسیة لامام الرضا / ۳۶۔
- ۲۰ و ۲۱ العقد الفرید مطبوعہ مصر ۱۹۳۷ جلد ۲ / ۲۷۰، تاریخ التمدن الاسلامی جلد ۱ / ۳۳۱، الحیة السیاسیة لامام الرضا / ۲۶۔
- ۲۲ ضحی الاسلام جلد ۱ / ۲۵، الحیة السیاسیة لامام الرضا / ۲۷۔
- ۲۳ جو تحریکیں بنی امیہ کے خلاف اٹھیں ان میں مکمل طور پر مذہبی رنگ و وجوہات تھے۔ مثلاً ۱۔ اہل مدینہ کی تحریک "واقعہ حرة"
- ۲۔ قاریان کوفہ و عراق کی تحریک ۸۳ھ میں "دیر جمجم" کے عنوان سے اور ان سے پہلے مختار اور تو ابین کا قیام ۶۷ھ میں۔ ۳۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نام پر ۱۲۶ھ میں یزید بن ولید کا معتزلیوں کے ساتھ قیام۔ ۴۔ عبداللہ ابن زبیر کا قیام جو شام کے علاوہ دوسرے علاقوں پر مسلط تھے۔ ۵۔ وہ شورش جو ہشام کے خلاف افریقہ میں برپا ہوئی۔ ۶۔ وہ تحریک جو خوارج نے "طالب الحق" نامی شخص کی رہبری میں اٹھائی تھی۔ ۷۔ حارث بن سربیع کا ۱۱۶ھ میں قیام جو لوگوں کو کتاب خدا اور سنت رسول ﷺ کی طرف دعوت دے رہا تھا۔ ۸۔ زید بن علی ابن الحسین کا ۱۲۰ھ میں قیام اور دوسرے قیام۔ البتہ کچھ شورشیں حکمرانی کی غرض سے بھی برپا ہوئیں جیسے قیام آل مہلب (۱۰۲ ہجری) قیام مطرف بن مغیرہ (الحیة السیاسیة لامام الرضا ص ۲۲)۔
- ۲۳ زندگانی پیشوایان اسلام مصنفہ استاد جعفر سبحانی / ۷۳ منقول از اصول کافی۔
- ۲۵ الملل و النحل شہرستانی جلد ۱ / ۱۵۳، ینابیع المودۃ / ۳۸۱۔ الحیة السیاسیة لامام الرضا / ۳۱۔
- ۲۶ تفصیل کیلئے کتاب الحیة السیاسیة لامام الرضا / ۶۳۔ ۲۹ ملاحظہ ہو۔
- ۲۷ بحار / ۳۷ / ۱۸۳ "... من اراد الدنيا لا ينصحك و من اراد الاخر لا يصحبك"۔
- ۲۸ "... فقال المنصور يا ابا عبد الله لم خلق الله الذباب؟ قال ليندب به الجبار به" مناقب جلد ۳ / ۲۱۵۔ الفصول المہمہ
- ۲۹ / ۲۳۶، كشف الغمہ جلد ۲ / ۱۵۸، بحار جلد ۳۷ / ۱۶۶۔
- ۲۹ وسائل جلد ۱۲ / ۱۲۹... ما احب اني عقدت لهم عقدة او وكيت لهم و كائر و الا، لي ما بين لا بتيها و لامدة بقلم ان عوان الظلمة يوم القيمة في سراق من نارحتي يحكم الله بين الصباد۔
- ۳۰ بحار جلد ۳۷ / ۱۳، کافی جلد ۱ / ۳۰۷، ارشاد مفید / ۲۷۱ قال مستل ابو جعفر عن القائم بعده

فَضْرِبْ بِيَدِهِ عَلَيَّ اِيْعْبُدُ اللّٰهَ فَقَالَ: هَذَا وَ اللّٰهَ قَائِمٌ آلِ مُحَمَّدٍ..."

۳۱ راوی بیان کرتا ہے کہ میں جب منی میں آیا تو میں نے اہل لغت اور عربی جاننے والوں سے "ہ" کے بارے میں سوال کیا تو لوگوں نے کہا "ہ" فلاں قبیلہ کی زبان ہے اور اس کے معنی اسی طرح سے ہیں "انا فاسئلونی" یعنی مجھ سے سوال کرو۔  
۳۲ بحارج ۵۸/۳۷ منقول از کافی۔

۳۳ الصواعق المحرقة / ۱۲۰۔

۳۳ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳/۲۳۷، ارشاد مفید / ۲۷۱، بحارج جلد ۲۷/۳۷۔

۳۵ ر\_ک\_ مطرح الانظار شرح حال جابر اور تاریخ ابن خلکان ترجمہ امام صادق علیہ السلام۔

۳۶ نحن قوم فرض الله طاعتنا و انتم تاتون بمن لا يعذر الناس بجهالة كافي ج ۱/۱۸۶۔

۳۷ امام محمد باقر اور امام صادق علیہما السلام کی زندگی کی تاریخ کی تنظیم اور تدوین میں کتاب "پیشواہی صادق" مصنفہ استاد اور امام شناس محقق، رہبر جمہوری اسلامی حضرت آیت اللہ سید علی خامنہ ای سے دوسری کتابوں کی بہ نسبت زیادہ استفادہ کیا گیا ہے۔  
۳۸ کافی جلد ۱/۳۷۲، بحارج جلد ۱/۳۷۲، اعلام الوری / ۲۶۶، مناقب جلد ۳/۲۸۰، ارشاد مفید / ۲۷۱۔

۳۹ امام جعفر صادق علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں ایک حصہ یہاں، چونکہ اس حصہ کا حجم دوسرے حصوں سے زیادہ ہو گیا لہذا اسے آخر میں رکھا گیا ہے۔

۴۰ یہ بتادینا ضروری ہے کہ "امام محمد باقر علیہ السلام" کی زندگی والے حصہ میں بھی امام جعفر صادق اور امام محمد باقر علیہما السلام کے شاگردوں میں سے چند افراد کا اجمالی تذکرہ ہوا ہے۔

۴۱ قاموس الرجال جلد ۳/۳۱۳۔

۴۲ رجال کشی / ۱۸۰، ۱۷۶۔

۴۳ رجال کشی / ۲۷۶۔

۴۴ جامع الرواة جلد ۲/۲۵۸۔

۴۵ رجال کشی / ۳۲۷، قاموس الرجال جلد ۳/۳۱۶ "اسمعوا منه و اقبلوا عنه فإنه لا يقول علي الله و علي الا الحق"۔

۴۶ قاموس الرجال جلد ۳/۳۳۵۔

۴۷ صحیح مسلم جلد ۱/۱۰۲ لیکن رجل کشی ص ۱۹۳ پر جابر کے قول کے مطابق ان احادیث کی تعداد ۷۰ ستر ہزار نقل ہوئی ہے۔

دسواں سبق:  
امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی سوانح عمری

Presented By: <https://jafrilibrary.com>

## ولادت

ساتویں امام حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ۷ صفر ۱۲۸ھ ق کو مقام ابواء <sup>(۱)</sup> میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت امام جعفر علیہ السلام ابن محمد علیہ السلام تھے اور مادر گرامی حمیدہ بربریہ تھیں ان کا تعلق ایک بافضیلت غیر عرب بزرگ خاندان سے تھا۔ آپ کی والدہ خاندانی اصل اور فضائل انسانی سے مالا مال تھیں امام جعفر صادق نے ان کے بارے میں فرمایا: "حمیدہ خالص سونے کی طرح پلیدگی سے پاک ہیں... ہمارے اور ہمارے بعد والے امام علیہ السلام پر یہ خدا کا لطف ہے کہ ان کے قدموں کو اس نے ہمارے گھرتک پہنچایا۔" <sup>(۲)</sup>

امام جعفر صادق علیہ السلام کے گھر اور ان کے علوم سے استفادہ کرنے کے بعد وہ اس منزل پر پہنچ گئیں کہ امام علیہ السلام نے حکم دیا کہ مسلمان عورتیں دینی مسائل حاصل کرنے کے لئے ان کے پاس آئیں <sup>(۳)</sup>

امام جعفر صادق نے اپنے بیٹے کی ولادت کی خبر معلوم ہونے کے بعد فرمایا: "میرے بعد امام علیہ السلام اور خداوند کی بہترین مخلوق نے ولادت پائی..." <sup>(۴)</sup>

اس نومولود کے لئے جس نام کا انتخاب کیا گیا وہ "موسیٰ" تھا اس زمانہ تک خاندان نبوت میں یہ نام نہیں رکھا گیا تھا۔ یہ نام موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی کوششوں اور بت شکنی کی یاد دلانے والا نام تھا۔

آپ کے مشہور القاب میں کاظم، عبد صالح، باب الحوائج اور آپ کی سب سے مشہور کنیت ابو الحسن اور ابو ابراہیم ہے <sup>(۵)</sup>

## باپ کی خدمت میں

امام موسیٰ کاظمؑ نے بچپن ہی سے باپ کی نگرانی، اور خاص تربیت کے تحت اور مہربان ماں کی نوازشوں کے سایہ میں مراحل کمال و رشد طے کئے۔ اپنی زندگی کے بیس سال آپ نے اپنے پدر عالیقدر کی با فیض خدمت اور حیات کی تعمیر کرنے والے مکتب فکر میں گزارے اور اس تمام مدت میں تمام جگہوں پر اپنے والد بزرگوار کے بلند اور بیش قیمت کاموں سے الہام لیتے اور ان کے علم و دانش سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ بہت کم مدت میں اس درس گاہ میں جسکی بنیاد آپ ﷺ کے والد کے ہاتھوں رکھی گئی تھی، آپ ﷺ نے ایسا بلند مقام پایا کہ اس عظیم جعفری یونیورسٹی کی توسیع اور تکمیل میں اپنے والد کی مدد کرنے لگے۔

## اخلاقی فضائل

جناب موسیٰ ابن جعفر ﷺ نے نہ صرف یہ کہ علمی اعتبار سے اپنے زمانہ کے تمام دانش مندوں اور علمی شخصیتوں کو تحت الشعاع قرار دے دیا بلکہ اخلاقی فضائل اور نمایاں اور امتیازی صفات کی بنا پر ہر شخص کی زبان پر آپ کا نام تھا۔ تمام وہ افراد جو آپ کی پر افتخار زندگی سے واقفیت رکھتے ہیں آپ کی اخلاقی عظمت اور ممتاز فضیلت کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔

ابن حجر عسقلانی۔ اہل سنت کے ایک بہت بڑے دانش مند اور محدث۔ لکھتے ہیں کہ موسیٰ کاظم ﷺ اپنے باپ کے علوم کے وارث اور صاحب فضل و کمال تھے آپ نے جب بہت زیادہ بردباری اور درگزر (جو سلوک آپ نادان لوگوں کے ساتھ کرتے تھے) کا اظہار کیا تو کاظم کا لقب ملا۔ آپ کے زمانہ میں معارف علمی اور علم و سخاوت میں کوئی بھی شخص آپ کے پایہ کو نہیں پہنچ

### امامت حضرت موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام

امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے کچھ لوگ آپ کے بڑے بیٹے اسماعیل کو خاندان کا چشم و چراغ شمار کئے جانے کی بنا پر آئندہ کیلئے اپنا پیشوا اور امام سمجھتے تھے لیکن جوانی ہی میں اسماعیل کی موت نے انتظار کرنے والوں کو ناامید کر دیا چھٹے امام نے بھی انکی موت کی خبر کا اعلان کیا یہاں تک کہ بزرگان قوم کو ان کا جنازہ بھی دکھایا تاکہ (انکی امامت والے) عقیدہ کو اپنے دل سے نکال دیں <sup>(۸)</sup> امام جعفر صادق نے اسماعیل کی موت کے بعد عباسی حکومت کے دباؤ کے باوجود مناسب موقع پر مختلف انداز سے اپنے بعد ہونے والے امام، موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام کی طرف اپنے اصحاب کی رہنمائی فرمائی ان کے دو نمونے پیش کئے جا رہے ہیں۔

- ۱۔ علی ابن جعفر نقل کرتے ہیں کہ میرے والد امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے اصحاب کی ایک جماعت سے کہا "میرے بیٹے موسیٰ کے بارے میں میری وصیت قبول کرو اس لئے کہ وہ میرے تمام بیٹوں اور ان لوگوں سے جو میرے بعد میری یادگار رہ جائیں گے، برتر ہیں اور میرے بعد میرے جانشین اور خدا کے تمام بندوں پر اس کی حجت ہیں <sup>(۹)</sup>
- ۲۔ منصور بن حازم نقل کرتے ہیں کہ "میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ: اگر آپ کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو ہمارا امام کون ہوگا؟ امام نے اپنے بیٹے موسیٰ کے داہنے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: اگر مجھ کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو میرا یہ بیٹا تمہارا امام ہوگا <sup>(۱۰)</sup>

### امامت کا زمانہ

موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے اپنے والد کی رحلت کے بعد ۱۳۸ھ ق میں ۲۰ سال کی عمر میں اسلامی معاشرہ کی قیادت کی ذمہ داری سنبھالی۔ آپ اپنے امامت کے زمانہ میں جو ۲۵ سال کی

طویل مدت پر محیط ہے۔ اپنے عہد کے خلفاء منصور دوانقی، مہدی، ہادی اور ہارون الرشید کے معاصر ہے۔  
امام موسیٰ کاظمؑ کے جہاد کی شکل اور روش، اس روش کے سلسلہ کی اگلی کڑی تھی جو امام جعفر صادقؑ نے معاشرہ کے  
حالات سے روبرو ہونے اور مخالفین کی محاذ آرائی پر اختیار کی تھی۔  
اس زمانہ کے اسلامی معاشرہ پر حکومت کرنے والے حالات کے تجزیہ کی بنیاد پر امام موسیٰ کاظمؑ کے جہاد کے اصلی محور کو مورد  
تحقیق قرار دیں گے۔

### الف۔ امام موسیٰ کاظمؑ کی علمی تحریک کی تحقیق

اپنے والد بزرگوار کی رحلت کے بعد امام موسیٰ کاظمؑ نے اس عظیم درسگاہ کی علمی اور فکری رہبری کو اپنے ذمہ لیا جس کی بنیاد  
مدینہ میں پڑچکی تھی اور آپ نے بہت سے محدثین، مفسرین، فقہاء متکلمین اور تمام اسلامی دانشمندوں کی اپنے تربیتی مکتب فکر میں  
پرورش کی اور وسیع فقہ اسلامی کو اپنے جدید خیالات و نظریات سے غنی اور مالامال کر دیا۔  
منصور کی جابرانہ حکومت اور سیاسی حالات کے تقاضا کے تحت امام کاظمؑ نے پہلے مرحلہ میں اپنے جہاد کو معارف کی نشرو  
اشاعت اور باطل عقائد کی روک تھام کی صورت میں نبھایا۔ مندرجہ ذیل واقعہ اس کے جبر کے اس گوشہ کو بیان کرتا ہے۔  
امام جعفر صادقؑ کو جب منصور دوانقی نے زہر دے دیا تو اس کے بعد اس نے امکانی مخالفین کو راستہ سے ہٹانے کا یہ  
مناسب موقع سمجھا۔ اس وجہ سے اس نے مدینہ کے حاکم محمد بن سلیمان کو لکھا کہ اگر جعفر بن محمد نے کسی کو اپنا جانشین مقرر کیا  
ہو تو اس کو حاضر کرو اور اسکی گردن اڑادو حاکم مدینہ نے جواباً لکھا "جعفر بن محمد نے وصیت نامہ میں پانچ آدمیوں کو اپنا وصی اور

جانشین قرار دیا ہے ان کے نام ہیں: ۱۔ منصور دو انقی ۲۔ محمد ابن سلیمان (حاکم مدینہ) ۳۔ عبداللہ بن جعفر (امام جعفر صادق کے بڑے بیٹے) ۴۔ موسیٰ ابن جعفر ۵۔ حمیدہ امام کی بیوی اور خط کے آخر میں حاکم مدینہ نے خلیفہ سے پوچھا کہ ان میں سے کس کی گردن اڑاؤں؟

منصور کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑے گا اس کو بہت غصہ آیا اور کہا: ان میں سے تو کسی کو بھی قتل کیا نہیں جاسکتا<sup>(۱۱)</sup> امام جعفر صادق نے ایسا سیاسی وصیت نامہ لکھ کر امام موسیٰ کاظم کو قتل سے بچالیا۔ اس کے علاوہ دوسری کسی بھی صورت میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا قتل یقینی تھا۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی علمی اور ثقافتی کوششوں میں سے دو اہم مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ایسی علمی اور فکری آبادگی کا ہونا کہ جس سے مختلف فکری اور اجتماعی مکاتب سے مقابلہ ہو سکے ان مکاتب فکر میں سب سے زیادہ خطرناک الحادی شعوبیہ<sup>(۱۲)</sup> مکتب فکر تھا جو اسلام کی بنیاد کو چیلنج کر رہا تھا۔

ایک مذہبی پیشہ ہونے کے ناطے ان عقیدتی خطرات اور آفتوں کے مقابلہ میں امام علیہ السلام کا کردار یہ تھا کہ مضبوط دلائل کے ساتھ اصولی راستوں کی رہنمائی کر کے ان افکار کے سامنے دیوار بن کر کھڑے ہو جائیں اور ان کے بے مایہ ہونے کو ثابت کر کے اسلامی ماحول کو کفر، زندقہ اور شعوبیوں وغیرہ سے پاک کر دیں۔

اس جہاد کی مشکلات میں جو اضافہ کا سبب بنا وہ مسلمانوں کا نظریاتی اختلاف تھا اور اس وقت کی حکومتوں نے بھی لوگوں کے افکار کا رخ موڑنے کے لئے ان اختلافات کو پیدا کیا۔

الفاظ قرآن کے قدیم ہونے والے نظریہ کی پیدائش، مکتب معتزلہ اور اشاعرہ کا ظہور اور چار فقہوں کا قانونی شکل اختیار کرنا اس کے بڑے واضح نمونے ہیں۔

امام کا یہ اقدام خلافت عباسی کے لئے بڑا گراں تھا۔ امام کے مکتب فکر میں تربیت پانے والے افراد جو اس سلسلہ میں بڑی مہارت اور فعالیت کے حامل تھے سختی میں مبتلا کر دیئے گئے اور

عقیدہ کے بارے میں ان کو زبان کھولنے سے روکا گیا۔ یہاں تک کہ ہشام ابن حکم کی جان کی حفاظت کے لئے جو مختلف جماعتوں اور مکتب فکر کے لوگوں سے بحث و مناظرہ میں ید طولی رکھتے تھے، خود امام ؑ نے کسی شخص کو ان کے پاس بھیج کر وقتی طور پر ان کو بحث و مناظرہ سے روک دیا۔ ہشام نے بھی مہدی عباسی کی موت تک کوئی بات نہیں کہی <sup>(۱۳)</sup>

۲۔ علم فقہ، حدیث، کلام، تفسیر اور دیگر علمی شعبوں میں بزرگ اور با فضیلت شاگردوں کا پرورش پانا: سید ابن طاووس نقل کرتے ہیں کہ امام ؑ کے قریبی اصحاب مجلس درس میں حاضر ہوتے اور جو کچھ بھی حضرت ؑ سے سنتے اس کو اس لوح میں جو آستینوں میں رکھتے تھے لکھتے جاتے تھے <sup>(۱۴)</sup>

یہ سب کچھ ان حالات میں ہو رہا تھا جب کہ عباسی حکومت نے امام ؑ کی علمی سرگرمیوں پر پابندی لگادی تھی۔ آپ کے شاگردوں پر سختی کی جا رہی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں وہ کھلم کھلا امام ؑ کا نام بھی نہیں لے سکتے تھے بلکہ ابو ابراہیم، عبد صالح، عالم، صابر اور ابن ایسے ناموں سے یاد کرتے تھے۔

ان تمام باتوں کے باوجود امام ؑ علمی، اسلامی اور ثقافتی تحریک کی ارتقا میں بہت بڑا قدم اٹھانے اور سینکڑوں دانشمند اور علمی شخصیتوں کی تربیت میں کامیاب ہو گئے۔ <sup>(۱۵)</sup> محمد ابن ابی عمیر، علی بن یقطين، ہشام ابن حکم، ہشام ابن سالم، یونس بن عبدالرحمن اور صفوان ابن یحییٰ کا نام بطور نمونہ لیا جاسکتا ہے۔

امام ؑ کے شاگردوں کی روحانی عظمت اور انکی علمی اور مجاہدانہ شخصیت نے مخالفین، خصوصاً حکومت وقت کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا ان کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ یہ کہیں اپنی اس حیثیت و محبوبیت کی بناء پر جو لوگوں کے درمیان ہے انقلاب برپا نہ کر دیں۔ اس لئے وہ ہمیشہ ایسے افراد کو معین کرتے رہتے تھے جو ان کی کارکردگی کی نگرانی کرتے رہیں۔ نمونہ کے طور پر پیش ہے۔

ابن ابی عمیر امام موسیٰ کاظم کے ممتاز صحابی تھے وہ اس بات میں کامیاب ہوئے کہ مختلف مباحث میں اپنی پچاس جلد کتابیں یادگار چھوڑیں۔

ہارون جس کو امام موسیٰ کاظم ؑ کے نزدیک محمد ابن ابی عمیر کے موقف کی اجمالی اطلاع تھی اس نے محمد ابن ابی عمیر کی فعالیت اور کارکردگی پر نظر رکھنے کے لئے جاسوسوں کو معین کر دیا۔ انہوں نے اطلاع دی کہ عراق کے تمام شیعوں کے نام محمد کے پاس ہیں۔ اس خبر کے ملتے ہی ابن ابی عمیر ہارون کے حکم سے گرفتار کر کے قید میں ڈال دیئے گئے اور شیعوں کے نام اور راز کو بتانے کے لئے ان پر سختی کی جانے لگی لیکن وہ راز لگنے پر تیار نہیں ہوئے <sup>(۱۶)</sup>

## ب۔ امامت کا تحفظ اور عمومی انقلاب کیلئے میدان کی توسیع

امامت کے تحفظ کے لئے موسیٰ ابن جعفر ؑ کا مجاہدانہ منصوبہ کچھ اس طرح تھا:

۱۔ اپنے طرفداروں کی مدد اور ان کی نگرانی کرنا اور حکومت عباسی کے مقابل منفی موقف اختیار کرنے کے لئے ان کو ہم آہنگ

بنانا۔

۲۔ امام اپنے طرفداروں کو حکم دیتے تھے کہ حکومت عباسی سے ہر سطح کا ہر معاملہ اور رابطہ منقطع کر لیں۔

صفوان بن مہران سے امام ؑ کی گفتگو امام ؑ کے اس صریحی نظریہ اور موقف کو بیان کرتی ہے۔ جناب موسیٰ بن جعفر ؑ نے صفوان سے فرمایا: تمہاری ہر بات اچھی سے سوائے ایک بات کے اور وہ یہ کہ تم اپنے اونٹ ہارون کو کرایہ پر دیتے ہو۔ صفوان نے عرض کیا میں ان کو سفر حج کے لئے کرایہ پر دیتا ہوں اور خود ان کے ساتھ نہیں جاتا، آپ نے فرمایا۔ کیا کرایہ پر دینے کے بعد تمہاری یہ خواہش نہیں رہتی ہے کہ کم از کم مکہ سے لوٹ آنے تک ہارون زندہ رہے، تاکہ تمہارا کرایہ ادا کر دے؟ صفوان نے کہا کیوں نہیں۔ امام ؑ نے فرمایا: جو ستمگروں کی بقا کو دوست رکھتا ہو وہ انہیں میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ اور جو ان کے ساتھ ہو اس کی جگہ جہنم ہے <sup>(۱۷)</sup> امام موسیٰ کاظم ؑ اپنے دوستوں کو ہر اس منصب اور عہدہ کو قبول کرنے سے منع فرماتے تھے جو ظالم حکومت کی تقویت کا باعث ہو۔ آپ نے زیاد ابن سلمہ سے فرمایا: "اے زیاد اگر میں کسی

بلندی سے گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں تو یہ میرے لئے اس سے بہتر ہے کہ میں ظالم حکومت کے کسی منصب کو قبول کروں یا اس کی کسی ایک بساط پر بھی قدم رکھوں<sup>(۱۸)</sup> موسیٰ بن جعفر ؑ نے ایسی روش اختیار کر کے یہ چاہا کہ خلافت عباسی کی مشینری کی مشروعیت پر خط نسخ کھینچنے کے ساتھ ساتھ ان کو گوشہ گیر بنادیں اور عوامی مرکز بننے سے ان کو محروم کر دیں۔

### ایک استثنیٰ

امام نے عباسی ستمگر حکومت کے تعاون کو حرام کر دینے کے باوجود اپنے لائق اور معتمد اصحاب کے اہم عہدوں پر باقی رہنے کی مخالفت نہیں کی اس لئے کہ ایک طرف تو یہ کام حکومت کی مشینری میں نفوذ کا باعث بنا دوسری طرف اس بات کا باعث بنا کہ لوگ خصوصاً امام ؑ کے چاہنے والے ان کی حمایت کے زیر سایہ آجائیں۔

علی ابن یقظین کا حکومت کی مشینری میں قوت حاصل کر لینا اسی منصوبہ کا ایک جزء تھا۔ علی ابن یقظین جو امام ہفتم کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے ایک پاکیزہ نفس اور امام ؑ کے لئے مورد اطمینان شخصیت کے مالک تھے، عباسیوں سے انہوں نے رابطہ قائم کیا اور ہارون کی طرف سے وزارت کے لئے چنے گئے اور علی ابن یقظین نے امام ؑ کی حمایت سے اس منصب کو قبول کیا<sup>(۱۹)</sup> بعد میں آپ نے کئی بار یہ چاہا کہ استعفیٰ دیدیں لیکن امام ؑ نے ان کو روک دیا<sup>(۲۰)</sup> ایک دن امام موسیٰ کاظم نے ان سے فرمایا کہ: ایک کام کا وعدہ کرو تو میں تمہارے لئے تین چیزوں کی ضمانت لیتا ہوں ۱۔ تم قتل نہیں کئے جاؤ گے ۲۔ فقر میں مبتلا نہیں ہو گے ۳۔ قیدی نہیں کئے جاؤ گے۔

علی ابن یقظین نے کہا کہ جس کام کے مجھے پابند ہونا ہے وہ کیا ہے؟ امام ؑ نے فرمایا: "وہ کام

یہ ہے کہ جب ہمارے دوستوں میں سے کوئی تمہارے پاس آئے تو اس کی ضرورت پوری کرو اور اس کا اکرام کرو۔ علی ابن یقظین نے قبول کیا (۲۱) آپ جب تک اس عہدہ پر باقی رہے شیعوں کے لئے ایک مضبوط قلعہ اور ایک قابل اطمینان پناہ گاہ شمار کئے جاتے رہے۔ اور ان دشوار حالات میں زندگی کی حفاظت کے لئے ضروری اعتبار قائم کرنے اور امام علیہ السلام کے دوستوں کو اقتصادی طور پر آزاد بنانے میں آپ نے بڑا موثر کردار ادا کیا۔

۲۔ خلافت کی مشینری کے مقابل امام علیہ السلام کا صریحی اور آشکار موقف جو اس بات پر مبنی تھا کہ خلافت انکا حق ہے اور وہ اس مقام کو بچانے میں تمام لوگوں پر برتری رکھتے تھے۔

### امام کے اس موقف کو واضح کرنے والا ایک نمونہ

ہارون رشید حج سے واپسی پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مطہر کے پاس حاضر ہوا۔ اور اس نے قریش اور دوسرے قبائل کے بہت سے لوگوں کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح سلام کیا "... السلام علیک یا بن عم" سلام ہو آپ پر اے چچا کے بیٹے (چچیرے بھائی) اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی نسبت پر فخر کا اظہار کیا۔ امام موسیٰ کاظم نے جو وہاں موجود تھے۔ جب اس کی بات سنی تو ضریح مقدس کے پاس کھڑے ہو کر آپ نے کہا: "السلام علیک یا ابیہ" سلام ہو آپ پر اے پدر۔ ہارون اس بات پر سخت ناراض ہوا۔ اتنا ناراض کہ اس کے چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ لیکن رد عمل کے طور پر کچھ نہ کر سکا (۲۲) یہاں تک کہ ایک دن اس نے امام علیہ السلام سے کہا کہ آپ لوگ کیسے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ فرزند پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جبکہ آپ کے باپ تو علی علیہ السلام ہیں؟ امام نے فرمایا اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے اور تمہاری بیٹی کا رشتہ مانگتے تو تم قبول کر لیتے؟ اس نے کہا، سبحان اللہ کیوں نہیں؟ ایسی صورت میں، میں عرب عجم اور

قریش پر فخر کرتا۔

حضرت نے فرمایا: کہ اگر رسول خدا زندہ ہوتے تو ہماری بیٹی کا رشتہ نہ مانگتے اور میں بھی یہ رشتہ قبول نہ کرتا، ہارون نے پوچھا کیوں؟ آپ نے فرمایا: اس لئے کہ وہ ہمارے باپ ہیں (ہرچند ماں کی طرف سے) لیکن تمہارے باپ نہیں ہیں (۲۳) امت کے انقلابی وجدان کو بیدار کرنا اور انقلابی تحریکوں کی پشت پناہی: منصور کے زمانہ میں اور اس کے بعد بہت سے سادات متقی اور حق طلب علوی جن کو آئمہ سے قریبی نسبت تھی، ظلم و ستم کے ختم ہونے، عدالت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی نشر و اشاعت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے نتیجتاً شہید ہو گئے۔

بہت سے انقلابی پوشیدہ طور پر امام علیہ السلام سے ملحق تھے اور آپ سے رہنمائی حاصل کرتے رہتے تھے، نمونہ کے طور پر حسین ابن علی جو مدینہ کے علویوں (۲۴) میں سے تھے۔ اپنے ہی قول کے مطابق۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مشورہ (۲۵) کے بعد ہادی عباس کے خلاف قیام کیا اور تقریباً تین سو افراد کے ایک گروہ کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی طرف چل پڑے، سرزمین "فخ" پر خلیفہ کے سپاہیوں کا سامنا ہوا۔ شدید جنگ کے بعد علوی شکست کھا گئے اور واقعہ کربلا کی طرح عباسیوں نے تمام شہداء کے سر کاٹے اور مدینہ لے آئے اور ایک ہی نشست میں جس میں فرزندان امیر المؤمنین کی ایک جماعت منجملہ ان کے امام موسیٰ کاظم۔ تشریف فرما تھے ان سروں کو دکھانے کے لئے لے آئے، سوائے موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام کے کسی نے کچھ نہیں کہا۔ آپ نے جب حسین ابن علی۔ قیام فخ کے رہبر۔ کا سر دیکھا تو فرمایا: انا لله و انا اليه راجعون۔ خدا کی قسم وہ اس حالت میں درجہ شہادت پر فائز ہونے کہ مسلمان اور صحیح کام کرنے والے تھے، بہت روزے رکھتے تھے، بڑے شب زندہ دار تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے تھے۔ ان کے خاندان میں ان جیسا کوئی نہیں تھا۔ (۲۶)

ہادی عباسی کو جب معلوم ہوا کہ علویین امام ہفتم کے ایما پر عمل کرتے ہیں تو حادثہ "فخ" کے

بعد بہت ناراض ہوا۔ اور آپ کے قتل کا اس نے ارادہ کر لیا۔ اس نے کہا: خدا کی قسم حسین نے موسیٰ ابن جعفر ؑ کے حکم سے میرے خلاف قیام کیا ہے۔ اس لئے کہ اس خاندان کا امام سوائے موسیٰ ابن جعفر کے اور کوئی نہیں ہے۔ اگر میں ان کو زندہ چھوڑ دوں تو خدا مجھے قتل کرے۔<sup>(۲۷)</sup>

امام ؑ کی جو رپورٹیں خلفاء کے پاس پہنچی تھیں نیز وہ اعترافات جو خلفاء کو تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حکومت کی مشینری کی کمین میں بڑے شد و مد سے تھے اور اس کی سرنگونی کی فکر کر رہے تھے۔ لوگوں نے لکھا ہے کہ مہدی عباسی نے امام ؑ سے کہا کہ "کیا آپ ہم کو اپنے خروج سے محفوظ رکھیں گے...؟"<sup>(۲۸)</sup> نیز ہارون نے اپنے اس اقدام کی توجیہ میں جو اس نے امام ؑ کو گرفتار کرنے کے لئے کیا تھا۔ کہا "میں ڈرتا ہوں کہ یہ فتنہ برپا کریں گے اور خون بہے گا۔"<sup>(۲۹)</sup>

### ج۔ خلفاء کے عیش و نشاط کے خلاف جنگ

خلفاء بنی امیہ و بنی عباس اور ان سے وابستہ افراد کی زندگی کی نمایاں خصوصیت عیش و نشاط اور تجمل پرستی تھی وہ لوگ جو ٹیکس اور پیسے عوام سے وصول کرتے تھے ان کو اسلامی وسیع و عریض ملک کی آباد کاری اور ترقی میں استعمال کرنے اور لوگوں کے رفاہ اور آرام کے کاموں میں خرچ کرنے کے بجائے بزم سلطنت کی تشکیل، بساط عیش و نشاط بچھانے اور خوشنما محل بنانے میں خرچ کرتے تھے۔

ہارون کی زندگی میں دوسرے خلفاء کی بہ نسبت یہ خصوصیت زیادہ نظر آتی ہے۔ ہارون نے بغداد میں بڑا خوشنما محل بنوایا۔ اپنی عظمت اور ظاہری شان و شوکت کو واضح کرنے کیلئے موسیٰ ابن جعفر ؑ کو وہاں لے گیا۔ طاقت کے نشے میں مست تکبر آمیز لہجہ میں اس نے پوچھا، یہ قصر کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: فاسقوں کا گھر ہے وہی لوگ جن کے بارے میں خدا نے فرمایا: "جو لوگ روئے

زمین پر ناحق تکبر کرتے ہیں۔ ہم جلد ہی اپنی آیات پر ایمان سے ان کو منصرف کر دیں گے (اس طرح کہ) جب وہ کسی آیت یا نشانی کو دیکھیں گے تو ان پر ایمان نہیں لائیں گے اور اگر ہدایت کے راستہ کو دیکھیں گے تو اپنے راستہ کے عنوان سے اس کا انتخاب نہیں کریں گے (یہ سب اس لئے ہے کہ) انہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی ہے اور اس سے غافل ہو گئے ہیں۔<sup>(۳۰)</sup>

ہارون جو اس جواب سے سخت ناراض تھا اس نے غضبناک ہو کر پوچھا کہ پھر یہ گھر کس کا ہے؟  
یہ گھر ایک زمانہ کے بعد ہمارے شیعوں کا ہوگا لیکن (اس وقت) فتنہ کی جڑ اور دوسروں کے لئے آزمائش ہے۔  
(اگر یہ شیعوں کا ہے) تو صاحب خانہ اس کو کیوں نہیں لے لیتا؟  
آبادی ہونے کے بعد اس کو اس کے مالک سے لے لیا جائیگا اور جب تک آباد نہیں ہوگا واپس نہیں لیا جائے گا۔<sup>(۳۱)</sup>

### شہادت

ہارون کے جبر کے مقابلہ میں امام موسیٰ کاظمؑ کے رویہ نے اس کو اس بات پر اکسایا کہ وہ امام کو نظر بند کرے اور لوگوں سے ان کے رابطہ کو منقطع کر دے اس وجہ سے اس نے امامؑ کو گرفتار کیا اور زندان بھیج دیا۔ لیکن مدینہ سے باہر لے جانے کے لئے ہارون نے مجبور ہو کر کہا دو کجاوے بنائے جائیں اور ہر کجاوہ کو مدینہ کے الگ الگ دروازوں سے باہر نکالا جائے اور ہر ایک کے ساتھ کچھ شہ سوار فوجی چلیں۔<sup>(۳۲)</sup> صرف امام کے عقیدتمندوں کے خوف سے یہ انتظام نہیں کیا گیا تھا بلکہ ہارون کو یہ فکر تھی کہ ان کے پاس کچھ افراد اور کچھ گروہ تیار ہیں جو ایسے موقع پر حملہ کر کے امامؑ کو اس کے مزدوروں کے چنگل سے چھڑالے جائیں گے۔ اس وجہ سے اس نے

ایسی احتیاطی تدبیر اختیار کی تھیں۔

حضرت موسیٰ ابن جعفر ؑ پہلے بصرہ کے زندان میں لے جائے گئے اور ایک سال کے بعد ہارون کے حکم سے بغداد منتقل کر دیئے گئے اور کسی کو ملاقات کی اجازت دیئے بغیر کئی سال تک قید میں رکھے گئے۔<sup>(۳۳)</sup>

آخر کار ۳۵ رجب ۱۸۳ھ کو "سندی بن شاہک" کے قید خانے میں ہارون کے حکم سے زہر دیا گیا، تین دن کے بعد شہید ہو گئے اور بغداد میں قریش کے مقبرہ میں سپرد لحد کئے گئے۔<sup>(۳۴)</sup>

شہادت کے بعد ہارون کے آدمیوں نے بہت اصرار کیا کہ لوگ اس بات کو قبول کر لیں اور گواہی دیں کہ موسیٰ ابن جعفر ؑ کو زہر نہیں دیا گیا اور وہ طبعی موت سے دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ تاکہ اس بہانہ سے اپنے دامن کو ایسے سنگین جرم کے داغ سے بچالیں اور لوگوں کی ممکنہ شورش بھی روک دیں۔

اور یہ ایک دوسرا گواہ ہے جو عباسی حکومت سے امام کے ٹکراؤ کی طرف ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

## آپ کی عملی اور اخلاقی سیرت کے نمونے

### الف: عبادت

خدا کی خصوصی معرفت آپ کو مزید عبادت اور پروردگار سے عاشقانہ راز و نیاز کی طرف کھینچتی تھی اس وجہ سے اجتماعی کاموں سے فراغت کے بعد آپ عبادت میں اپنا وقت گزارتے تھے۔

جب ہارون کے حکم سے آپ کو زندان میں ڈال دیا گیا تو آپ نے خدا کی بارگاہ میں عرض کیا پروردگار! مدتوں سے میں یہ چاہتا تھا کہ تو اپنی عبادت کے لئے مجھے فرصت دیدے اب میری خواہش پوری ہو گئی لہذا میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں۔<sup>(۳۵)</sup>

جب آپ قید خانہ میں تھے اس وقت جب کبھی ہارون کو ٹھے سے زندان کی طرف دیکھتا تھا تو یہ دیکھتا تو یہی لباس کی طرح کی کوئی چیز زندان کے ایک گوشہ میں پڑی ہے۔ ایک بار اس نے پوچھ لیا کہ یہ کس کا لباس ہے؟ ربیع نے کہا: یہ لباس نہیں ہے، یہ موسیٰ ابن جعفر ؑ ہیں جو زیادہ تر سجدہ کی حالت میں رہتے ہیں۔ ہارون نے کہا سچ ہے وہ بنی ہاشم کے بڑے عبادت گزار افراد میں سے ہیں۔ ربیع نے پوچھا، تو پھر ان پر اتنی سختی کیوں کرتا ہے ہارون نے کہا: افسوس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے (۳۶) امام۔ اس دعا کو بہت پڑھتے تھے "اللهم انى اسئلك الراحة عند الموت و العفو عند الحساب" (۳۷) خدایا میں تجھ سے موت کے وقت آرام اور حساب کے وقت بخشش کا طلبگار ہوں۔

آپ کی عبادت کو بیان کرنے کے لئے وہ جملہ کافی ہے جو ہم آپ کی زیارت میں پڑھتے ہیں کہ "درود ہو موسیٰ ابن جعفر ؑ پر جو پوری رات مسلسل عبادت اور استغفار میں گزارتے تھے، سجدہ ریز رہتے، بہت زیادہ مناجات اور نالہ و زاری فرماتے تھے۔" (۳۸)

### ب۔ درگذر اور بردباری

امام موسیٰ کاظم۔ کا درگذر اور ان کی بردباری بے نظیر اور دوسروں کیلئے نمونہ عمل تھی، آپ کے لئے "کاظم" کا لقب اسی خصلت کو بیان کرنے والا اور درگذر کی شہرت کی نشان دہی کرنا ہے۔  
مدینہ میں ایک شخص تھا وہ ہمیشہ امام کو دشنام اور توہین کے ذریعہ تکلیف پہنچاتا رہتا تھا۔ امام ؑ کے کچھ صحابیوں نے یہ پیشکش کی کہ اس کو درمیان سے ہٹا دیا جائے۔  
امام ؑ نے ان لوگوں کو اس کام سے منع کیا پھر اس کے بعد اس کے گھر کا پتہ پوچھ کر جو مدینہ سے باہر ایک کھیت میں تھا۔ تشریف لے گئے آپ ؑ چوپائے پر سوار تھے جب اس کے کھیت میں

داخل ہوئے، وہ شخص چلانے لگا کہ ہمارے کھیت کو پامال نہ کریں حضرت نے کوئی پروا نہیں کی اور سواری ہی کی حالت میں اس کے پاس پہنچے اور سواری سے اترنے کے بعد اس سے ہنس کر پوچھا: اس زراعت کے لئے کتنے پیسے تم نے خرچ کئے ہیں؟ اس نے جواب دیا سو دینار۔ آپ نے فرمایا: کتنے فائدے کی امید ہے اس نے جواب دیا "دو سو دینار"۔ آپ نے اس کو تین سو دینار مرحمت فرمائے اور کہا: "زراعت بھی تیری ہے، جس کی تو امید لگائے ہوئے ہے خدا تجھ کو اتنا ہی دے گا۔ وہ شخص اٹھا اور اس نے امام ؑ موسیٰ کاظمؑ کے سر کو بوسہ دیا اور اس نے اپنے گناہوں سے درگزر کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ امام مسکرائے اور پلٹ گئے... اس کے بعد ایک دن وہ شخص مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت موسیٰ ابن جعفر ؑ وہاں وارد ہوئے جب امام ؑ پر اس شخص کی نظر پڑی تو اس نے کہا: خدا بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کس خاندان میں قرار دے۔<sup>(۳۹)</sup> اس کے دوستوں نے اس سے تعجب سے پوچھا: کیا بات ہے؟ تم تو اس سے پہلے ان کو بہت برا بھلا کہتے تھے اس نے دوبارہ امام کے لئے دعا کی اور دوستوں سے الجھ پڑا۔

امام ؑ نے اپنے اصحاب سے۔ جو پہلے اس کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ کہا کیا بہتر ہے، تمہاری نیت یا ہمارا سلوک جو اس کو راہ راست پر لانے کا باعث بنا؟<sup>(۴۰)</sup>

### ج۔ کام اور کوشش

امام موسیٰ کاظمؑ کے پاس زراعت اور کھیتی تھی آپ خود اس کے کام میں لگے رہتے تھے، حسن ابن علیؑ آپ کے صحابی اور شاگرد۔ اپنے باپ کا قول نقل کرتے ہیں میں نے امام موسیٰ ابن جعفر ؑ سے ان کے کھیت میں اس حالت میں ملاقات کی کہ وہ محنت و مشقت کی وجہ سے قدموں تک پسینے سے بھیگے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے کہا: میں آپ پر قربان جاؤں آپ کے آدمی (کام کرنے والے) کہاں ہیں، آپ خود کیوں مشغول ہیں؟

آپ نے فرمایا: مجھ سے اور میرے والد سے بھی زیادہ بزرگ افراد اپنے کھیت میں کام

کرتے تھے میں نے عرض کیا وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: میرے جد رسول خدا اور امیر المؤمنین ؓ اور ہمارے آباء، اس کے بعد آپ نے فرمایا: کھیتی باڑی پیغمبروں مرسلین اور صالحین کا کام ہے۔<sup>(۴۱)</sup>

## د سخاوت و کرم

جو دو کرم، ساتویں امام ؓ کی صفتوں میں سے ایک بڑی نمایاں صفت تھی۔ آپ نے اپنے مالی امکانات کو جو کھیتی باڑی کے ذریعہ آپ نے حاصل کئے تھے۔ اس طرح ضرورت مندوں کے حوالہ کر دیتے تھے کہ مدینہ میں ضرب المثل کے طور پر لوگ آپس میں کہا کرتے تھے "اس شخص پر تعجب ہے جس کے پاس موسیٰ ابن جعفر ؓ کی بخشش و عطا کی تھیلی پہنچ چکی ہو لیکن وہ پھر بھی تنگ دستی کا اظہار کرے۔"<sup>(۴۲)</sup>

آپ ؓ کی سخاوت و کرم کے بارے میں ابن صباغ مالکی تحریر فرماتے ہیں: موسیٰ کاظم۔ اپنے زمانہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ عابد، دانا اور پاک نفس شخص تھے۔ آپ ؓ پیسے اور کھانے پینے کا سامان مدینہ کے ستم رسیدہ افراد تک پہنچاتے اور کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی تھی کہ یہ چیزیں کہاں سے آئی ہیں۔ مگر آپ کی رحلت کے بعد پتہ چلا۔<sup>(۴۳)</sup>

ایک شخص جس کا نام "محمد ابن عبداللہ بکری" تھا اپنے مطالبات کو وصول کرنے کے لئے مدینہ آیا لیکن اس کو کچھ نہیں ملا۔ واپسی پر امام۔ سے ملاقات ہوئی اس نے اپنا ماجرا آپ کو سنایا۔ امام ؓ نے حکم دیا کہ اس کو تین سو دینار سے بھری تھیلی دی جائے تاکہ وہ خالی ہاتھ اپنے وطن واپس نہ جائے۔<sup>(۴۴)</sup>

## ہ۔ تواضع اور فروتنی

امام موسیٰ ابن جعفر ؓ ایک کالے چہرہ والے کرہہ المنظر شخص کے پاس سے گزرے آپ ؓ نے اس کو سلام کیا اور اس کے پاس بیٹھ گئے اس سے باتیں کیں اور پھر اس کی حاجت پوری

کمرنے کے لئے اپنی آمادگی کا اظہار فرمایا آپ سے کہا گیا کہ اے فرزند رسول کیا آپ ایسے شخص کے پاس بیٹھتے ہیں اور اس کی حاجتیں پوچھتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: وہ خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ ہے اور خدا کی کتاب میں وہ ایک بھائی ہے، اور خدا کے شہروں میں وہ ہمسایہ ہے، حضرت آدم عليه السلام جو بہترین پدر ہیں، اس کے باپ ہیں اور آئین اسلام جو تمام دینوں میں برترین دین ہے اس نے ہم کو اور اس کو باہم ربط دیا ہے <sup>(۴۵)</sup>

### سوالات

- ۱۔ امام موسیٰ کاظمؑ کس تاریخ کو پیدا ہوئے اور آپ نے اپنے والد بزرگوار کے ساتھ کتنے دن زندگی گزاری آپ کے والد و والدہ کا نام اور آپ کی سب سے مشہور کنیت اور لقب بیان کیجئے۔
- ۲۔ امام جعفر صادقؑ کے ارشادات میں سے ایک قول جو آپ کے فرزند موسیٰ ابن جعفرؑ کی امامت کے بارے میں ہے بیان فرمائیے
- ۳۔ امام موسیٰ کاظمؑ نے اپنے باپ کی علمی تحریک کو کن حالات میں جاری رکھا۔ اس زمانہ میں اسلامی معاشرہ پر حکومت کرنے والے حاکم کے رویہ کا ایک نمونہ بیان فرمائیے
- ۴۔ امام موسیٰ کاظمؑ کی علمی اور ثقافتی کوششوں کا کیا نتیجہ رہا؟
- ۵۔ امامت کے محاذ کی نگہبانی کے لئے امام موسیٰ کاظمؑ کے جہاد کا محور کیا چیزیں تھیں۔
- ۶۔ امام موسیٰ کاظمؑ کس تاریخ کو کس طرح اور کہاں شہید ہوئے؟

## حوالہ جات

۱ ابواء مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ پیغمبر ﷺ اسلام کی والدہ گرامی جناب آمنہ بنت وہب کی قبر اسی جگہ ہے۔

۲ بحار الانوار جلد ۳۸ / ۱ - مناقب جلد ۳ / ۳۲۳ -

۳ بحار جلد ۲۸ / ۶، کافی جلد ۱ / ۳۹۸ -

۴ انوار البھیة / ۱۶۳ -

۵ بحار جلد ۲۸ / ۳ -

۶ بحار جلد ۲۸ / ۱۱ -

۷ الصواعق المحرقة / ۲۰۳ -

۸ بحار جلد ۲۸ / ۲۱ -

۹ اعلام الوری / ۲۹۱، ارشاد مفید / ۲۹۰، بحار جلد ۳۸ / ۲۰ -

۱۰ بحار جلد ۲۸ / ۱۸ -

۱۱ بحار جلد ۳ / ۳۲۰، مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ / ۳۲۰ -

۱۲ شعوبیہ غیر عرب لوگوں کے ایک گروہ کا نام ہے جو عمر کے زمانہ خلافت میں نیشنلسٹ مخالف فکر کے ساتھ ظاہر ہوا اور اموی و عباسی دور حکومت میں اس کو زیادہ رونق ملی۔ یہ لوگ مسلمان معاشرہ میں اختلاف اور شکاف ڈالنے کا اہم سبب بنے "ک" حیاة الامام موسیٰ ابن جعفر ؑ ج ۲ / ۱۱۰ - ۱۱۴ اور واہ نامہ اجتماعی و سیاسی مضقہ حسین رنجو / ۱۱۳۰ -

۱۳ رجال کشی / ۲۶۶، معجم رجال الحدیث جلد ۱۹ / ۲۴۹ - ۲۴۸ -

۱۴ انوار البھیة / ۱۴۰ - ۱۶۹ -

۱۵ مرحوم شیخ طوسی نے اپنی (کتاب) رجال میں موسیٰ ابن جعفر ؑ کے شاگردوں کی تعداد دو سو بہتر ۲۴۲ لکھی ہے لیکن حیاة الامام موسیٰ ابن جعفر ؑ کے مؤلف محترم نے امام کے تین سو اکیس ۳۲۱ شاگردوں کے تفصیلی حالات درج کئے ہیں حیاة الامام

موسیٰ ؑ جلد ۲ / ۳۴۳ - ۲۲۳ -

۱۶ رجال کشی / ۵۹۱ -

- ۱۷ من احب بقائهم فهو منهم من كان منهم كان وَرَدَ النار رجال كشي / ۳۳۱، معجم رجال الحديث جلد ۹ / ۱۲۲۔
- ۱۸ یا زیاد لان اسقط من شاهق فاتقطع قطعةً قطعةً احب الي من ان التولى منهم عملاً او اطا بساط رجل: منهم" مكاسب شيخ مرتضى انصاری باب ولایت جائر / ۳۸ و تنقیح المقال مامقانی ج ۱ / ۳۵۳۔
- ۱۹ رجال كشي / ۳۳۳۔
- ۲۰ بحار / ۳۶ / ۳۷۔
- ۲۱ رجال كشي / ۳۳۳، بحار جلد ۳۸ / ۱۳۶۔
- ۲۲ ارشاد مفید / ۲۹۸، تاریخ بغداد جلد ۱۳ / ۳۱، مناقب جلد ۳ / ۳۲۰، اعلام السوری / ۱۹۴، الصواعق المحرقة / ۲۰۳، تذكرة الخواص / ۳۱۳، بحار جلد ۳۸ / ۱۰۳، احتجاج طبرسی جلد ۲ / ۱۶۴۔
- ۲۳ عیون اخبار الرضا جلد ۱ / ۶۸، احتجاج طبرسی جلد ۲ / ۱۶۳، بحار جلد ۳۸ / ۱۲۹۔ ۱۲۵۔
- ۲۴ یہ حسین ابن علی ابن حسن ابن حسین ابن علی ابن ابیطالب ہیں چونکہ سرزمین "فخ" میں جو مکہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ عباسی سپاہیوں کے ہاتھوں قتل کر دیئے گئے اس لئے "صاحب فخ" یا "شہید فسخ" کے نام سے مشہور ہوئے۔
- ۲۵ مقاتل الطالبین / ۳۵۷، نشر دار المعرفة بیروت تحت عنوان ذکر من خرج مع الحسين۔ حسین ابن علی اور یحییٰ ابن عبدالہ کی باتوں کا متن ملاحظہ ہو "ما خرجنا حتی شاورنا اهل بیتنا و شاورنا موسیٰ ابن جعفر فامرنا بالخروج"۔
- ۲۶ مقاتل الطالبین "مضى والله مسلماً صالحاً صَوَّاماً قَوَّاماً آمراً بالمعروف ناہیا عن المنکر ماکان من اهل بیتہ مثله"۔
- ۲۷ بحار جلد ۳۸ / ۱۵۱ و الله ما خرج حسين الا عن امره و لا عن امره و لا اتبع الا محبته لانه صاحب الوصيته في اهل هذا البيت قتلني الله ان ابقيت عليه"۔
- ۲۸ وفيات الاعيان جلد ۲ / ۲۵۶۔
- ۲۹ بحار الانوار جلد ۳۸ / ۲۳۲، ۲۱۳، ارشاد مفید / ۳۰۰، مقاتل الطالبین / ۳۳۳۔
- ۳۰ ساصرف عن آیاتی الذین يتكبرون في الارض بغير الحق و ان يروا كل آية: لا يؤمنوا بها و ان يروا سبيل الرشدا لا يتخذة سبيلا و ان يروا سبيل الغي يتخذة سبيلا ذلك باهم كذبوا باآياتنا و كانوا عنها غافلون۔

۳۱ "أخذت منه امرأة و لا ياخذها الا معمورة" بحار جلد ۳۸/۱۳۸، تفسیر عیاشی جلد ۲/۳۰، تفسیر برہان جلد ۲/۳۷ شاید اس آخری جملہ سے امام کی مراد یہ ہو کہ جب تک گھر کو آباد کرنے کا امکان نہ ہو اس وقت تک اس کو واپس نہیں لیں گے اور اس وقت اس کا وقت نہیں ہے۔

۳۲ الفصول المہمہ / ۲۳۹، مناقب جلد ۳/۳۲۷، ارشاد مفید / ۳۰۰، اعلام الوری / ۲۹۹، مقاتل الطالبین / ۳۳۳۔  
۳۳ ہارون کے زندان میں امام کتنے دنوں تک رہے اس میں اختلاف ہے چار سال، دس سال، بھی مذکور ہے۔ تذکرۃ الخواص / ۳۱۳ سیرۃ الائمۃ الماثنی عشر جلد ۲/۳۵۱، بحار جلد ۳۸/۲۰۶۔ ۲۲۸، مہدی عباسی کی قید میں جتنے دنوں رہے یہ مدت اس کے علاوہ ہے۔

۳۴ الفصول المہمہ / ۲۳۱، انوار البھیہ / ۱۸۱، تاریخ ابوالفداء جلد ۲/۱۶ یہ بتا دینا ضروری ہے کہ امام موسیٰ کاظم اور امام جواد علیہما السلام کے مرقد اطہر آج کل کاظمین کے نام سے مشہور ہیں۔

۳۵ اللهم انی طالما کُنْتُ اَسْئَلُکَ اَنْ تُفَرِّغَنی لِعِبَادَتِکَ وَ قَدْ اسْتَجَبْتَ لى فَلَکَ الْحَمْدُ عَلی ذَالِکَ "مناقب جلد ۳/۳۱۸، بحار جلد ۸، ارشاد مفید / ۳۰۰، الفصول المہمہ / ۲۳۰۔ تھوڑے سے فرق کے ساتھ امام کا یہ جملہ زندان جانے سے پہلے آپ کے اجتماعی کام میں مشغولیت کی شدت کو بیان کرتا ہے۔

۳۶ بحار جلد ۳۸/۱۰۸، حیاة الامام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام جلد ۱/۱۳۲۔ ۱۳۰۔ عیون اخبار الرضا جلد ۱/۴۸۔ ۴۷۔

۳۷ ارشاد مفید / ۲۹۶، مناقب جلد ۳/۳۱۸، اعلام الوری / ۲۹۶۔

۳۸ الصلوة علی موسیٰ بن جعفر علیہ السلام الذی یحیی اللیل بالسہر الی السحر بمواصلة الاستغفار حلیف السجدة و الدموع الغزيرة و المناجات الكثيرة الضراعات و الضراعات المتصلة۔ انوار البھیہ مرحوم شیخ عباس قمی / ۱۸۸۔  
۳۹ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔

۴۰ ارشاد مفید / ۲۹۷، تاریخ بغداد جلد ۱۳/۲۸، مناقب جلد ۳/۳۱۹، دلائل الامامہ / ۱۵۱۔ ۱۵۰، بحار جلد ۳۸/۱۰۳۔ ۱۰۲، اعلام

الوری / ۲۹۶، مقاتل الطالبین / ۳۳۲۔

٣١" و هو من عمل النبيين و المرسلين و الصالحين "من لا يحضره الفقيه جلد ٣/٩٨ مطبوعه بيروت ميں /٣٠١، بحار جلد ٣٨/٥ -

٣٢ عمدة الطالب /١٩٦" عجباً لمن جاتته صرة موسى فشكى القلة" -

٣٣ فصول المهمة /٢٣٤ -

٣٤ المجالس السنوية جلد ٢/٥٢٤ -

٣٥ تحف العقول /٣٥" عبدٌ من عباد الله و اخ في كتاب الله و جازٌ في بلاد الله يجمعنا و اباه خير الالباء آدم و

افضل الاديان الاسلام" -

گیارہواں سبق:  
امام علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کی سوانح عمری

Presented By: <https://jafrilibrary.com>

## ولادت

آسمان ولایت کے آٹھویں ستارہ حضرت علی ابن موسی الرضا علیہ السلام ۱۱ ذی القعدہ ۱۳۸ھ ق کو اپنے جد بزرگوار امام جعفر صادق کی شہادت کے سولہ دن بعد پیدا ہوئے۔<sup>(۱)</sup>  
آپ کا نام علی رکھا گیا مشہور لقب رضا اور کنیت ابو الحسن ہے پدر بزرگوار کا اسم گرامی امام موسی کاظم علیہ السلام اور مادر گرامی کا نام نجمہ ہے<sup>(۲)</sup>، جو خردمندی ایمان اور تقویٰ میں ممتاز ترین عورتوں میں سے تھیں۔<sup>(۳)</sup>

## امامت پر نص

امام علی ابن موسی الرضا نے ۱۸۳ھ ق میں۔ جناب موسی ابن جعفر کی شہادت کے بعد ۳۵ برس کی عمر میں منصب امامت سنبھالا۔  
آپ کی امامت کا تعین تمام ائمہ معصومین علیہم السلام کی امامت کی طرح رسول خدا کی تعیین و تصریح اور آپ کے پدر گرامی امام موسی کاظم کے تعارف سے ہوا۔  
اپنی شہادت سے پہلے موسی ابن جعفر نے زمین پر آٹھویں حجت خدا اور اپنے بعد کے امام کا تعارف مسلمانوں کے درمیان کرایا تاکہ لوگ کجروی اور گمراہی میں نہ جائیں۔  
"مخزومی" نقل کرتے ہیں کہ موسی ابن جعفر نے مجھ کو اور چند دوسرے افراد کو بلایا اور فرمایا: تم کو معلوم ہے کہ میں نے تم لوگوں کو کیوں بلایا ہے؟ ہم نے کہا نہیں آپ نے فرمایا میں

چاہتا ہوں کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میرا یہ بیٹا۔ امام رضا کی طرف اشارہ کر کے۔ وصی اور میرا جانشین ہے...<sup>(۴)</sup> یزید بن سلیط نقل کرتے ہیں کہ عمرہ بجالانے کے لئے میں مکہ جا رہا تھا، راستہ میں امام موسیٰ کاظم۔ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں آپ بھی اپنے پدر بزرگوار کی طرح مجھکو بتائیے اور اپنے بعد آنے والے امام کا تعارف کرائیے امام علیہ السلام نے امامت کے بارے میں تھوڑی وضاحت کرنے اور اس بات کو بیان کرنے کے بعد کہ امام علیہ السلام خدا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے معین ہوتا ہے۔ فرمایا "میرے بعد میرے فرزند علی علیہ السلام (ابن موسیٰ علیہ السلام) امام ہوں گے جو علی علیہ السلام اور علی علیہ السلام ابن الحسین علیہ السلام کے ہم نام ہیں۔<sup>(۵)</sup>

### اخلاق و سیرت

ائمہ معصومین پسندیدہ اخلاق اور بہترین سیرت میں دوسروں کے لئے نمونہ عمل تھے اور عملی طور پر لوگوں کو پاکیزہ زندگی اور فضیلت کا درس دیتے تھے، وہ لوگ باوجود اس کے کہ امامت کے بلند مقام پر فائز اور خدا کے برگزیدہ بندہ تھے لیکن پھر بھی انہوں نے اپنے کو لوگوں سے جدا نہیں کیا۔

ابراہیم ابن عباس کہتے تھے کہ: میں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ امام رضا علیہ السلام اپنی باتوں سے کسی کو تکلیف پہنچاتے ہوں اور کسی کے کلام کو قطع کرتے ہوں اور کسی حاجتمند کو۔ امکان کے باوجود۔ بھگا دیتے ہوں، دوسروں کی موجودگی میں پیر پھیلاتے یا ٹیک لگاتے ہوں یا اپنے غلاموں میں سے کسی کو کوئی ناروا بات کہتے ہوں، یا لعاب دہن کو دوسروں کے سامنے پھینکتے ہوں اور قہقہہ مار کر ہنستے ہوں، ان کی ہنسی بس تبسم کی حد تک تھی، جب دسترخوان بچھایا جاتا تو تمام گھر والوں کو حتیٰ کہ دربان اور خدمت گزار کو بھی اس پر بٹھاتے اور ان لوگوں کے ساتھ کھانا کھاتے، راتوں کو کم

سوتے اور رات کے زیادہ حصہ میں صبح تک بیدار رہتے اور عبادت کیا کرتے تھے، بہت روزے رکھتے۔<sup>(۶)</sup>  
 "محمد بن ابی عباد" نقل کرتے ہیں کہ: گرمی میں آپ کا فرش چٹائی اور جاڑوں میں کبیل ہوتا تھا، گھر میں کھر در ا کپڑا زیب تن فرماتے لیکن جب کبھی لوگوں کے درمیان جاتے تو (معمولاً جو لباس پہننا جاتا ہے وہی پہنتے تھے) اپنے کو سنوارتے۔<sup>(۷)</sup>  
 ایک شب اپنے مہمانوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ ناگاہ چراغ میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی، مہمان نے ہاتھ بڑھایا تاکہ چراغ کو روشن کر دے حضرت نے منع فرمایا اور خود اس کام کو انجام دیا اور فرمایا "ہم وہ ہیں کہ جو مہمانوں سے کام نہیں لیتے۔"<sup>(۸)</sup>

حمام میں ایک شخص نے جو آپ کو نہیں پہچانتا تھا، کہا کہ: ذرا کیسہ سے میرا جسم مل دیں۔ امام ؑ نے قبول کیا۔ اس نے جب امام ؑ کو پہچان لیا تو شرمندگی کے ساتھ عذر خواہی کرنے لگا۔ امام ؑ نے کیسہ سے اس کا جسم ملتے ہوئے اس کا دل رکھ لیا کہ نہیں کوئی بات نہیں۔<sup>(۹)</sup>

اہل بلخ کا ایک شخص نقل کرتا ہے کہ میں خراسان کے سفر میں امام رضا ؑ کے ساتھ تھا۔ ایک دن دسترخوان بچھایا گیا امام رضا نے تمام خدمت گاروں کو حتی کہ سپاہ ناموں جلد والوں کو بھی دسترخوان پر بٹھایا تاکہ وہ بھی آپ کے ساتھ کھانا کھائیں، میں نے عرض کی: میں آپ پر فدا ہو جاؤں بہتر ہے کہ یہ لوگ دوسرے دسترخوان پر بیٹھ جائیں۔ آپ ؑ نے فرمایا: ٹھہرو، بیشک خدا ایک ہے، سب کے ماں باپ ایک ہیں اور جزاء عمل کے مطابق ہے۔<sup>(۱۰)</sup>  
 امام رضا ؑ کے خادم۔ یاسر۔ نقل کرتے ہیں کہ امام ؑ نے ہم سے فرمایا کہ "جب تم کھانا کھا رہے ہو اور میں تمہارے پاس آکر کھڑا ہو جاؤں تو تم (میرے احترام کے لئے) کھڑے نہ ہونا یہاں تک کھانا کھا کر فارغ ہو جاؤ۔ اسی وجہ سے اکثر ایسا اتفاق ہوا کہ امام ؑ نے ہم کو آواز دی اور ان کے جواب میں کہہ دیا گیا کہ "کھانا کھانے میں مشغول ہیں، امام ؑ ایسے موقع پر کہہ دیتے تھے کہ "اچھا رہنے دو یہاں تک کہ کھانا کھا کر فارغ ہو جائیں"۔<sup>(۱۱)</sup>

يعقوب نوبختی نقل فرماتے ہیں کہ ایک سائل نے امام رضاؑ سے کہا کہ مروت کے بقدر مجھے عطا کیجئے امامؑ نے فرمایا کہ ہماری وسعت میں یہ بات نہیں ہے۔ سائل نے عرض کیا، میری مروت کے بقدر عطا کیجئے۔ امامؑ نے غلام کو حکم دیا کہ اس کو دو سو دینار دے دیئے ایں<sup>(۱۲)</sup>

### امام کا علمی مقام

آٹھویں امام علم و فضل کے اعتبار سے اس منزل پر فائز تھے کہ ہر آدمی آپ کو پہچانتا، آپ کی علمی عظمت کا اعتراف کرتا اور آپ کے سامنے سر تعظیم خم کر دیتا تھا۔

آپ کا زمانہ وہی زمانہ ہے جس زمانہ میں مختلف عقائد و افکار سے سابقہ تھا۔ علوم منتقل ہو رہے تھے۔ معارف یونان و اسکندریہ کے متون کا ترجمہ ہو کر دینائے اسلام اور عرب میں آ رہا تھا، مختلف قسم کے مکاتب فکر کے نظریات اور ان کے گونا گوں عقائد معاشرہ میں آ رہے تھے اور اس کے نتیجے میں تضاد اور مختلف خیالات و عقائد ابھر رہے تھے، ایسے وقت میں لوگوں کے لئے اعتماد کے قابل صرف امام رضاؑ کا وجود پر فیض تھا۔

آپ کا پرکش اور پر فیض محضر مبارک شاگردوں اور محققین سے موجیں مار رہا تھا، مختلف فکری جماعتوں کے رہبروں جیسے ثنویہ، دھریہ، بہود، نصاری، زردشتی، زندیق کے مناظروں کی مرکز خلافت بنی عباس میں گرما گرم نشستیں تاریخ میں موجود ہیں جن میں سے ہر مناظرہ آپ کے علمی اور ارشاد و ہدایت کے بلند مقام کو پایہ ثبوت تک پہنچاتا ہے<sup>(۱۳)</sup>

ان مناظروں میں ایک طرف تو امامؑ انحرافات کا سدباب کرتے اور دوسری طرف لوگوں کو اسلامی علوم و معارف سکھاتے تھے اور چونکہ خلفاء بنی عباس کے توسط سے ان کتابوں کے ترجمہ کا مقصد سیاسی تھا جیسے علم امامؑ سے مقابلہ یا لوگوں کے ایمان کو اہل بیتؑ سے برگشتہ کر دینا اس لئے امامؑ نے بھی مخصوص انداز سے ان کے منصوبہ کو خاک میں ملا دیا۔

## امام ؑ کی شخصیت

امام رضاؑ کی عظمت و ممتاز شخصیت کے متعلق تمام مورخین اور محدثین اتفاق نظر رکھتے ہیں یہاں تک کہ مامون جو آپ کا سخت دشمن تھا اس نے بھی بارہا اس کا اعتراف کیا ہے۔

اس نے اپنے معین کردہ شخص رجا بن ابی ضحاک سے جب امام ؑ کے مدینہ سے مرو سفر کرنے کی خفیہ خبر سنی تو کہا: "یہ (امام ؑ کی طرف اشارہ) روئے زمین پر بہترین فرد اور انسانوں میں سب سے بڑے عالم اور عابد ہیں..." (۱۴)

نیز امام ؑ کی ولی عہدی کے سلسلہ میں مامون نے بیس ہزار افراد کو جمع کر کے خطاب کیا: "... میں نے فرزند ان عباس اور فرزند ان علی کے درمیان تلاش کیا لیکن ان میں سے کسی کو اس امر کے لئے علی ابن موسیٰ رضا ؑ سے زیادہ لائق، متدین، پارسا اور بافضیلت نہیں پایا (۱۵)

## امامت کا زمانہ

علی ابن موسیٰ نے اپنے پدر بزرگوار کے قید خانہ میں شہادت کے بعد، ۳۵ سال کی عمر میں رہبری اور امامت کا عہدہ سنبھالا۔ آپ ؑ کی امامت کی مدت بیس سال تھی، ہارون الرشید کے زمانہ کے دس سال، امین کی حکومت کے زمانہ کے پانچ سال اور مامون کی خلافت کے عہد کے پانچ سال۔

آپ ؑ کی امامت کے زمانہ میں آپ ؑ کے مبارزات اور آپ ؑ کے موقف و رویہ عباسی خلافت کی مشینری کے مد مقابل تھا، واضح کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس زمانہ کے حالات اور خصوصیات کو دیکھتے ہوئے آپ کے زمانہ امامت کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے۔

۱۔ آغاز امامت سے خراسان بھیجے جانے تک (۱۸۳ھ ق تا ۲۰۱ھ ق)

۲۔ خراسان بھیجے جانے کے بعد (۲۰۱ھ ق سے ۲۰۳ھ ق تک)

## الف\_ آغاز امامت سے خراسان بھیجے جانے تک

علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام اپنے زمانہ کے حکام جو رکی طاقت سے بے پروا ہو کر ہدایت و رہبری اور امامت کے فرائض انجام دیتے رہے اس راستہ میں آپ علیہ السلام نے کسی بھی کوشش سے دریغ نہیں کیا۔ حکومت کے مقابل امام علیہ السلام کا رویہ اس استبدادی زمانہ میں ایسا واضح تھا کہ آپ علیہ السلام کے کچھ اصحاب آپ علیہ السلام کی جان کے بارے میں ڈرنے لگے تھے۔

صفوان ابن یحییٰ نقل کرتے ہیں کہ امام رضا علیہ السلام نے اپنے والد کی رحلت کے بعد ایسی باتیں کہیں کہ ہم ان کی جان کے بارے میں ڈر گئے، اور ہم نے ان سے عرض کیا، آپ علیہ السلام نے بہت بڑی بات کو آشکار کر دیا ہے۔ ہم آپ علیہ السلام کے لئے اسی طاغوت (ہارون) سے ڈر رہے ہیں آپ علیہ السلام نے فرمایا: جو کوشش چاہے کر لے وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا <sup>(۱۶)</sup>

"محمد ابن سنان" فرماتے ہیں کہ ہارون کے زمانے میں، میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا: آپ نے امر امامت کے لئے اپنے کو مشہور کر لیا اور باپ کی جگہ بیٹھے ہیں جبکہ ہارون کی تلوار سے خون ٹپک رہا ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ: "... اگر ہارون میرے سر کے بال میں سے ایک بال بھی کم کر دے تو تم گواہ رہنا کہ میں امام نہیں ہوں

(۱۷)

آٹھویں امام علیہ السلام کی اس زمانہ میں ہر چند کہ بڑی وسیع کارکردگی تھی لیکن مصلحت اسلام کا تقاضا یہ تھا کہ خلافت سے براہ راست ٹکڑانے کی بجائے اپنے فریضہ الہی کو دوسری طرح انجام دیں تاکہ وہ دشمن امام رضا علیہ السلام کے موقف سے ٹکڑانے کے لئے تیار نہ ہو جائیں جو چھٹے امام علیہ السلام کی عمر کے آخری زمانہ میں اس بنیادی نقشہ کی گہرائی اور اہمیت سے واقف ہو چکے تھے جو نقشہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق (علیہما السلام) نے جعفری یونیورسٹی کے قالب میں پیش کیا تھا۔

آپ نے علویوں کے بہت سے قیام جیسے اسلامی ثقافت کی نشر و اشاعت کے لئے زید ابن

علی کے قیام کی پشت پناہی اور حمایت کے علاوہ، اسلامی ثقافت کے مختلف پہلوؤں کی مخصوص انداز میں اپنے زمانہ کے تقاضا کے مطابق حمایت کی۔

امام ؑ کی امامت کا یہ آٹھ سالہ دور (ابتداء امامت سے خراسان بھیجے جانے تک) جو امین و مامون کی خلافت کا زمانہ تھا ایک رخ سے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کے زمانہ سے مشابہ تھا۔

اس لئے کہ ایک طرف امین و مامون کے درمیان خلافت کے مسئلہ پر خونین اختلافات اور کشمکش چھڑی ہوئی تھی۔<sup>(۱۸)</sup> اور نتیجہ میں ۱۹۸ھ ق میں امین قتل کر دیا گیا اور مامون تخت خلافت پر بیٹھا۔

دوسری طرف انحرافی ثقافت نئے قالب اور جدید شکل میں پھیل رہی تھی علم کلام، فقہ اور اخلاق والے مکاتب فکر ہر لحظہ پر اگندہ ہو رہے تھے اور انتشار پھیلا رہے تھے۔ علماء ملل و ادیان، خدمت، تعاون، ترجمہ، طبابت اور قدرتی ذخائر سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ ساتھ تفرقہ اندازی اور ایسے مسائل کو نشر کرنے میں لگے ہوئے تھے جو اسلام سے دور اور منحرف کرنے کا سبب بنتے تھے۔ مامون نے اس زمانہ میں علم و حکمت سے دوستی کے نام پر اپنے سیاسی مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے ان کے لئے میدان خالی کر رکھا تھا، اور اس بات کی کوشش کر رہا تھا کہ حق دار پارٹی کے ثقافتی نفوذ کو جو کہ امام محمد باقر کے زمانہ سے مائل بہ وسعت تھا۔ محدود کر دے اور معاشرہ کے ذہن کو انقلابی اور اہل بیت کی حق پر استوار ثقافت سے ہٹا دے۔

یہی وہ جگہ ہے جہاں اسلامی معاشرہ کے لئے اس آٹھ سالہ دور میں امام کی شخصیت ابھر کر سامنے آئی اور شیعوں کو بھی موقع ملا کہ مسلسل آپ سے رابطہ رکھیں اور آپ کی رہنمائی سے بہرہ مند ہوتے رہیں خاص کر اس وقت سے جب آپ نے بصرہ اور کوفہ کا سفر کیا اور عوامی مرکز سے جہاں راست ارتباط پیدا کیا تو ان دو شہروں کے عوام نے پہلے سے آمادگی کی بنا پر اپنے رہبر کا شاندار استقبال کیا۔ امام ؑ نے اپنے دوستوں اور شیعوں سے ملاقات کے علاوہ مختلف قوموں کے

دانشمندوں اور مختلف جماعتوں کے لیڈروں سے بحث و مناظرہ کی نشستیں تشکیل دیں اور معارف اسلامی کی مختلف انداز سے نشر و اشاعت کی (۱۹)

امام علیہ السلام اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے موقف کے استحکام اور اسلامی معاشرہ کے مختلف طبقوں کے درمیان اپنے نفوذ کو وسعت دینے میں کامیاب ہوئے۔

مامون سے ایک گفتگو میں آپ علیہ السلام لوگوں کے درمیان اپنے نفوذ کے میزان کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ: اس امرِ ولی عہدی نے ہمارے لئے کسی نعمت کا اضافہ نہیں کیا ہے۔ میں جب مدینہ میں تھا تو میری تحریر مشرق و مغرب میں چلتی تھی... (۲۰)

اکثر ایسا ہوتا تھا کہ حکومت کے مسائل کو حل کرنے اور مختلف گروہوں کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے مامون امام رضا سے رابطہ قائم کرتا تھا اور ان سے یہ خواہش کرتا تھا کہ لوگوں سے باتیں کریں اور ان کو خاموش رہنے اور چپ ہو جانے کی دعوت دیں

(۲۱)

### علویوں کا قیام

علویوں نے بھی دربار خلافت کے جھگڑوں اور ان کے آپس میں الجھ جانے سے فائدہ اٹھایا اور امام کی شخصیت اور ان کے موقف پر تکیہ کرتے ہوئے خلافت کی مشینری کے خلاف قیام اور شورش برپا کی منجملہ اُن کے: (ابو السرایا) کا قیام تھا، (۲۲) انہوں نے محمد ابن ابراہیم طباطبائی بیعت کے نعرہ کے ساتھ ۱۹۹ھ ق میں کوفہ میں خروج کیا اور لوگوں کو خاندان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور شہیدان آل محمد علیہم السلام کے خون کا انتقام لینے کی دعوت دی۔ ابو السرایا کا لشکر ان تمام سپاہیوں کو ختم کر دیتا تھا جن کو حکومت ان لوگوں سے مقابلہ کے لئے بھیجتی تھی اور یہ لشکر جس شہر میں بھی جاتا اس کو اپنے قبضہ میں لے لیتا تھا (۲۳)

وہ دو ماہ سے کم عرصہ میں مامون کے دو لاکھ کے لشکر کو قتل کرنے میں کامیاب رہے۔ اس

طرح کوفہ، جس نے حسین ابن علی کے ساتھ خیانت کا ثبوت دیا اور زید ابن علی کو تنہا چھوڑ دیا تھا، اس بار ابن طباطبائی ہمراہی میں علوی تحریک اور اس کے اعلیٰ مقاصد کے دفاع کیلئے اٹھ کھڑا ہوا۔

کوفہ میں ابوالسرایا کے قیام کے علاوہ مختلف علاقوں جیسے بصرہ، یمن، واسط، مدائن حتیٰ بین النہرین اور شام میں علویوں اور غیر علویوں نے قیام کیا اور حکومت عباسی کے مد مقابل ڈٹ گئے۔ (۲۴)

یہ تمام چیزیں اس بات کی بین دلیل ہیں کہ مختلف طبقات کے لوگ غیر اسلامی حکومت اور عباسیوں کے ظلم کے خلاف تھے اور اہل بیت علیہ السلام کے حق طلب اور مکتب عدالت کے گرویدہ ہوتے جارہے تھے۔

اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں اسلامی مملکت کے اندر مامون کی تمام تر کوششوں کے باوجود یہاں تک کہ اپنے بھائی امین کے قتل کر دینے کے بعد بھی تمام اسلامی علاقوں پر جیسا چاہتا تھا ویسا تسلط نہ حاصل کر سکا۔

اگرچہ اس زمانہ میں ظاہری قدرت اور ذر و زور کے اعتبار سے نگاہیں حکومت کے پایہ تخت (مرو) پر جمی ہوئی تھیں، لیکن دینی وراثت، آوازہ حق اور حق کے اصلی رہبر کے چہرہ کو دیکھنے کے لئے نگاہیں مدینہ کی طرف متوجہ تھیں یعنی اس شہر کی جانب جہاں فرزند پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور پیشوائے حق حضرت علی ابن موسیٰ رضا رہتے تھے۔

اس عرصہ میں دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ اچھی طرح مامون کو معلوم تھا کہ کون سا حادثہ اس کے انتظار میں ہے ان تحریکوں کا سرچشمہ کہاں ہے کس کی پشت و پناہی اور موقف پر اعتماد کرتے ہوئے یہ تحریکیں چل رہی ہیں اس وجہ سے اس نے اس بنیادی اور بڑی بات کی اصولی چارہ جوئی کرنے کی ترکیب سوچی۔

## ب۔ سفر خراسان کی پیشکش کے آغاز سے شہادت تک

امام ؑ کی زندگی کا یہ حصہ جو تقریباً ۱۸ مہینوں پر پھیلا ہوا ہے۔ کم مدت ہونے کے باوجود اس واقعہ کو اپنے دامن میں لئے ہے جس نے خلافت عباسی کے مقابل امامت کے موقف کو دوسری سطح میں قرار دیا۔

مشکلات اور دشواریاں جو علویوں کی طرف سے پیدا ہو گئی تھیں جن کا سرچشمہ ان کے راس و رئیس امام رضا کی گمراہ قدر شخصیت تھی، وہ دشواریاں جنہوں نے حکومت کو زوال کے معرض خطر میں ڈال رکھا تھا۔ ان کے چنگل سے نجات حاصل کرنے کے لئے مامون نے وہ نیا طریقہ اپنایا جس کو آج تک اس نے نہیں اپنایا تھا۔ اور وہ طریقہ یہ تھا کہ ولیعہدی کی پیشکش کر کے اہم ترین مخالف شخصیت کو اپنے مرکز قدرت میں آنے کی دعوت دے اور ان کو اپنا بالادست بنا دے۔

لہذا نہ چاہنے کے باوجود اپنے وزیر (فضل ابن سہل) سے مشورہ کے بعد امام ؑ کو مدینہ سے مامون نے مرو بلایا اور ولیعہدی قبول کرنے کے لئے مجبور کیا۔

مامون کے اس خلاف توقع اور نئے اقدام میں ابتداء میں اس کی حکومت کے لئے بڑی مشکلیں پوشیدہ تھیں جن میں سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ عباسیوں اور علویوں کی رائے اس اقدام کا استقبال نہیں کر رہی تھی۔ اس لئے کہ وہ لوگ یہ دیکھ رہے تھے کہ اس نے مسند خلافت تک پہنچنے کے لئے اپنے بھائی کو قتل کر دیا اور خود بھی اہل بیت ؑ کے سخت ترین دشمنوں میں شمار کیا جاتا تھا اس لئے مامون نے کسی بھی ممکنہ صورت سے اپنے صدق و اخلاص کو ثابت کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کئے:

۱۔ سیاہ لباس کو جو عباسیوں کا شعار تھا، جسم سے اتار پھینکا اور سبز لباس جو علویوں کا شعار تھا پہن لیا۔

۲۔ اس نے حکم دیا کہ امام رضا علیہ السلام کے نام کے سکے ڈھالے جائیں اور ہر شہر میں منجملہ ان کے مدینہ میں ان کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔

۳۔ اپنی بیٹی ام حبیبہ کو باوجود اس کے کہ امام علیہ السلام سے چالیس سال چھوٹی تھی۔ امام کی زوجیت میں دے دیا۔  
۴۔ امام رضا علیہ السلام اور علویوں کا بظاہر احترام و اکرام کرنے لگا۔

مامون مطمئن تھا کہ ان اقدامات میں سے کوئی بھی اقدام یہاں تک کہ امام علیہ السلام کے لئے بیعت حاصل کرنا بھی اس کے نقصان کا سبب نہیں ہے۔ اس سیاست کو اپنانے کا مقصد یہ تھا کہ اس وقت فوراً علویوں کی شورش کو روک دیا جائے اور ایک طویل مدتی منصوبہ کے تحت امام کو میدان سے الگ ہٹا دیا جائے۔

### ولی عہدی کا واقعہ

امام رضا کی ولی عہدی کے واقعہ کو دو لحاظ سے دیکھنا چاہئے، ایک تو اس زمانہ کی خلافت کی مشینری کی سیاست کے اعتبار سے اور دوسرے امام کے نظریہ کے مطابق۔

### الف۔ خلافت کی سیاست کے اعتبار سے

ولی عہدی کے مسئلہ میں مامون کے چند مقاصد پوشیدہ تھے ان میں سے اہم ترین مقاصد کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔

۱۔ امام رضا کی شخصیت سے جو خطرہ تھا اس سے اپنے آپ کو بچالینا۔

۲۔ امام رضا کو اپنے زیر نظر رکھنا اور شاید مامون نے اپنی بیٹی سے آپ کی شادی اسی وجہ سے کی تھی کہ ان کی بیرونی سرگرمیوں کو زیر نظر رکھنے کے علاوہ ان کی داخلی زندگی میں بھی ایک نگہبان معین کر دے جو ہمارے لئے بھی قابل اطمینان ہو اور ان کا بھی اعتماد حاصل کر لے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ امام کو مروبلاتے ہی اس نے جاسوسوں کو معین کر دیا منجملہ ان کے ہشام ابن ابراہیم راشدی جو امام کے نزدیک ترین افراد میں سے تھا اور امام کے امور اسی کے ہاتھ سے انجام پاتے تھے وہ فضل ابن سہل اور مامون سے رابطہ پیدا کر کے اپنی مخصوص حیثیت کو ان کے سامنے بیان کرتا ہے اور مامون اس کو (عمومی رابطہ کا ذمہ دار) امام کا نگہبان بنا دیتا ہے اس کے بعد امام سے وہی ملاقات کر سکتا تھا جس کو ہشام چاہتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ امام کے دوستوں کی ملاقات کم ہو گئی اور جو کچھ امام کے گھر میں ہوتا اس کی خبر ہشام مامون کو دیتا۔<sup>(۲۵)</sup> اور وہ اس طرح امام کے شیعوں اور رشتہ داروں کو مکمل طور پر پہچانتا تھا

۳۔ معاشرتی زندگی اور عوام کے مراکز سے امام کا رابطہ منقطع کر دینا۔ تاکہ اس طرح آپکے چاہنے والے آپ تک نہ پہنچ سکنے کی وجہ سے پر اکندگی کا شکار ہو جائیں۔

۴۔ امام کی معنوی حیثیت اور نفوذ سے علویوں کی شورشوں کو ختم کرنے اور عباسیوں کے خلاف لوگوں کے غیظ و غضب اور کینہ کو ختم کرنے میں فائدہ حاصل کرنا۔ اس نے یہ سمجھا تھا کہ آپ کی شخصیت کا جتنا معنوی نفوذ ہے اور جتنی عوامی پشت پناہی آپ کو حاصل ہے آپ سے اپنا سلسلہ جوڑ کر اتنی ہی جگہ اس کی حکومت بھی لوگوں کے درمیان پیدا کر لے گی۔

۵۔ اپنی حکومت کو شرعی حیثیت دینا: اس لئے کہ علویوں کے علاوہ جو حکومت بنی عباس کی حکومت کی بنیاد کو غیر شرعی سمجھتے تھے۔ جو لوگ مامون کے ذریعہ قانونی خلیفہ یعنی امین کے قتل کی وجہ سے خلافت بنی عباس کو مانتے ہوئے۔ بھی وہ مامون کی خلافت کو شک و تردید کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اس لئے بہت سے لوگوں نے مامون کی بیعت نہیں کی تھی۔<sup>(۲۶)</sup>

۶۔ اہل بیت کی الہی رہبری کو داغدار کرنا اور امام رضا کی اجتماعی اور معنوی حیثیت کو چکنا چور کر دینا۔ اس لئے کہ مامون یہ سمجھتا تھا کہ امام کا ولی عہدی کو قبول کر لینا آپ کی معنوی رہبری کو بہت نقصان پہنچائے گا اور امام پر لوگوں کا اطمینان ختم ہو جائے گا۔

خاص طور پر سن کے اس فرق کی وجہ سے جو امام اور مامون کے درمیان تھا۔ امام مامون

سے ۲۲ سال بڑے تھے (اب ایسی صورت میں) ولی عہدی قبول کر لینے کو لوگ امام کی دنیا پرستی پر معمول کرتے۔ اس لئے کہ اس مسئلہ کو اہل بیت (علیہم السلام) کے اس نظریہ اور نعرہ کے خلاف پاتے جو وہ بلند کیا کرتے تھے۔

آٹھویں امام علیہ السلام نے مامون کے ساتھ اپنی ایک گفتگو میں اس نقشہ کی طرف اشارہ کیا ہے: آپ علیہ السلام فرماتے ہیں: تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ کہنے لگیں کہ علی ابن موسی الرضا علیہ السلام دنیا سے روگرداں نہیں ہیں، یہ دنیا ہی تو ہے جو ان تک آئی ہے، کیا تم لوگ نہیں دیکھتے کہ انہوں نے کس طرح خلافت کی طمع میں ولی عہدی قبول کر لی (۲۷)

دوسری طرف مامون کو یہ معلوم تھا کہ امام علیہ السلام کا حکومت کا مشینری میں داخل ہونا۔ ان تمام خرابیوں اور عظیم انحرافات کے بعد۔ اصلاح کا باعث نہیں بنے گا وہ چاہتا تھا کہ امام علیہ السلام کو ایسی جگہ پر لایا جائے تاکہ لوگوں کو سمجھایا جاسکے کہ امام علیہ السلام امر خلافت کے لائق نہیں ہیں۔

مامون نے حمید ابن مهران اور دوسرے عباسیوں کے جواب میں جو امام رضا کو ولی عہدی سپرد کرنے پر سرزنش کر رہے تھے، اپنے بعض مقاصد کو شمار کرتے ہوئے اعتراف کیا ہے کہ... یہ ہم سے پوشیدہ اور دور تھے اپنی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے ہم نے چاہا کہ ان کو اپنا ولی عہد قرار دیں تاکہ ان کی دعوت ہمارے لئے ہو جائے اور یہ ہماری سلطنت و خلافت کا اعتراف کر لیں اور ان کے شیدائی یہ سمجھ لیں کہ جس چیز کا وہ دعویٰ کرتے ہیں ان میں وہ چیز نہیں ہے۔ ہم کو یہ خوف تھا کہ اگر ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو یہ ہنگامہ برپا کر دیں گے۔ ایسا ہنگامہ جس کو ہم لوگ نہیں روک سکتے اور یہ ایسی صورت حال پیدا کریں گے کہ جس کے مقابلہ کی تاب ہم میں نہیں ہے۔ (۲۸)

### ب: امام کے نکتہ نظر سے

امام علیہ السلام کو پہلے مامون کی پیش کش کا سامنا ہوا لیکن امام علیہ السلام نے بڑی شدت سے اس کو قبول کرنے

سے انکار کیا اور جواب میں فرمایا: "اگر خلافت تمہارا حق ہے تو تم کو یہ حق نہیں ہے کہ خدا کے پہنائے ہوئے اس لباس کو اپنے جسم سے اتار کر دوسرے کے جسم پر پہنادو اور اگر تمہارا حق نہیں ہے تو اس چیز کو کس طرح تم دے رہے ہو جو تمہاری ملکیت نہیں ہے" (۲۹)

مامون نے ولی عہدی کی پیش کش کی اور امام کو ہر طرح سے اسے قبول کرنے پر مجبور کیا اس نے کہا: "عمر ابن خطاب نے اپنے بعد خلافت کے منصب کے لئے ایک شوری (کمیٹی) بنائی اور انکو حکم دیا کہ جو مخالفت کرے اس کی گردن اڑا دینا۔ اب جو میں نے ارادہ کیا ہے اس کو قبول کر لینے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے ورنہ میں آپ کی گردن اڑا دوں گا۔ امام نے اس کی پیش کش کو چند بار ٹھکرانے کے بعد بجز واکراہ، مشروط طریقہ پر ولی عہدی کو قبول کر لیا (۳۰)۔ مامون نے ۵ رمضان ۲۰۱ھ ق کو امام کی ولی عہدی اور بیعت کا جشن منایا۔

مسئلہ ولی عہدی کے بارے میں امام کا موقف واضح ہو جانے کیلئے ہم مختصر طور پر تین موضوعات کی تحقیق کریں گے

۱۔ امام کی ناراضگی کے دلائل

۲۔ ولی عہدی قبول کرنے کے دلائل

۳۔ امام کا منفی رویہ

### امام کی ناراضگی کے دلائل

۱۔ ریان ابن صلت نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام رضا کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزند رسول کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے مامون کی ولی عہدی کو قبول کر لیا ہے جبکہ آپ دنیا کی نسبت زہد اور بے رغبتی کا اظہار فرماتے ہیں؟ امام نے فرمایا: "یہ کام میری خوشی کا باعث نہ تھا لیکن میں ولی عہدی قبول کرنے اور قتل کئے جانے کے درمیان قرار دیا گیا مجبوراً میں نے ولی

عہدی کو قبول کیا... (۳۱)

۲۔ محمد ابن عرفہ نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام ؑ سے عرض کیا اے فرزند رسول خدا ﷺ آپ ؑ نے ولی عہدی کو کیوں قبول کیا؟ آپ ؑ نے فرمایا: اسی دلیل سے جس دلیل سے میرے جد علی ؑ کو شوری میں شرکت کرنے پر آمادہ کیا گیا تھا " (۳۲)

۳۔ امام ؑ کے خادم یا سر نقل کرتے ہیں کہ: امام ؑ کے ولی عہدی کو قبول کر لینے کے بعد میں نے ان کو دیکھا کہ آپ ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کر کے فرماتے تھے: خدایا تو جانتا ہے کہ میں نے بجز و اکراہ اسے قبول کیا ہے۔ لہذا مجھ سے مؤاخذہ نہ کرنا جس طرح تو نے اپنے بندہ یوسف کا۔ جب انہوں نے مصر کی حکومت کو قبول کیا۔ مؤاخذہ نہیں کیا۔ (۳۳)

### ولی عہدی قبول کرنے کے دلائل:

ولی عہدی کو ان شرطوں کے ساتھ قبول کرنا جو امام ؑ نے رکھی تھیں، اس زمانہ کی سیاسی اور اجتماعی مصلحت کا تقاضا تھا ورنہ اگر کوئی بھی مصلحت اس کے قبول کرنے میں نہ ہوتی تو امام ؑ قبول ہی نہ کرتے چاہے نتیجہ میں ان کا خون ہی کیوں نہ بہا دیا جاتا اس موضوع کو واضح کرنے کے لئے چند نکات پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ انکار کی صورت میں امام ؑ کو جو قیمت ادا کرنی پڑتی وہ صرف ان کی جان نہ تھی بلکہ آپ کے پیروکار سب کے سب واقعی خطرے میں پڑ جاتے اور اس سے کوئی مطلوبہ نتیجہ بھی ہاتھ نہ آتا۔

۲۔ شیعوں کی امامت کی جگہ اس وقت تک زندانوں اور شہادت گاہوں کے اندر ہی تھی اور شیعہ جو خلافت اسلامی کے اہل تھے۔ امیر المؤمنین کے زمانہ کے علاوہ۔ کبھی بھی قانونی حیثیت (ظاہری حیثیت) ان کو نہیں ملی تھی کہ وہ تخت خلافت کے دامن میں ترقی کریں اور راستہ طے کریں۔

سلف کے مسلسل جہاد اور ان کے خون پاک کی قیمت تھی کہ یہ حیثیت امام علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کی بلند و بالا شخصیت میں اجاگر ہوئی تھی لہذا اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے تاکہ لوگ یہ نہ سوچ بیٹھیں کہ اہل بیت علیہم السلام۔ جیسا کہ لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے۔ صرف عالم اور فقیہ ہیں جن کا سیاست اور عملی میدان میں کوئی حصہ نہیں ہے اور شاید ابن عرفہ کو امام علیہ السلام کا جواب بھی اس بات کی طرف اشارہ ہو۔

۳۔ امام علیہ السلام اپنی ولی عہدی کے زمانہ میں مامون کے اصلی چہرہ کو لوگوں کے درمیان پہچنانے اور اس کی نیت و مقصد کا پول کھول کر لوگوں کے ذہن و دماغ سے ہر طرح کے شک و شبہ کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

۴۔ جو نشستیں مامون نے منعقد کیں ان میں امام، علوم اہل بیت کی برتری اور دوسروں کے انحراف کو آشکار کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

### امام کا منفی رویہ

امام علیہ السلام نے مامون کی بہانہ بازی والی سیاست کو پہچان کر شروع ہی سے، یہاں تک کہ ولی عہدی قبول کرنے سے پہلے ہی مامون کی مشینری کے مقابل منفی موقف اختیار کیا نمونہ کے طور پر ان میں سے کچھ مواقف پیش کئے جا رہے ہیں۔

۱۔ مامون کی خواہش یہ تھی کہ آپ اپنے خاندان میں سے جس کو چاہیں اپنے ہمراہ لائیں لیکن اس کے برخلاف امام علیہ السلام یہ بتانے کے لئے کہ یہ ایک زبردستی کا سفر ہے اور مجھ کو وطن سے دور کیا جا رہا ہے۔ اپنے خاندان میں سے کسی کو حتیٰ اپنے اکلوتے بیٹے امام جواد علیہ السلام کو بھی اپنے ساتھ نہیں لائے اور گھر سے نکلتے وقت انہوں نے اپنے خاندان والوں سے اپنے سامنے گریہ کرنے کی خواہش کی۔ (۳۴)

۲۔ امام۔ مدینہ سے "مرو" کے راستہ میں جب نیشاپور پہنچے تو وہاں علماء اور مختلف گروہ کے لوگوں نے استقبال کیا امام ؑ نے ان کی خواہش پر اس حدیث کو بیان فرمایا جو "سلسلۃ الذہب" کے نام سے مشہور ہے:

"...اللہ عزوجل یقول: لا الہ الا اللہ حصنی فمن قالها دخل حصنی و من دخل حصنی امن من عذابی" (۳۵)

خداوند عالم فرماتا ہے کہ کلمہ توحید میرا قلعہ ہے جو اس کلمہ کو پڑھے وہ میرے قلعہ میں داخل ہو گیا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔

جب حدیث ختم ہو گئی تو امام ؑ نے اپنی سواری آگے بڑھادی لیکن چند قدم چلنے کے بعد پھر ٹھہرے اور سر کو کجاوہ سے باہر نکال کر فرمایا: "بشروطھا و انا من شرطھا" کلمہ توحید کے کچھ شرائط ہیں اور منجملہ ان شرائط کے میں ہوں۔

اس مقام پر امام ؑ نے ولایت کے مسئلہ کو توحید کے بنیادی مسئلہ کے ساتھ بیان فرمایا اور جملہ "انا من شرطھا" کے ذریعہ آپ ؑ نے بنیادی اور کلی موضوع کی نشاندہی فرمائی، اسی وجہ سے آپ ؑ نے روایت بیان کرنے سے پہلے اس روایت کے سلسلہ کو بھی بیان فرمایا اور لوگوں کے کثیر مجمع کو یہ سمجھایا کہ امت کی رہبری اور ولایت کا تعلق مبدا اعلیٰ اور خدا سے ہے۔ اس طرح آپ ؑ نے اپنی امامت کو خدا کی طرف منسوب کر کے حکومت مامون کی مشروعیت پر خط بطلان کھینچ دیا۔

۳۔ امام ؑ نے ولی عہدی کو قبول کرنے کے لئے کچھ شرطیں رکھیں اور فرمایا (ولیعہدی) مجھے قبول ہے لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ میں امر و نہی کرنیوالا اور مفتی و قاضی نہیں رہوں گا کسی کو معزول و منسوب نہیں کروں گا اور کسی چیز کو تبدیل نہیں کروں گا۔ (۳۶)

امام ؑ نے یہ منفی موقف اختیار کر کے مامون کے بعض مقاصد پر خط بطلان کھینچ دیا اس لئے کہ اس روش کو اختیار کرنا مندرجہ ذیل باتوں کی دلیل ہے:

الف۔ لوگوں کے ذہنوں میں بہت زیادہ شبہ اور ابہام کا پیدا کرنا اور نتیجہ میں مامون کو متہم کر دینا۔

ب۔ مامون حکومت کی شرعی حیثیت کو ختم کرنا۔

ج۔ اپنی پارسائی اور زہد کا اثبات

۳۔ نماز عید اور امام کا موقف۔

مامون نے امام ؑ سے چاہا کہ نماز عید پڑھادیں آپ ؑ نے جواب دیا کہ میرے اور تمہارے درمیان جو شرطیں ہیں ان کی بنا پر تم مجھ کو معذور سمجھو۔ مامون نے کہا "اس سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ لوگ مطمئن ہو جائیں اور آپ کی فضیلت کو پہچان لیں۔ امام ؑ نے جب مامون کا اصرار دیکھا تو فرمایا کہ اگر مجبوراً مجھے اس کام کے لئے جانا ہی پڑا تو میں نماز ادا کرنے کے لئے رسول خدا ﷺ اور حضرت امیر المؤمنین ؑ کی طرح نکلوں گا۔

مامون نے قبول کیا اور حکم دیا کہ حکام، درباری اور عام افراد عید کی صبح کو امام رضا ؑ کے گھر کے پاس حاضر ہوں۔ عید کی صبح ہوئی، امام ؑ نے غسل فرمایا اور سفید عمامہ مخصوص انداز سے اپنے سر پر رکھا اپنے آپ کو خوشبو سے معطر کیا، ہاتھ میں عصا لیا اور ننگے پیر اس حالت میں کہ اپنے لباس کے دامن کو آدھی پنڈلی تک اوپر اٹھا رکھا تھا نکلے اور اپنے گھر کے افراد کو بھی آپ ؑ نے حکم دیا کہ اسی انداز سے باہر نکلیں اس کے بعد سر کو آسمان کی طرف بلند کر کے آپ ؑ نے تکبیر کہی، آپ ؑ کے ساتھ چلنے والوں نے بھی آپ ؑ کی آواز سن کر تکبیر کہی۔ لشکر کے کمانڈر، مملکت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز افراد اور عوام گھر سے باہر نہایت سچ دھج کے ساتھ منتظر کھڑے تھے جب امام ؑ کو ایسی حالت میں دیکھا تو سواریوں سے اتر پڑے اور پیروں سے جوتے نکال ڈالے۔ امام ؑ تکبیروں کو بار بار دہراتے رہے اور جم غفیر، ان کے ساتھ تکبیر کہتا رہا۔ ماحول میں ایسی عظمت برس رہی تھی اور ایسا شور ہو رہا تھا جیسے آسمان وزمین، در و دیوار شہر مرو، ان کے ساتھ تکبیر کہہ رہے ہوں لوگوں میں ایسی کیفیت

تھی کہ بے اختیار نالہ و گریہ کی آواز بلند ہونے لگی۔ امام ؑ راستہ میں چلتے رہے لیکن ہر دس قدم کے بعد کھڑے ہو جاتے اور چار بار تکبیر کہتے۔<sup>(۳۷)</sup>

فضل بن سہل نے اس کی رپورٹ مامون کو دی اور اتنا اضافہ کیا کہ "اگر رضا ؑ اسی طرح بڑھتے رہے تو فتنہ و آشوب برپا ہو جائے گا اور ہمارے پاس جان بچانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے آپ ان تک یہ پیغام بھیج دیں کہ لوٹ جائیں۔" مامون نے امام ؑ سے کہلو ابھیجا کہ "ہم نے آپ کو زحمت دی آپ لوٹ جائیں جو پہلے نماز پڑھاتا تھا وہی نماز پڑھائے گا۔" امام ؑ وہیں سے پلٹ گئے<sup>(۳۸)</sup> او وہ لوگ جو آشفته اور پرانگندہ تھے انہوں نے مامون کے نفاق اور عوام فریبی کو سمجھ لیا اور یہ جان لیا کہ مامون امام ؑ کے لئے جو کچھ کر رہا ہے وہ فقط دکھاوا ہے اس کا ہدف صرف اپنے سیاسی مقاصد تک پہنچنا ہے۔

### شہادت امام ؑ

مامون امام ؑ کی روز افزوں عزت و وقعت کو دیکھ کر ہمیشہ خوف زدہ رہتا تھا۔ جب اس نے یہ سمجھ لیا کہ امام ؑ کو اپنے سیاسی اغراض و مقاصد کے لئے کسی طرح بھی استعمال نہیں کر سکتا تو اس نے امام ؑ کے قتل کا ارادہ کر لیا، اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ جتنا زمانہ گذرتا جائے گا اتنی ہی زیادہ امام ؑ کی عظمت اور حقانیت نمایاں ہوتی جائے گی اور اس کا فریب و نفاق واضح ہوتا جائے گا۔

دوسری طرف امام ؑ کو ولیمہدی کے لئے معین کرنے سے بنی عباس خلیفہ کے بارے میں برانگیختہ ہو گئے۔ اتنا برہم ہوئے کہ مخالفت ظاہر کرنے کے لئے انہوں نے "ابراہیم ابن مہدی عباسی" کی بیعت کر لی۔<sup>(۳۹)</sup> لہذا مخصوص منصوبہ کے تحت ماہ صفر کے آخر میں ۲۰۳ھ ق میں جب آپ ؑ کی عمر پچپن سال

کی تھی آپ ﷺ کو زہر دے دیا۔ (۴۰)

اور اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لئے شہادت کی خبر پھیلنے کے بعد گریبان چاک، سرپیٹے آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے امام ﷺ کے گھر کی طرف دوڑا۔

لوگ امام ﷺ کی شہادت کی خبر سنتے ہی آپ ﷺ کے گھر کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ گریہ و نالہ کی آواز بلند تھی، مامون کو آپ کے قاتل کی حیثیت سے لوگ یاد کر رہے تھے اور بلند آواز سے فریاد کر رہے تھے کہ "فرزند رسول خدا قتل کر دیئے گئے" (۴۱) اور اپنے کو حضرت ﷺ کے جسد مطہر کی تشیع کے لئے آمادہ کر رہے تھے۔

مامون نے محسوس کیا کہ اگر آپ کے جسد مطہر کی آشکارا تشیع کی گئی تو ممکن ہے کہ کوئی حادثہ پیش آجائے لہذا اس نے حکم دیا کہ اعلان کر دیا جائے کہ آج تشیع نہیں ہوگی۔ جب لوگ متفرق ہو گئے تو راتوں رات امام ﷺ کو غسل دیا گیا اور ہارون کی قبر کے پاس جو باغ "حمید ابن قحطبه" میں واقع ہے سپرد خاک کر دیا گیا۔ (۴۲)

## سوالات

- ۱۔ آٹھویں امام ؑ کس تاریخ کو پیدا ہوئے اور کس تاریخ اور سن میں آپ نے امامت کا منصب سنبھالا، آپ کی امامت کی مدت کتنی تھی اور اس مدت میں کتنے خلفائے بنی عباس کا زمانہ رہا؟
- ۲۔ ہارون کی حکومت کے مد مقابل امام ؑ کا موقف کیا تھا اور آپ ؑ کے بعض اصحاب آپ کی جان کے سلسلہ میں کیوں خوف رکھتے تھے؟
- ۳۔ امین اور مامون کے درمیان کشمکش اور جھگڑے نے امام ؑ رضا کو کیا حیثیت اور موقع فراہم کیا۔
- ۴۔ امام ؑ کی زندگی کے ۱۸ مہینے میں کیا اہم اتفاقات رونما ہوئے اور یہ مسئلہ کس کی طرف سے اور کیوں اٹھا؟
- ۵۔ ولی عہدی کی پیش کش کے مقابل امام ؑ کا کیا موقف تھا؟ آپ کے دو اقوال ذکر فرمائیے
- ۶۔ آخر کار امام ؑ نے ولی عہدی کیوں قبول کی؟
- ۷۔ نیشاپور اور نماز عید کے واقعہ کی مختصر توضیح کیجئے؟
- ۸۔ امام ؑ کس عمر اور تاریخ میں کس طرح شہید ہوئے، شہادت کے بعد مامون کا کیا رد عمل رہا۔؟

## حوالہ جات

- ۱ کافی ج ۱/۳۰۶، اعلام الوری ۲۱۳، ارشاد مفید/۳۰۳، بحار جلد ۳۹/۳، ۲، ۳، فصول المہمہ / ۲۳۳۔
- ۲ اس خاتون کا دوسرا نام تکتلم تھا۔
- ۳ اعلام الوری / ۳۱۳۔
- ۴ اعلام الوری / ۳۱۶ کافی ج ۱/۲۳۹، ارشاد مفید/۳۰۶، الفصول المہمہ ۲۳۳۔
- ۵ "... والامر الی ابنی علی سمی علی و علی"، / اعلام الوری ۳۱۸-۳۱۷، کافی ج ۱/۲۵۲-۲۵۱، ارشاد مفید ۳۰۴-۳۰۶۔
- ۶ اعلام الوری / ۳۲۷، بحار جلد ۳۹/۹۱-۹۰، مناقب جلد ۳/۳۶۰، عیون اخبار الرضا ج ۲/۱۸۳-۱۸۲۔
- ۷ اعلام الوری / ۲۲۸، بحار جلد ۳۹/۸۹، عیون اخبار الرضا ج ۲/۱۷۶، مناقب جلد ۳/۳۶۰۔
- ۸ "انا قوم لا نستخدم اضیافنا" کافی جلد ۶/۲۸۳، بحار جلد ۳۹/۱۰۲۔
- ۹ مناقب جلد ۳/۳۶۲، بحار جلد ۳۹/۹۹۔
- ۱۰ مہ ان الرب واحد و الاب واحد و الجزاء بالاعمال، بحار جلد ۳۹/۱۰۱، کافی جلد ۸/۲۳۰۔
- ۱۱ کافی جلد ۶/۲۹۸، بحار جلد ۳۹/۱۰۲۔
- ۱۲ مناقب جلد ۳/۳۶۰۔
- ۱۳ ان مناظروں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب بحار جلد ۳۹/۱۹۸ کے بعد کے صفحات اور عیون اخبار الرضا جلد ۱/۱۶۵-۹۵ ملاحظہ ہوں۔
- ۱۴ "ہذا خیر اہل الارض و العلمہم و اعبدہم..." عیون اخبار الرضا جلد ۲/۱۸۲، بحار ج ۳۹/۹۵۔
- ۱۵ دائرۃ المعارف فرید و جدی جلد ۳/۲۵۰ "مادہ رضا" مروج الذهب ۳/۳۳۱، کامل ابن اثیر ج ۶/۳۲۶، طبری جلد ۸/۵۵۳۔
- ۱۶ ارشاد مفید / ۳۱۸، بحار جلد ۳۹/۱۱۵، ۱۱۳، مناقب جلد ۳/۳۳۰، اعلام الوری / ۳۲۵، الفصول المہمہ / ۳۳۵۔
- ۱۷ "... ان اخبارون من راسی شعرة فاشہدوا انی لست بامام" کافی جلد ۸/۲۵۸-۲۵۷ مناقب جلد ۳/۳۲۹، آخر کار وہی ہوا جو کہ امام نے فرمایا تھا ہارون کو امام پر ہاتھ ڈالنے کی فرصت پانے کی

جائے اپنے سپاہیوں کے ساتھ مشرقی ایران میں پیدا ہونے والی شورش دبانے کے لئے خراسان کی طرف سے گذراراستہ میں بیمار ہوا اور انجام کار ۱۹۳ھ میں طوس میں انتقال کر گیا تاریخ ابی الفداء جلد ۱ جزء دوم / ۱۸۔

۱۸ اس اختلاف کا سبب یہ تھا کہ ہارون نے امین کو اپنے بعد خلافت کے لئے مقرر کیا تھا لیکن اس کی شرط یہ تھی کہ وہ مامون کو اپنا ولیعہد بنائے اور خراسان کے صوبہ کی حکومت اس کے حوالہ کر دے لیکن امین نے ہارون کی موت کے بعد مامون کو ولی عہدی سے معزول کر دیا اور اپنے بیٹے موسیٰ کو اس عہدہ کے لئے نامزد کر دیا۔ یہی بات ان دونوں کے درمیان کشمکش اور خون چکان جنگ کا باعث بنی، کامل جلد ۶ / ۲۲۷۔

۱۹ امام کے بصرہ اور کوفہ کے سفر اور آپ کی خدمت میں پہنچ کر شیعوں کے استفادہ اور اسی طرح آپ کے مناظرہ کے بارے میں بحار جلد ۳۹ / ۸۱۔ ۷۹ ملاحظہ ہوں۔

۲۰... ولقد كنت بالمدينة و كتابي ينفذ في المشرق والمغرب... بحار جلد ۳۹ / ۱۵۵۔ ۱۳۳، کافی ج ۸ / ۱۵۱۔

۲۱ عیون اخبار الرضا جلد ۲ / ۱۶۱، ۱۶۲۔ الحیة السیاسیة لامام الرضا / ۱۳۶، مناقب ج ۳ / ۳۳۷، اعلام الوری / ۳۳۸۔

۲۲ یہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی نسل سے تھے، ابو الفرج نے جابر جعفی سے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقر نے ان کی خروج کی خبر دی اور فرمایا ۱۹۹ھ میں ہم اہل بیت علیہم السلام میں سے ایک شخص نبر کوفہ پر خطبہ پڑھے گا خدا اس کے وجود کی بنا پر ملائکہ پر مباحثات کرے گا تمہ المنتهی / ۲۶۳، مقاتل الطالبین / ۳۳۸۔

۲۳ ضحی الاسلام ج ۳ / ۲۹۳، تاریخ طبری جلد ۸ / ۳۵۰، الحیة السیاسیة لامام الرضا / ۱۸۳۔

۲۴ الحیة السیاسیة لامام الرضا / ۱۸۳ منقول از مقاتل الطالبین، البدایہ والنہایہ۔

۲۵ الحیة السیاسیة لامام الرضا علیہ السلام ۲۱۳۔ ۲۱۳، بحار جلد ۳۹ / ۱۳۹، مسند امام رضا / ۱، ۷۸، ۷۷، عیون اخبار الرضا ج ۲ / ۱۵۲۔

۲۶ الحیة السیاسیة لامام الرضا / ۱۸۹۔ ۱۸۸۔

۲۷ مناقب جلد ۳ / ۳۶۳۔ عیون اخبار الرضا جلد ۲ / ۱۳۹، بحار جلد ۳۹ / ۱۲۹۔

۲۸ انوار البھیة / ۲۰۷، مناقب ج ۳ / ۳۶۷، اعلام الوری / ۳۳۳۔

۲۹ مناقب ج ۳ / ۳۶۳، بحار ج ۳۹ / ۱۲۹، عیون اخبار الرضا جلد ۲ / ۱۳۹۔ ۱۳۸۔

۳۰ اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو مناقب جلد ۳/۳۶۳-۳۶۲، بحار جلد ۲۹/۱۳۰-۱۲۹، ارشاد مفید/۳۱۰، عیون اخبار الرضا جلد ۲/۱۳۹-۱۳۸ اعلام الوری/۳۳۳-۳۳۲- عنقریب ان شرائط کی طرف اشارہ کیا جائے گا امام جن شرطوں کے قائل تھے۔

۳۱ عیون اخبار الرضا جلد ۲/۱۳۶، بحار جلد ۲۹/۱۳۰۔

۳۲ عیون اخبار الرضا جلد ۲/۱۳۹، مناقب جلد ۳/۳۶۳، بحار جلد ۲۹/۱۳۰۔ شاید امام کا نظریہ یہ رہا ہو کہ لوگ اہل بیت کو سیاست کے میدان میں دیکھ لیں اور ان کو بھول نہ جائیں۔ شاید اصل کی تشبیہ خفیہ مصلح پر مشتمل رہی ہو۔

۳۳ مناقب جلد ۳/۳۶۳، بحار جلد ۲۹/۱۳۰۔

۳۴ بحار جلد ۲۹/۱۱۴، مناقب جلد ۲/۳۳۰، عیون اخبار الرضا جلد ۲/۲۱۹۔

۳۵ بحار جلد ۲۹/۱۲۳۔ مسند امام رضا جلد ۱/۵۹ "مقدمہ" و"۳۳، عیون اخبار الرضا جلد ۲/۱۳۲-۱۳۳، الفصول المهمہ/۲۵۳۔

۳۶ مناقب جلد ۳/۳۶۳، ارشاد مفید/۳۱۰، اعلام الوری/۳۳۳ "اجیبك الى ما تريد من ولاية العهد على اني لا امر و لا انهي و لا افتي و لا اقصی و لا اوی و لا اعزل و لا اغیر شيئاً مما هو قائم"۔

۳۷ تکبیر کی صورت اس طرح تھی: اللہ اکبر، اللہ اکبر علی ما هدانا، اللہ اکبر علی ما رزقنا من بھیمۃ الانعام و الحمد للہ علی ما ابلانا۔

۳۸ ارشاد مفید/۳۱۳-۳۱۲۔ الحیاة السیاسة الامام الرضا/۳۵۵-۳۵۳، عیون اخبار الرضا جلد ۲/۱۳۹-۱۳۸۔ بحار جلد

۲۹/۱۳۵-۱۳۴۔ اعلام الوری/۳۳۶-۳۳۵ الفصول المهمہ/۲۶۱-۲۶۰۔

۳۹ عیون اخبار الرضا جلد ۲/۱۶۳، کامل ابن اثیر جلد ۶/۳۲۴-۳۲۱۔

۴۰ بحار جلد ۲/۲، ارشاد مفید/۳۰۳، مسند امام الرضا جلد ۱/۱۰، کافی جلد ۱/۳۰۶، فصول المهمہ/۲۶۳۔

۴۱ قتل ابن رسول اللہ۔

۴۲ عیون اخبار الرضا جلد ۲/۲۳۳، مسند الامام الرضا جلد ۱/۱۳۱-۱۳۰۔

بارہواں سبق:  
امام محمد تقی ؑ کی سوانح عمری

Presented By: <https://jafrilibrary.com>

## ولادت

امام رضاؑ کی عمر ۳۵ سال سے زیادہ ہو چکی تھی لیکن ابھی تک آپ کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھیں۔ یہ بات شیعوں کے لئے جو کہ پیغمبر ﷺ اور ائمہ ؑ کی روایتوں کی بنا پر اس بات کے معتقد تھے کہ نویں امام کو آٹھویں امام کا بیٹا ہونا چاہیے اسی وجہ سے کبھی امام کی خدمت میں پہنچ کر شیعہ اپنی تشویش کا اظہار کرتے اور امام ؑ جو اب میں ان کا دل رکھتے ہوئے فرماتے تھے کہ "خدا ہم کو بیٹا دے گا۔" (۱)

آخر کار انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور دسویں ماہ رجب ۱۹۵ھ ق کو آسمان ولایت کا نواں ستارہ طلوع ہوا (۲)۔ آپ کا نام "محمد" کنیت "ابو جعفر" اور سب سے مشہور القاب "جواد" اور "تقی" ہیں۔ آپ کی والدہ گرامی کا نام "سبیکہ" تھا امام رضاؑ نے ان کا نام "خیزران" رکھا۔ آپ رسول خدا ﷺ کی زوجہ جناب ماریہ قبطیہ کے خاندان سے تھیں۔

اس خاتون کی عظمت و بزرگی کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ امام موسیٰ ابن جعفر ؑ نے آپ کے گھر امام رضاؑ کے آنے سے برسوں پہلے آپ کی بعض خصوصیات کو بیان فرمایا اور اپنے ایک صحابی ابن سلیط سے کہا کہ اگر ان سے ملاقات ممکن ہو تو ان تک میرا سلام پہنچانا۔ (۳)

ابو یحییٰ صنعانی نقل کرتے ہیں کہ میں امام ؑ رضاؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ لوگ امام جواد ؑ کو جو اس وقت کم سن تھے لے آئے حضرت ؑ نے فرمایا "یہ بچہ وہ مبارک بچہ ہے کہ ہمارے

شیعوں کے لئے اس سے زیادہ مبارک بچہ پیدا نہیں ہوا ہے۔<sup>(۴)</sup>  
شاید امام کے قول کی دلیل وہی ہو جس کی طرف اس سے پہلے اشارہ ہو چکا ہے اس لئے کہ امام جواد علیہ السلام کی پیدائش نے شیعوں کی یہ تشویش ختم کر دی کہ امام رضا علیہ السلام کا کوئی جانشین نہیں ہے چنانچہ آپ کی ولادت ایمان و اعتقاد کی استواری کا سبب بنی۔<sup>(۵)</sup>

### تعیین امامت

ہر چند کہ نوین امام علیہ السلام کی امامت محتاج بحث نہیں ہے اس لئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سابق ائمہ علیہم السلام کے تصریحی بیانات کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ آپ علیہ السلام آٹھویں امام علیہ السلام کے ایک ہی بیٹے تھے اور آپ کے علاوہ خاندان علوی میں کوئی بھی اس الہی منصب کے لائق نہ تھا لیکن نمونہ کے طور پر آپ علیہ السلام کی امامت کے سلسلہ میں امام رضا علیہ السلام کے چند تصریحی بیانات پیش کئے جا رہے ہیں۔

۱۔ "محمد ابن ابی عباد" نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ میرے بعد ابو جعفر میرے خاندان کے درمیان میرے وصی اور جانشین ہوں گے<sup>(۶)</sup>۔

۲۔ "عبد اللہ ابن جعفر" نقل کرتے ہیں کہ میں صفوان ابن یحییٰ کے ساتھ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا، امام جواد علیہ السلام بھی جو ابھی تین سال کے تھے وہاں موجود تھے میں نے امام علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو آپ کا جانشین کون ہوگا؟ امام علیہ السلام نے ابو جعفر علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: "میرا بیٹا" میں نے عرض کیا کہ "اس سن و سال میں؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "ہاں اسی سن و سال میں، خداوند عالم نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو اپنی حجت قرار دیا جبکہ آپ دو سالہ بچے تھے"<sup>(۷)</sup>۔

۳۔ "خیرانی" اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں خراسان میں امام رضا علیہ السلام کے پاس تھا کسی نے آپ سے دریافت کیا، اگر آپ کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آجائے تو

کس کی طرف رجوع کیا جائے؟

آپ نے فرمایا: "میرے بیٹے ابو جعفر کی طرف" گویا سوال کرنے والے نے حضرت امام جواد علیہ السلام کی عمر کو کافی نہیں سمجھا۔ اسی لئے امام علیہ السلام نے اضافہ فرمایا کہ خداوند عالم نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو نبوت و رسالت کے لئے معین فرمایا جبکہ ان کی عمر، ابو جعفر کی اس وقت کی عمر سے بھی کم تھی۔<sup>(۸)</sup>

### والد کے ساتھ

امام جواد نے اپنی عمر کے تقریباً چھ سال<sup>(۹)</sup> اپنے والد بزرگوار امام رضا علیہ السلام کے ساتھ گزارے، جس سال حضرت رضا علیہ السلام کو خراسان بھیجا گیا آپ اپنے والد کے ساتھ مکہ تشریف لے گئے۔ حالت طواف میں آپ نے نہایت غور اور دقت نظر سے اپنے پدر بزرگوار کے اعمال اور ایک ایک بات کا جائزہ لیا اور یہ محسوس کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی طرح خدا کو وداع کر رہے ہیں جسے اب پھر دوسری بار لوٹ کر نہیں آنا ہے اس وجہ سے آپ نے جبکہ آپ کے چہرہ پر غم و اندوہ کے آثار تھے۔ حجر اسماعیل کے اندر بیٹھے تھے اور امام رضا کے خادم سے جس نے آپ کو وہاں سے اٹھانا چاہا فرمایا: میں یہیں رہوں گا اور اپنی جگہ سے حرکت نہیں کروں گا جب تک خدا کا حکم نہ ہو۔

خادم نے یہ ماجرا امام رضا سے بیان کیا امام علیہ السلام بہ نفس نفیس اپنے بیٹے کے پاس پہنچے اور آپ علیہ السلام نے فرمایا میرے لال اٹھو چلیں، آپ نے عرض کیا "بابا جان، ہم کیسے چلیں جبکہ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ آپ علیہ السلام کعبہ کو اس طرح وداع کر رہے ہیں جیسے دوسری بار پلٹ کر نہیں آنا ہے"<sup>(۱۰)</sup>

ایک معصوم بچے کی چھ سال کی عمر میں اس درجہ کمال اور ذاتی نبوغ کا اظہار ہو رہا ہے۔

## آپ ﷺ کی امامت

نبوت کی طرح امامت بھی ایک الہی عطیہ ہے جسے خداوند عالم اپنے منتخب اور لائق بندوں کو عطا کرتا ہے اور اس بخشش و عطا میں سن و سال کا کوئی دخل نہیں ہے۔ نویں امام آٹھ یا نو سال کی عمر میں امت کی امامت اور رہبری کے منصب پر فائز ہوئے۔ "معلیٰ بن محمد" نقل کرتے ہیں کہ امام رضا ﷺ کی رحلت کے بعد میں امام جواد سے ملا اور ان کے قد و قامت کو بغور دیکھتا کہ شیعوں کے سامنے ان کی توصیف کمر سکوں اسی اثناء میں آپ ﷺ بیٹھ گئے اور فرمایا: "اے معلیٰ، خدا نے امامت میں بھی نبوت کی طرح احتجاج کیا ہے اور فرمایا ہے:

"واتیناہا للحکم صینا" (۱۱)

ہم نے یحییٰ کو بچپن میں نبوت دی۔ (۱۲)

## مکارم اخلاق و فضائل

ائمہ معصومین کی خصوصیتوں میں سے ایک حقیقتوں کی شناخت اور اس کا ادراک عام لوگوں کی قوت ادراک سے زیادہ تھا۔ اس ذاتی نبوغ اور عقلی فروغ کے ظہور کے لئے بچپن بھی مانع نہیں تھا، اسی وجہ سے ان حضرات کی زندگی اور ان کی عادتیں پیدا نشے ہی سے دوسروں کے لئے اسوہ اور نمونہ قرار پاتی ہیں۔ ان حضرات کی علمی برتری اور مراتب کمال کا علماء اور بزرگوں کا اعتراف، اس حقیقت کی مؤید ہے۔ امام محمد تقی ﷺ کے اخلاقی فضائل کا گوشہ بیان کرنے سے پہلے اہل سنت کے علماء کا ان کے بارے میں نظریہ بیان کرنا ضروری ہے۔

سبط ابن جوزی فرماتے ہیں: "محمد جواد ﷺ علم، تقویٰ، پرہیزگاری اور سخاوت میں اپنے والد بزرگوار کے راستہ پر تھے۔" (۱۳)

"ابن تیمیہ" کا بیان ہے کہ محمد ابن علی۔ جن کا لقب جواد تھا بنی ہاشم کے بزرگوں اور ممتاز شخصیتوں میں سے تھے وہ سخاوت اور بزرگی میں مکمل شہرت رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے جواد نام پڑا۔<sup>(۱۴)</sup>

### الف۔ جود و سخاوت

امام جواد، بخشش و عطا اور کرامت کا مکمل مصداق تھے لوگ ان کے عطیوں اور عنایتوں سے بہرہ ور ہوتے تھے۔ اس حقیقت کی نشان دہی "جواد علیہ السلام" کے لقب سے ہوتی ہے "علی بن ابراہیم" اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں امام جواد علیہ السلام کی خدمت میں تھا کہ "صلاح ابن محمد"۔ قم کے اوقاف کے متولی<sup>(۱۵)</sup>۔ وہاں آئے اور عرض کیا: میرے آقا وقف کی آمدنی میں سے دس ہزار درہم حلال کر دیجئے، اس لئے کہ ہم نے اس کو اپنے خاندان کے نفقہ میں خرچ کر دیا ہے۔ امام نے خندہ پیشانی سے فرمایا: میں نے حلال کیا۔<sup>(۱۶)</sup>

### ب۔ دوسروں کی مشکل کو حل کرنا

بست سجستانی<sup>(۱۷)</sup> سے قبیلہ بنی حنیفہ کا ایک شخص نقل کرتا ہے کہ میں معتصم کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں مکہ کے سفر میں امام علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ حکومت کی کچھ ذمہ دار افراد بھی دسترخوان پر حاضر تھے۔ میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ پر فدا ہو جاؤں، میرے علاقہ کا حاکم آپ کے خاندان کے دوستداروں میں سے ہے اور خراج کے سلسلہ میں، میں اس کے محکمہ کا قرضدار ہوں لیکن مجھ میں ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ اگر آپ مصلحت سمجھیں تو اس کو ایک خط لکھ دیں تاکہ وہ اس سلسلہ میں ہمارے حق میں محبت کا ثبوت دے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کہ میں اس کو نہیں پہچانتا میں نے عرض کیا کہ: "جیسا کہ میں نے کہا کہ وہ آپ کا عقیدت مند ہے اس لئے یقینی طور پر آپ کا خط میرے لئے مفید ہوگا۔ امام علیہ السلام نے کاغذ قلم اٹھایا اور لکھا حامل رقعہ نے تمہارے عقیدہ کی تعریف کی، جان لو کہ اگر تم احسان اور نیک کام

کرو گے وہ تمہارے لئے فائدہ مند ہوگا۔ اس بنا پر اپنے برادران دینی کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی کرو اور یہ جان لو کہ خداوند عالم ایک ذرہ برابر شے کے بارے میں بھی تم سے سوال کریگا<sup>(۱۸)</sup> میں نے خط لیا اور چل پڑا جب خط کی اور میرے پہنچنے کی خبر سجستان کے انچارج کے پاس پہنچی تو وہ شہر سے دو فرسخ دور تک میرے استقبال کے لئے آیا اس نے خط لیا اس کو چوما اور اپنی آنکھوں سے لگایا اور پوچھا تمہاری کیا حاجت ہے؟ میں نے اس سے اپنی پریشانی بیان کی اس نے حکم دیا کہ میرا نام قرض والے رجسٹر سے نکال دیا جائے۔ اور جب تک وہ انچارج کام پر رہا میرا ٹیکس معاف رہا۔ اس کے علاوہ اس نے میری اچھی خاصی مدد کی اور جب تک وہ زندہ رہا اس خط کی برکت سے اس نے میرے حق میں نیکی اور حسن سلوک میں کوئی کمی نہیں کی<sup>(۱۹)</sup>

۳۔ "محمد ابن سہل قمی" نقل کرتے ہیں کہ میں مدینہ گیا اور امام جواد علیہ السلام کے پاس پہنچا اور میں نے چاہا کہ ان سے ایک لباس مانگ لوں لیکن میں مانگ نہ سکا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ اپنی خواہش لکھ کر دوں پھر میں نے لکھ دیا... لیکن میرے دل میں یہ بات گذری کہ خط کو نہ بھیجوں، میں نے خط پھاڑ ڈالا اور مکہ کی طرف چل پڑا۔ اسی حال میں ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں ایک رومال ہے اور وہ قافلہ میں مجھ کو ڈھونڈ رہا ہے۔ وہ مجھ تک پہنچا اور اس نے کہا: میرے آقا نے تیرے لئے یہ لباس بھیجا ہے۔<sup>(۲۰)</sup>

### امام جواد علیہ السلام کی شخصیت

امام جواد علیہ السلام نے امامت کے انوار مقدس کے پر تو اور خدا کی عبادت و بندگی میں ایسی اجتماعی شخصیت اور حیثیت حاصل کی کہ جس کا اعتراف دوست و دشمن دونوں ہی کرتے ہیں۔ آپ علیہ السلام کے سخت ترین دشمن مامون نے آپ سے اپنی بیٹی کی شادی کے سلسلہ میں عباسیوں کے اعتراض کے جواب میں کہا: میں نے ان کا انتخاب اس لئے کیا ہے کہ میں نے کسنی کے

باوجود علم و فضل میں ان کو سب سے ممتاز پایا۔<sup>(۲۱)</sup>

آپ ﷺ کی شخصیت اپنے پدر بزرگوار کے نزدیک ایسی تھی کہ "محمد ابن ابی عباد"۔ کاتب امام رضا ﷺ بیان کرتے ہیں کہ امام رضا۔ اپنے بیٹے محمد کو ہمیشہ کنیت کے ساتھ یاد کرتے تھے<sup>(۲۲)</sup>۔ (اور جب امام جواد ﷺ کا خط پہنچتا تھا) تو فرماتے تھے کہ "ابو جعفر نے مجھے لکھا ہے"<sup>(۲۳)</sup>

"محمد بن حسن ابن عمار" نقل کرتے ہیں :

"دو سال تک میں مدینہ میں علی بن جعفر کی خدمت میں جاتا رہا انہوں نے جو روایت اپنے بھائی موسیٰ ابن جعفر سے سنی تھی مجھ سے بیان کیا کرتے تھے اور میں لکھتا رہتا تھا۔

ایک دن میں مسجد نبوی میں ان کے پاس بیٹھا تھا کہ امام جواد ﷺ تشریف لائے۔ علی ابن جعفر بغیر جوتے اور ردا کے اپنی جگہ سے اٹھے، آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا آپ کی تعظیم کی، امام ﷺ نے ان سے فرمایا اے چچا آپ بیٹھئے خدا آپ پر رحمت نازل کرے۔

انہوں نے کہا: اے میرے سردار: میں کیسے بیٹھ سکتا ہوں جبکہ آپ کھڑے ہیں، جب علی ابن جعفر اپنی جگہ پلٹ آئے تو ان کے دوستوں اور ساتھیوں نے ان کی سرزنش کی اور کہا کہ آپ ان کے باپ کے چچا ہیں اور اس طرح ان کا احترام کرتے ہیں علی ابن جعفر نے فرمایا: چپ رہو خدا نے اس سفید داڑھی کو۔ اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔ امامت کے لائق نہیں سمجھا اور اس جو ان کو اس کے لائق پایا اور امام قرار دیا (کیا تم چاہتے ہو کہ) ان کی فضیلت کا انکار کر دوں؟ تم جو کہتے ہو میں اس سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں، میں اس کا بندہ ہوں۔<sup>(۲۴)</sup>

### خلافت کے مقابلہ میں امام ﷺ کا موقف

آپ ﷺ کے سات سالہ زمانہ امامت میں آپ ﷺ کے ہم عصر، مامون اور معتصم نامی دو خلفاء تھے

ان کی حکومت کے زمانہ میں آپ کا موقف امام علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کے موقف کو جاری رکھنا تھا، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ خلافت کی مشینری کے موقف میں اتحاد پایا جاتا تھا جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ امام رضا کی ولیعہدی سے امامت کا موقف بنی عباس کی طاقت کے مرکز تک پہنچ گیا تھا۔ اور چونکہ حکومت نے اپنے موقف کو تبدیل نہیں کیا اس بنا پر بیٹھ رہنا درست نہ تھا۔

خلافت کی مشینری نے بھی اس مسئلہ کو بخوبی درک کر لیا تھا اور امام رضا علیہ السلام کو نماز عید سے روک دینا بھی اسی حقیقت کی بنا پر تھا۔ مامون اس سے ڈرتا تھا کہ ایک نماز پڑھا کر خلافت پر تصرف کرنے کے لئے امام علیہ السلام کہیں زمینہ ہموار نہ کر لیں۔

### شادی کی سازش

مامون نے بہت کوشش کی کہ امام رضا علیہ السلام کو زہر دیا جائے اور واقعہ بہت خفیہ اور پوشیدہ طور پر انجام پاجائے لیکن تمام پردہ پوشیوں اور ریا کاریوں کے باوجود آخر کار علویوں پر یہ بات آشکار ہو گئی کہ امام علیہ السلام کا قاتل اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا لہذا مامون بہت ناراض ہوا اور انتقام پر اتر آیا۔

انقلابیوں کی چارہ جوئی کرنے اور ان کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے مامون نے آٹھویں امام کے فرزند کے لئے مہربانی اور دوستی کا اظہار کیا اور زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لئے اس نے یہ ارادہ کیا کہ اپنی بیٹی "ام الفضل" کی شادی امام جواد علیہ السلام سے کر دے۔ اور اس نے کوشش کی کہ امام رضا علیہ السلام پر ولی عہدی تھوپ کر اس نے جو فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی اس رشتہ کو قائم کر کے وہی فائدہ حاصل کر لے۔

بنی عباس کو مامون کے اس ارادہ سے خوف محسوس ہوا اور صورت حال کو قبل از وقت روکنے کے لئے جو امام رضا علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا ہو گئی تھی، جمع ہو کر ایک وفد کی صورت میں مامون کے

پاس پہنچے اور کہنے لگے گذشتہ زمانہ میں ہمارے اور علویوں کے درمیان جو کچھ ہوا آپ اس سے اچھی طرح واقف ہیں اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ گذشتہ خلفاء نے ان کو شہر بدر کیا اور ان کی توہین کی ہے۔ ہم اس سے پہلے امام رضا علیہ السلام کی ولی عہدی سے فکر مند تھے لیکن خدا نے وہ مشکل حل کر دی۔

اب ہم آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ آپ ہم کو دوبارہ عمگین نہ کریں اور اس شادی سے صرف نظر کریں اور اپنی بیٹی کو بنی عباس کے کسی ایسے فرد سے بیاہ دیں جو اس رشتہ کے لائق ہو، "مامون نے ان کے جواب میں علویوں کی بزرگی، خلفاء سابقین کی خطا اور ولی عہدی کے مسئلہ کی تائید کرتے ہوئے امام جواد علیہ السلام کی تعریف کی اور بزرگی بیان کی اور کہا کہ میں اس جوان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں یہ ایسے خاندان سے ہیں جن کا علم خداداد ہے، ان کے آباء و اجداد ہمیشہ علم دین و ادب میں لوگوں سے بے نیاز تھے۔ (۲۵)

یہ دوستی کا مظاہرہ اور مکارانہ ریاکاریوں کے ذریعہ اس شادی سے سیاسی مقصد حاصل کرنے کے علاوہ مامون کا اور کوئی مقصد نہ تھا، جو مقاصد وہ حاصل کرنا چاہتا تھا ان میں سے چند کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

۱۔ اس کا ارادہ تھا کہ اس رشتہ سے دامن پر لگے ہوئے قتل امام رضا علیہ السلام کے داغ کو صاف کر دے اور اپنے خلاف علویوں کے اعتراضات اور قیام کو روک دے اور اہل بیت علیہم السلام کے دوستدار و طرفدار کے عنوان سے اپنا تعارف کرائے۔

۲۔ اپنی بیٹی کو امام علیہ السلام کے گھر بھیج کر ہمیشہ کے لئے حضرت کے کاموں کی نگرانی کرنا۔

۳۔ مامون کا خیال خام یہ تھا کہ اس ازدواج کے ذریعہ امام علیہ السلام کو عیش و عشرت کے دربار سے وابستہ کر دیگا اور ان کو لہو و لصب اور عیش و عشرت والی زندگی گزارنے پر آمادہ کر دے گا۔ تاکہ اس راستہ سے امام علیہ السلام کی عظمت اور تقدس کو ٹھیس پہنچائے اور آپ علیہ السلام کو عصمت و امامت کے بلند مقام سے گرا کر لوگوں کی نظروں میں حقیر کر دے۔

"محمد ابن ریان" نقل کرتے ہیں کہ مامون نے بہت کوشش کی کہ امام کو لہو و لعب کے لئے آمادہ کرے لیکن کامیاب نہیں ہوا۔ اس کی بیٹی کی شادی کے جشن میں سو ایسی خوبصورت کنیزیں جو جوہرات سے بھرے ہوئے جام اپنے ہاتھوں میں لئے تھیں، مامون نے ان سے کہا کہ امام ؑ کے آنے کے بعد ان کے استقبال کو بڑھیں، وہ کنیزیں استقبال کو بڑھیں لیکن امام جواد ؑ بغیر کوئی توجہ دینے ہاں وارد ہوئے اور آپ ؑ نے عملی طور پر یہ بتادیا کہ ہم ان کاموں سے بیزار ہیں۔<sup>(۲۶)</sup>

مامون ان مقاصد اور دوسرے مقاصد تک پہنچنے کے لئے امام رضا ؑ کی شہادت کے ایک سال بعد ۲۰۳ھ ق میں امام جواد ؑ کو مدینہ سے بغداد لے آیا اور اس نے اپنی بیٹی کی ان سے شادی کر دی اور اس بات پر اصرار کیا کہ امام بغداد ہی میں اس کے مزین محلوں میں زندگی گذاریں۔

لیکن امام ؑ نے مدینہ واپس جانے پر اصرار کیا، تاکہ مامون کے بنائے ہوئے نقشہ کو نقش بر آب کر دیں اس وجہ سے آپ ؑ اپنی بیوی کے ساتھ مدینہ پلٹ گئے اور ۲۲۰ھ ق تک مدینہ میں مقیم رہے۔

### علمی اور ثقافتی کوششیں

امام جواد نے بادل نحو استہ مختلف صورتوں میں خلافت کی مشینری کے زیر نگرانی زندگی گذاری مگر اس درمیان امکانی حد تک سماجی اور ثقافتی محاذوں پر کوششیں کرتے رہے۔

ان محاذوں میں سے "بحث و مناظرہ" کا ایک محاذ ہے۔ امام ؑ نے اس موقف میں اپنے پدر بزرگوار کی روش کو برقرار رکھا اور آپ ؑ نے ان جلسوں میں شرکت کی جو مامون نے امام ؑ کی علمی اور ثقافتی حیثیت کو شکست دینے کے لئے منعقد کئے تھے اور حقائق و معارف اسلامی کے بیان کے

ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے دربار خلافت سے وابستہ فقہت اور درباری قاضی القضاة کے چہرہ کو بے نقاب کیا۔  
مامون نے امام نہم کی امامت کے آغاز میں دوبار مجلس مناظرہ منعقد کی ایک مجلس میں جس میں بنی عباس کے بہت سے افراد،  
نمایاں اور ممتاز درباری شخصیتیں موجود تھیں، مامون نے۔ اس زمانہ کے قاضی القضاة۔ "یحییٰ بن اکثم" کو امام ﷺ سے سوال  
کرنے کے کئے کہا۔

اس نے پہلا سوال اس طرح کیا:

آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس نے حالت احرام میں شکار کیا ہو؟ امام ﷺ نے فرمایا (مسئلہ کی مختلف  
صورتیں ہیں) حرم کے اندر تھا یا باہر، اس کو اس کام کی حرمت کی خبر تھی یا نہیں، عمداً اس نے شکار کیا یا سہواً، غلام تھا یا آزاد،  
شکار چھوٹا تھا یا بڑا، اس نے پہلی بار ایسا کیا ہے یا دوسری بار، شکار پرندہ کا تھا یا غیر پرندہ، چھوٹا تھا یا بڑا، شکار کے بعد اپنے فعل  
پر وہ پشیمان تھا یا پھر کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، شکار رات میں کیا تھا یا دن میں، اس کا احرام عمرہ کا احرام تھا یا حج کا؟

امام ﷺ نے جب مسئلہ کی اس طرح عالمانہ شقیں بیان کیں اور اس کی یوں تشریح کردی تو یحییٰ بن اکثم انگشت بدندان رہ گیا  
، اس کے چہرہ پر شکست کے آثار نمایاں ہو گئے، اس کی زبان لکنت کرنے لگی اس طرح کہ وہ مذکورہ بالا صورتوں میں سے کسی  
صورت کا یقین نہ کر سکا۔ حاضرین نے امام ﷺ کی علمی صلاحیت و قدرت اور قاضی القضاة کی شکست کا اندازہ کر لیا۔ (۲۷)

امام جواد۔ مامون کے منعقد کئے ہوئے جلسوں کے علاوہ ضروری موقع پر اسلامی ثقافت کی توسیع اور شبہات و اشکالات کو دور  
کرنے کے لئے مختلف گوشہ و کنار سے مدینہ آئے ہوئے علماء اور دانشمندوں کے ساتھ بحث و گفتگو کرنے کیلئے بیٹھتے تھے، نمونہ کے  
طور پر ایک مورد پیش کیا جاتا ہے: بغداد اور دوسرے شہروں کے اسی افراد حج کے بعد مدینہ کو چلے تاکہ امام ﷺ جواد سے ملاقات  
کریں، وہ لوگ پہلے عبداللہ ابن موسیٰ (امام کے چچا) سے ملے لیکن وہ ان کے مسائل کے جواب سے عاجز رہے اتنے میں امام  
جواد۔ تشریف لائے اور آپ نے ان کے ایک ایک مسئلہ اور

مشکلات کا جواب عنایت فرمایا، علماء نہایت مسرت کے عالم میں اس مجلس سے نکلے اور امام ؑ کے لئے دعا کی۔ (۲۸)  
امام ؑ کے بچپن کو دیکھتے ہوئے ان جلسوں اور باتوں کے ضمن میں جو مسئلہ مناظرہ کے دونوں فریق کے درمیان مورد  
توجہ تھا وہ آپ ؑ کی امامت کا مسئلہ تھا۔

ایک طرف امام ؑ نے علمی مشکلات سے پردہ اٹھایا اور امامت کے موقف کی تشریح اور حقائق کو بیان کرتے ہوئے ان  
لوگوں کو جو آپ ؑ کی کسبئی کی وجہ سے آپ ؑ کی امامت کے بارے میں شک اور تردد میں مبتلا تھے، حقیقت سے آشنا کیا  
اور ہر طرح کے شبہ اور تردد سے ان کے ذہنوں سے صاف کیا۔ اور دوسری طرف عبداللہ ابن موسیٰ، امام کے چچا وغیرہ جیسے افراد  
کو جو بغیر لیاقت اور صلاحیت کے اپنے کو امامت کی جگہ پر لارہے تھے، عملی طور پر میدان سے دور ہٹا دیا اور ان کو گوشہ گیر بنا دیا۔

### نمایاں افراد کی تربیت

امام جواد کے علمی اور ثقافتی کاموں میں سے ایک کام ایسے ممتاز افراد کی تربیت تھی جن میں سے ہر ایک ثقافت و معارف  
اسلامی کا ایک منارہ کہا جاتا تھا۔

مرحوم شیخ طوسی نے امام جواد ؑ کے شاگردوں، راویوں اور اصحاب کی تعداد تقریباً ایک سو دس افراد بتائی ہے (۲۹)۔ اس  
سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں لوگوں کا حضرت سے ملنا کتنا محدود اور مشکل تھا۔ لیکن اس کے باوجود انہیں محدود افراد میں کچھ  
روشن چہرے موجود ہیں منجملہ انکے:

۱۔ ابو جعفر، محمد ابن سنان زہری

۲۔ احمد ابن ابی نصر بزنجی

۳۔ ابو تمام حبیب ابن اوس طائی

۳۔ ابوالحسن، علی ابن مہزیار اہوازی

۵۔ فضل بن شاذان نیشاپوری

۶۔ زکریا ابن آدم و غیرہ ہیں

امام علیہ السلام کے مکتب کے پروردہ افراد میں سے ہر ایک کسی نہ کسی انداز سے پریشانی اور سختی میں مبتلا تھا۔ عبداللہ ابن طاہر۔ حاکم نیشاپور نے۔ فضل بن شاذان کو نیشاپور سے باہر نکال دیا۔ پھر اس کے بعد ان کی کتابوں کی تفتیش کی جب ان کتابوں کے مندرجات سے لوگوں نے اس کو آگاہ کیا۔ تب اس کو اطمینان حاصل ہوا اور اس نے کہا کہ میں ان کے سیاسی عقیدہ کو بھی جانتا ہوں۔ (۳۰)

ابوتمام بھی اس دشمنی سے نہ بچ سکے، اس زمانہ کے امراء جو خود بھی اہل شعر و ادب تھے، وہ بھی ان کے شعر کو سننے کے لئے تیار نہ تھے جبکہ آپ اس زمانہ کے بہترین شاعر تھے اور اگر کسی نے پہلے سے بتائے بغیر ان کا شعر پڑھ دیا اور امیروں کو پسند آگیا تو یہ سمجھ لینے کے بعد کہ یہ ابوتمام کا شعر ہے فوراً اصلی نوشتہ کو پھاڑ ڈالنے کا حکم دیتے تھے۔ (۳۱)

### معتصم کے دور حکومت میں

مامون کی موت کے بعد ۲۱۸ھ میں اس کا بھائی اس کی جگہ پر خلافت کے منصب بیٹھا اور امام جواد علیہ السلام کے سلسلہ میں اس نے مامون والی ہی سیاست اختیار کی، جب مدینہ میں امام کی فعالیت سے خوفزدہ ہوا تو وہ ۲۲۰ھ میں امام علیہ السلام کو زبردستی مدینہ سے بغداد لے آیا تا کہ نزدیک سے ان کی نگرانی کر سکے اسکی حکومت میں ایک شخص نے چوری کا اقرار کیا اور اس نے خلیفہ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ الہی حدود جاری کر کے اس کو پاک کر دیا جائے، معتصم نے تمام فقیہوں کو جلسہ میں جمع کیا اور امام جواد علیہ السلام کو بھی بلایا۔

پہلے اس نے "ابن ابی داؤد" (۳۲) سے سوال کیا کہ چور کا ہاتھ کہاں سے کاٹنا چاہیے؟  
ابن ابی داؤد نے کہا کہ "کلائی سے" اور اپنی دلیل میں قرآن کی آیت "فاغسلوا وجوهکم وایدیکم... " پڑھی۔  
فقہا کا ایک گروہ ان کی موافقت میں تھا لیکن دوسرے گروہ نے ان کے نظریہ کی مخالفت کی اور کہا کہ کہنیوں سے ہاتھ کاٹنا  
چاہیے اور انہوں نے اپنے نظریہ کی تائید میں آیہ "فاغسلوا وجوهکم وایدیکم الی المرافق" (۳۳) کو دلیل بنایا۔  
معتصم نے امام جواد علیہ السلام کی طرف رخ کیا اور پوچھا "اس مسئلہ میں آپ کا نظریہ کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا یہ لوگ اپنا نظریہ  
پیش کر چکے اب مجھے معاف رکھ۔

معتصم نے اصرار کیا اور امام علیہ السلام کو قسم دے کر کہا: آپ اپنا نظریہ بیان کریں۔  
امام علیہ السلام نے فرمایا: چونکہ تم نے قسم دلائی ہے اس لئے میں اپنا نظریہ بیان کرتا ہوں دونوں فریقوں نے غلط فیصلہ کیا ہے۔  
کیونکہ چور کی فقط انگلیاں کاٹی جائیں گی۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس لئے کہ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ سجدہ سات اعضاء پر واجب ہے۔ چہرہ، پیشانی، دونوں ہاتھوں کی  
ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور دونوں پیروں کے انگھوٹھے لہذا چور کا ہاتھ اگر کہنیوں سے کاٹا جائے تو اس کا ہاتھ نہیں بچے گا کہ وہ سجدہ  
بجالائے اور دوسرے یہ کہ خدا فرماتا ہے کہ "انّ المساجد لله فلا تدعوا مع الله احداً" (۳۴) سجدوں کی جگہیں خدا کے لئے ہیں پس  
خدا کے ساتھ کسی کو نہ پکارو" لہذا جو خدا کیلئے ہے اس کو قطع نہیں کیا جائے گا  
معتصم کو امام علیہ السلام کا نظریہ پسند آیا اور اس نے حکم دیا کہ چور کی انگلیاں کاٹی جائیں۔

"ابن ابی داؤد" جو خود اس واقعہ کے ناقل ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اس مجلس میں میں نے (شرم و جیاسے) موت کی تمنا کی۔  
وہ تین دن کے بعد معتصم کے پاس گیا اور کہا کہ چند دن پہلے والی نشست تمہاری حکومت کے لئے اچھی نہیں تھی، اس لئے کہ  
تمام علماء اور مملکت کے بزرگ افراد کے سامنے تم نے ابو جعفر علیہ السلام کے

فتویٰ کو جن کو آدھے مسلمان اپنا پیشوا مانتے ہیں اور امر خلافت کے لئے تم سے زیادہ مناسب سمجھتے ہیں۔ دوسروں کے نظریہ پر ترجیح دی۔ یہ خبر لوگوں کے درمیان پھیل گئی اور خود ان کے شیعوں کے لئے برہان بن گئی ہے۔

معتصم جو پہلے ہی سے ہر طرح کی دشمنی اپنے دل میں رکھتا تھا اور امام علیہ السلام کو راستہ سے ہٹانے کے لئے موقع کی تلاش میں رہتا تھا، اس کو ابن ابی داؤد کی باتوں سے سخت جھٹکا لگا اور امام علیہ السلام کو قتل کرنے کے بارے میں سوچنے لگا۔<sup>(۳۵)</sup>

آخر کار اس نے اپنے منحوس منصوبہ کو عملی جامہ پہنایا اور امام جواد کو جن کی عمر شریف ۲۵ سال سے زیادہ نہ تھی آخر ذی القعدہ ۲۲۰ھ ق میں آپ علیہ السلام کو بغداد بلایا اور زہر سے شہید کر دیا۔<sup>(۳۶)</sup>

آپ علیہ السلام کے جسد اطہر کو آپ علیہ السلام کے جد گرامی قدر حضرت امام موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام کے پہلو میں سپرد لحد کیا گیا آج بھی ان دونوں اماموں کا مزار مقدس کاظمین کے نام سے مشہور ہے۔

## سوالات

- ۱\_ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کس تاریخ کو پیدا ہوئے اور ان کی پیدائش سے پہلے شیعہ کیوں تشویش میں مبتلا تھے؟
- ۲\_ امام جواد نے اپنی عمر کے کتنے دن اپنے والد کے ساتھ گزارے کیا اس زمانہ کا کوئی واقعہ آپ کو یاد ہے؟
- ۳\_ امام جواد علیہ السلام کس عمر میں منصب امامت پر فائز ہوئے، کیا آپ علیہ السلام کی عمر عہدہ امامت کی ذمہ داری قبول کرنے کی متقاضی تھی، اس سلسلہ میں امام علیہ السلام کے ایک بیان کو ذکر کیجئے؟
- ۴\_ امام کی امامت کے ابتدائی زمانہ میں مامون نے کون سا اقدام کیا اور اس سے اس کا کیا مقصد تھا؟
- ۵\_ مامون کی خلافت کے مقابل امام علیہ السلام کا کیا رویہ تھا؟
- ۶\_ اسلامی علوم و ثقافت کی نشر و اشاعت میں امام علیہ السلام کا کیا کردار رہا؟
- ۷\_ معتصم نے امام علیہ السلام کو کیوں بغداد بلایا اور پھر آپ علیہ السلام کے قتل کا درپے کیوں ہوا؟
- ۸\_ امام جواد کس تاریخ کو اور کیسے شہید ہوئے؟

## حوالہ جات

۱ انوار البیہ / ۲۲۴، بحارج ۵/۱۵ منقول از عیون المعجزات۔

۲ بحارج جلد ۵۰/۱۳، ۱۱، ۴۔ ایک قول کی بنا پر اسی سنہ میں رمضان کے مہینہ میں آپ کی ولادت ہوئی تھی۔

۳ بحارج جلد ۵۰/۱۱، انوار البیہ / ۲۲۵۔

۴ کافی ج ۱/۲۵۲ فی باب النص علی ابی الحسن الرضا "انوار البیہ / ۲۲۶-۲۲۵۔

۵ اور یہ بھی احتمال ہے کہ مذکورہ بالا قول سے امام کا مقصد یہ ہو کہ بچپن میں حضرت امام جواد علیہ السلام کی امامت سے شیعوں کیلئے یہ بات روشن ہو گئی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح یہاں بھی عمر کا سوال نہیں ہے اور ان کا علم خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔

۶ عیون اخبار الرضا ج ۲/۲۳۲۔

۷ بحارج ۵۰/۳۵۔

۸ ارشاد مفید / ۱۳۹، کافی ج ۱/۲۵۹-۲۵۸، ۳۱۵۔

۹ امام رضا علیہ السلام کی عمر کے آخری دو سال ۲۰۱ سے ۲۰۳ تک مراد نہیں ہیں جب آپ کو خراسان لے جایا گیا۔

۱۰ "...کیف اقوم وقد ودعت البیت وداعاً لارجوع بعده"، کشف النعمہ ج ۳/۱۵۳-۱۵۲، سیرة الائمه الاثنا عشر ج ۲/۳۳۳، انوار

البیہ / ۲۰۲۔

۱۱ سورہ مریم / ۱۱۔

۱۲ ارشاد مفید / ۳۲۵، مناقب جلد ۳/۳۸۹۔

۱۳ "وکان علی منها ج ایہ فی العلم و التقی و الزهد و الجود تذکرۃ الخواص ۳۲۱۔

۱۴ "محمد بن علی الجواد کان من اعیان بنی ہاشم و هو معروف بالسخاء و السود ولہذا سمتی الجواد" منہاج

السنۃ ج ۲/۱۳۴۔

۱۵ جو وقف حضرت کے نام سے تھا آپ اس وقف کے متولی تھے۔

۱۶ بحارج جلد ۵۰/۱۰۵ منقول از کافی و غیبت شیخ۔

۱۷ بست افغان کا ایک قدیم شہر ہے جو بلوچستان اور رھند کے راستہ میں واقع ہے اس کا مرکز سبستان تھا جس کا اطلاق وسیع

علاقہ پر ہوتا تھا۔ ہرات سے ۸۰ فرسخ ہے۔ ر ک، معجم البلدان و المنجد باب اعلام، کلمہ بست و

سجستان۔

۱۸ اما بعد فان موصل کتابی هذا ذکر عنک مذهباً جلیلاً و ان مالک من عملک ما احسنت فیہ فاحسن الی اخوانک و اعلم ان الله عزوجل سائلک عن مثاقیل الذر و الخردل۔

۱۹. بحار جلد ۵۰/۵۰-۸۶، انوار البھیة/۲۳۸-۲۳۷۔

۲۰. بحار جلد ۵۰/۳۳ منقول از خراج راوندی۔

۲۱ "اخترتہ لتبریزہ علی كافة اهل الفضل فی العلم و الفضل مع صغر سنّہ"۔ بحار ج ۵۰/۵۰۔

۲۲ عرب احتراما کسی کو اس کی کنیت سے پکارتے ہیں۔

۲۳ عیون اخبار الرضا جلد ۲/۲۳۲۔

۲۴ "نعوذ بالله مما تقولون ، بل انا له عبد" کافی ج ۱/۲۵۸۔ انوار البھیة/۲۲۸-۲۲۷۔

۲۵ "انی اعرف بهذا الفتی منکم و ان اهل هذا البیت علمهم من السد و مواوہ و الهامہ ، لم تنزل آباءہ اغنیاء فی علم الدین و المادب عن الرعايا الناقصه عن حد الکمال"۔ بحار ۵۰/۵۰-۴۳، ارشاد/۳۲۰-۳۱۹، کشف الغمہ جلد ۳/۱۳۳-۱۳۳۔ مناقب جلد ۳/۳۸۱-۳۸۰۔ اعلام الموری/۱۵۱۔ اسی جلسہ میں مامون نے ایک مناظرہ کا انعقاد کیا تھا اس واقعہ کو "علمی اور ثقافتی کوششیں" کے عنوان کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

۲۶. بحار جلد ۵۰/۶۳-۶۱ مناقب جلد ۳/۳۹۶، کافی جلد ۱/۳۱۳-۳۱۳۔

۲۷ ارشاد مفید/۳۲۱-۳۲۰، مناقب جلد ۳/۳۸۱، اعلام الموری/۳۵۲-۳۵۱۔ بحار جلد ۵۰/۷۶-۷۵، کشف الغمہ جلد ۳/۱۳۵-۱۳۳، فصول المہمہ/۲۶۸۔ البتہ اس نشست میں دوسرے مباحث بھی آئے منجملہ ان کے امام کا یحییٰ بن اکثم سے سوال اور یحییٰ کا امام کے جواب میں عاجز رہ جانا اور مذکورہ بالا مسئلہ کے شقوں سے متعلق امام کے جواب کو اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے پیش نہیں کیا گیا ہے۔

۲۸. بحار ج ۵۰/۱۰۰۔

۲۹ رجال شیخ طوسی/۳۰۹-۳۹۷۔

۳۰ رجال کشی/۵۳۹-۵۳۸۔

۳۱ مروج الذهب جلد ۳/۳۸۵-۳۸۳

۳۲ مامون، معتصم، واثق اور متوکل کے زمانہ کے بغداد کے بڑے قاضی القضا میں سے ایک تھے۔

۳۳ سورہ مائدہ/۶

۳۳ سورہ جن/۲۸

۳۵ بحار جلد ۵۰/۵، منقول از تفسیر عیاشی ج ۱/۳۲۰-۳۱۹، انوار البھیة/۲۳۳-۲۳۱

۳۶ بحار جلد ۵۰/۱ بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ معتصم نے مامون کی بیٹی ام الفضل کے ذریعہ امام کو زہر دے دیا۔ بحار جلد

۱۰/۵۰ و اعیان الشیعة ج ۲/۳۶

تیرہواں سبق:  
امام علی النقیؑ کی سوانح عمری

Presented By: <https://jafrilibrary.com>

## ولادت

شیعوں کے دسویں امام ۱۵ ذی الحجہ ۲۱۲ھ ق کو مدینہ کے "صریا" (۱) نامی قریہ میں پیدا ہوئے۔ آپ (۲) کا اسم گرامی "علی" اور سب سے مشہور القاب "نقی" اور "ہادی" ہیں اور آپ (۳) کی کنیت "ابوالحسن" ہے۔ آپ (۴) ابوالحسن ثالث کے نام سے مشہور ہوئے۔

نویں امام کے والد گرامی امام جواد تھے اور آپ کی والدہ "سمانہ" ایک با فضیلت و با تقویٰ خاتون تھیں آپ مقام ولایت سے آشنائی رکھنے والی اور خلافت الہی کی زبردست دفاع کرنے والی خاتون تھیں۔ خود امام ہادی (۵) اپنی والدہ گرامی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میری والدہ میرے حق سے آشنا اور اہل بہشت میں سے ہیں۔ شیطان سرکش ان سے نزدیک نہیں ہوتا اور دشمن جبار کا لکھ ان تک نہیں پہنچتا، خدا ان کا محافظ اور نگہبان ہے۔ وہ ہرگز صدیقین و صالحین ماؤں کے صفوں سے باہر نہیں ہیں (۶)

## امام (۷) کی پرورش کا ماحول

امام ہادی نے اپنی عمر کے سات سال اور کچھ دن اپنے والد کے ساتھ ان کی تربیت اور خاص نگرانی میں گزارے۔ آپ (۸) جس ماحول میں پروان چڑھے وہ ماحول، دانش کے فروغ تقویٰ و اخلاق، وسعت علم اور زندگی کے تمام شعبوں میں فکر کی بلندی سے سرشار ماحول تھا۔ دوسری صدی ہجری میں علماء کی

فکری تحریکیں اور مامون کی خلافت کی مشینری کی طرف سے ان کے استقبال کی وجہ سے دینی حقائق کو واضح کرنے اور اس زمانہ کے روشن فکر اور سوچ بوجھ رکھنے والی نسل تک پیغام اسلام کے پہنچانے کے مواقع اس زمانہ کے ائمہ معصومین علیہم السلام کو حاصل تھے۔

اسلام کے ترقی پذیر عناصر کے گہوارہ پرورش اور زیادہ تر ائمہ کی جائے پیدائشے۔ مدینہ۔ میں ماں باپ کی توجہ سے اور تدبیر سے امام۔ کے جسم و روح نے پارسائی اور دور اندیشی کی منزل کمال کو سر کیا۔ وہ جن کی پاکیزہ سرشت میں دور اندیشی اور ہوشمندی پوشیدہ تھی، جو الہام الہی کے فیوض و برکات سے تمام شعبوں میں کمالات اور امتیازات کے حامل تھے۔ وہ خلافت عباسی کے ظلم و ستم سے جہاد کرنے والوں کے پیشرو اور اسلامی معاشرہ کی مشعل ہدایت قرار پائے۔

### امامت پر نص

سوائے علی۔ اور موسیٰ (جو کہ موسیٰ مبرقع کہ نام سے مشہور تھے) نویں امام کی اور کوئی اولاد نہ تھی، چونکہ حضرت ہادی علیہ السلام، علم و معرفت، تقویٰ و عبادت میں اپنے زمانہ کے سارے لوگوں سے بلند تھے ان سے کسی کا حتیٰ کہ ان کے بھائی کا بھی موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے ان کے والد کے بعد امامت اور رہبری کا بلند مقام ان کو تفویض کیا گیا۔ اسی لیاقت کی بنیاد نیز دوسری باتوں کی بنا پر ان کے پدر بزرگوار نے بارہا اپنے بعد کے لئے ان کی امامت کو صراحت سے بیان فرمایا ہے۔

"امیر ابن علی قیسی" نقل کرتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر۔ سے عرض کیا کہ آپ علیہ السلام کا کون جانشین ہوگا۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: میرے فرزند علی علیہ السلام (۵)۔

"صقر ابن دلف" کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر امام جواد۔ سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ میرے بعد پیشوا میرا بیٹا علی ہے، ان کا فرمان میرا فرمان، انکی گفتار میری گفتار اور ان کی پیروی

میری پیروی ہے اور ان کے بعد ان کے بیٹے حسن ؓ، امام ہیں۔<sup>(۶)</sup>

### امام ؓ کا اخلاق اور ان کی سیرت

امام ہادی۔ اپنے اسلاف کی طرح اخلاق اور فضائل انسانی کا مجسمہ اور کمالات نفس کا مظہر تھے۔  
ابن صباغ مالکی اپنی کتاب میں آپ ؓ کی اخلاقی خصوصیات اور فضائل کا مرقع کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں۔  
ابوالحسن، علی ابن محمد کی فضیلت اور برتری کی شہرت تمام عالم میں پھیلی ہوئی ہے۔ (ان کی فضیلت ہر جگہ سایہ فگن ہے اور اس سے دوسروں کی چمک دمک ماند پڑ گئی ہے) اور ان کے بلندیوں کی طرف بڑھنے والے سلسلے آسمان کے ستاروں پر حکمرانی کر رہے ہیں۔ کوئی چیز منقبت نہیں شمار کی جا سکتی مگر یہ کہ اس کا لب لباب آپ ؓ کے وجود میں جلوہ گر ہے اور کوئی فضیلت و کرامت بیان نہیں ہوتی مگر یہ کہ اس کا برترین حصہ آپ ؓ ہی کی ملکیت ہے۔ ہر قابل تعریف خصلت جب بیان کی منزل میں آتی ہے تو اس کا بلند ترین اور مکمل ترین حصہ آپ ؓ ہی سے متعلق ہوتا ہے۔ آپ ؓ کا وجود ہر نیک و ارجمند خصلت کی ایسی تجلی گاہ ہے جو آپ ؓ کی عظمت کی تعریف کرتی ہے ان تمام کمالات کے استحقاق کا سرچشمہ وہ بزرگی اور کرامت ہے جو آپ ؓ کے جوہر زندگی کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ وہ عظمت و بزرگی ہے جو آپ ؓ کی سرشت میں پوشیدہ ہے۔ آپ کا وجود آب زلال معرفت کے علاوہ کسی اور پانی کے پینے سے منع کرتا ہے۔ اس لئے آپ ؓ کی جان، پاک ہے، آپ ؓ کا اخلاق شیرین ہے، آپ کی سیرت، عادلانہ اور آپ کے تمام صفات نیک ہیں آپ وقار، سکون، صبر، عفت، طہارت، زیرکی اور دانائی میں طریقہ نبوی اور سرشت علوی پر گامزن تھے۔ ایسے تزکیہ شدہ نفس کے اور ایسی بلند ہمت کے مالک تھے کہ کوئی آپ ؓ کے پایہ کو پہنچ

نہیں سکتا۔ آپ ﷺ کی نیک روش میں آپ ﷺ کا کوئی ثانی نہیں اور کسی نے ان چیزوں کی طمع نہیں کی...<sup>(۷)</sup>

## عبادت و بندگی

متوکل کے معین کیے ہوئے افراد چھان بین کے لئے متعدد بار آپ ﷺ کے گھر میں اچانک گھس آئے تو آپ کو کھر در الباس پہنے ہوئے ایک چٹائی پر نماز کے لئے ایستادہ لکھتے۔

یحییٰ ابن ہرثمہ نقل کرتے ہیں کہ امام ہادی ہمیشہ مسجد میں رہتے تھے اور دنیا سے کوئی رابطہ نہیں رکھتے تھے۔<sup>(۸)</sup> حائری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ عبادت پروردگار سے شدید محبت کی بنا پر آپ راتوں کو آرام نہیں کرتے تھے اور تھوڑی دیر کے علاوہ آپ سوتے نہیں تھے۔ آدھی رات کو کنکروں اور ریگزاروں پر بیٹھتے اور عبادت و استغفار اور تلاوت میں رات بسر کرتے تھے۔<sup>(۹)</sup>

## جو دو بخشش

امام کے دوستوں میں سے چند افراد جیسے ابو عمرو عثمان ابن سعید، احمد ابن اسحاق اشعری اور علی ابن جعفر ہمدانی، آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ احمد ابن اسحاق نے اپنے بھاری قرض کی امام ﷺ سے شکایت کی، امام ہادی ﷺ نے اپنے وکیل "ابو عمرو" سے فرمایا تیس ہزار دینار، احمد ابن اسحاق کو اور تیس ہزار دینار علی ابن جعفر کو دیدو اور اپنے لئے بھی تیس ہزار اٹھالو<sup>(۱۰)</sup> ابو ہاشم جعفری نقل کرتے ہیں کہ میں بہت زیادہ محتاج ہو گیا۔ میں امام ہادی کی خدمت میں پہنچا جب میں بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: اے ابو ہاشم خدا نے جو نعمتیں تم کو دی ہیں ان میں سے کسی ایک نعمت کا شکر بجالا سکتے ہو؟ میں چپ رہا اور یہ نہ سمجھ سکا کہ کیا کہوں۔

امام ﷺ نے فرمایا: خدا نے تم کو ایمان دیا ہے اور اس کے ذریعہ اس نے تمہارے جسم کو دوزخ کی آگ سے بچایا ہے، خدا نے تم کو صحت و عافیت عطا کی ہے اور اس نے اپنی عبادت کے لئے تمہاری مدد کی، خدا نے تم کو قناعت دی ہے اور اس کے ذریعہ اس نے تمہاری آبرو بچائی ہے، اے ابوشمیں نے یہ باتیں اس لئے شروع کیں کہ میں نے گمان کیا کہ تم اس کے بارے میں مجھ سے شکایت کرنا چاہتے ہو جس نے یہ تمام نعمتیں تم کو دی ہیں۔ میں نے حکم دیدیا ہے کہ سو (۱۰۰) دینار تم کو دیئے جائیں تم ان کو لے لو۔<sup>(۱۱)</sup>

### عقدہ کشانی

"محمد ابن طلحہ" نقل کرتے ہیں کہ ایک دن امام ہادی ﷺ سامرا سے ایک اہم کام کے لئے ایک دیہات کی طرف روانہ ہوئے۔ اس درمیان ایک آدمی آپ ﷺ کے گھر آیا جب اس نے امام ﷺ کو وہاں نہ پایا تو وہ بھی اس دیہات کی طرف روانہ ہوا جب امام کی خدمت میں پہنچا تو اس نے عرض کیا کہ میں کوفہ کارہنے والا ہوں آپ ﷺ کے خاندان کے چاہنے والوں میں سے ہوں لیکن بہت زیادہ قرضدار ہو گیا ہوں، اتنا قرض ہے کہ میں اسے ادا نہیں کر سکتا اور آپ ﷺ کے علاوہ مجھے اور کوئی نظر نہیں آتا جو میری ضرورت پوری کر دے۔ امام ﷺ نے پوچھا تمہارا قرض کتنا ہے؟ اس نے کہا تقریباً دس ہزار درہم۔ امام ﷺ نے اس کی دلجوئی کی اور فرمایا: تم پریشان نہ ہونا اور میں جو حکم دوں اس پر عمل کرنے میں کوتاہی نہ کرنا پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ایک رقعہ لکھا اور اس سے فرمایا: اس خط کو اپنے پاس رکھو اور جب میں سامرا پہنچوں تو جتنا پیسہ اس میں لکھا ہے اس کا ہم سے مطالبہ کرنا، چاہے تم کو لوگوں کے سامنے ہی ایسا کرنا پڑے، خبردار اس میں کوتاہی نہ کرنا۔ امام کے سامراء لوٹنے پر جب خلیفہ کے حلقہ بگوش افراد آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے

وہ مرد عرب وہاں پہنچا اور اس دستخط کو دکھا کر اصرار کے ساتھ اس نے پیسے کا مطالبہ کیا، امام ؑ نے نہایت نرمی اور ملائمت سے تاخیر کی معذرت کرتے ہوئے اس سے مہلت مانگی تاکہ کسی مناسب وقت پر آپ ؑ وہ پیسے ادا کریں۔ لیکن وہ شخص اسی طرح اصرار کرتا رہا اور اس نے مہلت نہیں دی۔

یہ بات متوکل تک پہنچی تو اس نے تیس ہزار دینار امام ؑ کے لئے بھیجنے کا حکم دیا۔

جب پیسے امام ؑ کے ہاتھوں تک پہنچے تو آپ ؑ نے اس مرد عرب کو بلایا اور تمام پیسے اس کو دے دیئے۔ اس نے بتایا کہ اس پیسے کے ایک تہائی سے کم میں میری ضرورت پوری ہو جائے گی لیکن امام نے تمام تیس ہزار دینار اس کو مرحمت فرما دیئے <sup>(۱۲)</sup>

### امام ؑ کی معنوی ہیبت و عظمت

"محمد ابن حسن اشتر علوی" نقل کرتے ہیں کہ "میں اپنے والد کے ساتھ متوکل کے گھر تھا اور آل ابوطالب و آل عباس و آل جعفر کی بھی ایک جماعت وہاں موجود تھی کہ امام ہادی ؑ تشریف لائے۔ وہ تمام لوگ جو وہاں کھڑے تھے امام کے احترام میں سواریوں سے اتر پڑے امام ؑ گھر میں داخل ہوئے۔ حاضرین میں سے کچھ لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا: ہم ان کیلئے کیوں اپنی سواری سے اتریں، وہ نہ تو ہم سے زیادہ صاحب شرف ہیں اور نہ ہم سے عمر میں بڑے ہیں خدا کے قسم ہم ان کے لئے سواری سے نہیں اتریں گے۔

ابوہاشم جعفری نے۔ جو وہاں موجود تھے۔ کہا خدا کی قسم تم لوگ جب انکو دیکھو گے تو نہایت حقیر بن کر سواری سے اتر پڑو گے۔ ابھی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ امام ہادی ؑ واپس پلٹے، جب حاضرین کی نظر آپ ؑ پر پڑی تو بے اختیار سواریوں سے اتر پڑے، ابوہاشم نے کہا: "کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ ہم نہیں اتریں گے؟"

"لوگوں نے کہا: "خدا کی قسم ہم اپنے کو نہیں روک سکے اور بے اختیار اتر پڑے۔" (۱۳)

### امام کا علمی مقام

خدا نے اپنی لامتناہی قدرت اور اپنے وسیع علم سے خاندان رسالت ﷺ کو علم کے خزانے عطا کئے اور ان کو زیور علم سے آراستہ کیا۔ ایسا علم کہ ان سے زیادہ علم دوسری جگہوں پر نہیں پایا جاسکتا۔ شیعوں کے ائمہ علم الہی کے پرچم دار، خزینہ دار اور اسرار توحید کے محافظ ہیں۔ امام ہادیؑ۔ اسی شجرہ طیبہ کی ایک شاخ ہیں جو وسیع اور جامع علم سے مالا مال تھے۔ آپ ﷺ کی علمی عظمت و منزلت نے عقلموں کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیا تھا۔ صفات خداوند عالم، تزییہ و تقدیس پروردگار کے بارے میں آپ ﷺ کی حدیثیں، مذہب، جبر و تفویض، اور جبر و تفویض کے درمیانی امر کے اثبات پر مفصل خط، زیارت ائمہ کے کلمات جو "زیارت جامعہ" کے نام سے مشہور ہے، آپ ﷺ کی یادگاریں ہیں۔ مخالفین کے ساتھ مختلف موضوعات پر احتجاجات (۱۴) وغیرہ... علماء کے لئے مورد توجہ ہیں جو کہ آپ ﷺ کے علمی پہلوؤں کی گہرائی اور وسعت کا پتہ دیتے ہیں۔

### امامت کا زمانہ

امام ہادیؑ۔ ۲۲۰ھ ق میں۔ اپنے والد بزرگوار کی شہادت کے بعد۔ آٹھ سال کی عمر میں امامت کے عہدہ پر فائز ہوئے، آپ ﷺ کی امامت کی مدت ۳۳ سال اور کچھ دن تھی اس مدت میں بنی عباس کے چھ خلفاء آپ ﷺ کے ہم عصر رہے۔ ان کے نام معتصم، واثق، متوکل، منتصر، مستعین اور معزز ہیں۔

## دوران امامت کی خصوصیتیں

دسویں امام علیہ السلام کی امامت کا زمانہ پریشانی، تشویش اور انقلاب کا زمانہ تھا۔ اس زمانہ میں خاندانِ علیؑ اور ان کے پیروکاروں کے ساتھ حکومت کا سخت اور براسلوک اپنے عروج پر پہنچا ہوا تھا۔ اور اس شدت پسند روش کی بنا پر وسیع و عریض اسلامی مملکت کے گوشہ و کنار میں علویوں کی شورشیں بہت پھیلی ہوئی تھیں۔

یہاں پر اب ہم خلافت کے اس زمانہ کی بعض خصوصیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں تاکہ دسویں امام کے سیاسی حالات کو اچھی طرح سمجھا جاسکے۔

### الف: دربار خلافت کی ہیبت و عظمت کا زوال اور موالی کا تسلط

اس زمانہ میں ترک، قبطنی اور موالی کا سرنوشٹ مملکت اسلامی پر تسلط اور مملکت کے امور سے خلیفہ کی کنارہ کشی نے دربار خلافت کی عظمت و ہیبت کو ختم کر دیا، خلافت مذکورہ لوگوں کے ہاتھوں میں ایک گیند کی طرح تھی جسے جدھر چاہتے تھے پھینک دیتے تھے (۱۵)

یہاں تک کہ "معمد" نے اس تلخ حقیقت کا اعتراف کیا اور چند اشعار میں اس نے کہا: کیا یہ تعجب خیز نہیں ہے کہ میرے جیسا شخص نہایت چھوٹی چیز سے روک دیا جائے۔ اس کے نام پر پوری دنیا حاصل کی جائے حالانکہ اس میں سے کوئی چیز اس کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ فراوان مال و دولت اس کی طرف منتقل ہو لیکن ان میں سے ذرا سی چیز بھی اس کو نہ دی جائے۔

خلافت کی مشینری میں ان لوگوں کا دخل و رسوخ اور اہل بغداد کے لئے حد سے زیادہ مزاحمت و پریشانی اس بات کا سبب بنی کہ معتصم ان لوگوں کو جن کی فوج اور انتظامی فورس میں کثرت تھی۔ لوگوں کی دسترس سے باہر کسی دوسری جگہ منتقل کر دے۔ چنانچہ شہر سامرہ کو اس کام کیلئے چنا گیا اور اسی کو دار الخلافہ قرار دیا گیا اور لشکر کو بھی اسی شہر میں منتقل کر دیا گیا۔

ان عناصر کے راس و رئیس "موسیٰ ابن بغا" ان کے بھائی "محمد ابن بغا"۔ "بغا شرابی کوچک

"اور"وصیف" تھے مؤخرالذکر دونوں افراد مستعین پر ایسے مسلط تھے کہ ان کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ "خليفة وصيف اور بغاء کے درمیان قفس میں قید ہے وہ لوگ جو بھی کہتے ہیں یہ طوطے کی طرح وہی بولتا ہے۔" (۱۶)

### ب: علویوں کی تحریک کی وسعت

اس زمانہ میں "رضائے آل محمد ﷺ" اور حکومت کے ظلم و جور کے خلاف اور اعتراض کے عنوان سے بہت سی تحریکیں اٹھیں۔ تحریک کے لیڈر یہ دیکھ رہے تھے کہ ان کے امام فوجی اڈہ کے اندر سامرا میں قید ہیں اور خلافت کی مشینری ان کی نگرانی کر رہی ہے اور کسی مخصوص آدمی کے نام پر لوگوں کو اکٹھا کرنا اس کے قتل کا باعث ہوتا ہے۔ اس لئے وہ لوگوں کو کلی طور پر رضائے آل محمد ﷺ کی طرف دعوت دیتے تھے۔

مورخین نے اٹھارہ تحریکوں کے نام بیان کئے ہیں۔ ہم ان میں سے اختصار کے ساتھ چند تحریکوں کا نام ذکر کر رہے ہیں:

- ۱۔ محمد ابن قاسم علوی کی تحریک: یہ ایک عالم، زاہد اور متقی آدمی تھے۔ انہوں نے معتصم کے زمانہ میں طالقان میں قیام کیا۔ اور عبداللہ ابن طاہر کے ساتھ ایک جھڑپ کے بعد ۲۱۹ھ ق میں عبداللہ کے ہاتھوں گرفتار ہو کر معتصم کے پاس لائے گئے۔ (۱۷)
- ۲۔ یحییٰ ابن عمر علوی کی تحریک: یحییٰ ایک زاہد متقی اور با علم و عمل آدمی تھے۔ انہوں نے ۲۵۰ھ میں کوفہ میں قیام کیا اور بہت سے لوگوں کو اپنے اردگرد جمع کر لیا اور بیت المال پر حملہ کمر کے بیت المال اپنے قبضہ میں کر لیا، زندانوں کے دروازے کھول کر قیدیوں کو آزاد کر دیا اور شہر کے حکام کو شہر سے باہر نکال دیا لیکن آخر میں شکست کھا کر "حسین ابن اسماعیل" کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ ان کی لاش کو دار پر لٹکایا گیا۔ (۱۸)

۳۔ حسین ابن زید کی تحریک: انہوں نے ۲۵۰ھ ق میں طبرستان میں قیام کیا "اس سرزمین

اور (شہر) گرگان پر قبضہ کر لیا اور ۲۴۰ھ ق میں انتقال فرما گئے ان کے بھائی "محمد" ان کے جانشین ہوئے (۱۹)  
۳۔ محمد ابن جعفر علوی کی تحریک: آپ نے ۲۵۰ھ ق میں خراسان میں قیام کیا لیکن عبدالہ ابن طاہر کے ہاتھوں گرفتار ہو کر قید کر دیئے گئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ (۲۰)

### امام ؑ کے ساتھ متوکل کا سلوک

امام ہادی ؑ اگرچہ خلفائے بنی عباس میں سے چھ خلفاء کے ہمعصر رہے لیکن متوکل اور معتز سے آپ ؑ نے دوسرے خلفاء کی بہ نسبت زیادہ دکھ سہے۔ ان دونوں خلفاء کی سیاست مخالفین، خصوصاً علویوں کا قلع قمع کر ڈالو کی سیاست تھی۔ متوکل حکومت بنی عباس میں سب سے بڑا ظالم اور بد سرشت بادشاہ تھا اس کی حکومت کی مدت چودہ (۱۳) سال کچھ دن تھی (۲۳۲ھ ق۔ ۲۳۴ھ ق) اور یہ زمانہ دسویں امام ؑ اور ان کے تابعین کے لئے سخت ترین زمانہ شمار کیا جاتا ہے۔ متوکل جس کا دل امیر المؤمنین، ان کے خاندان اور ان کے شیعوں کے لئے کینہ سے بھرا ہوا تھا۔ وہ اس بات کی کوشش کرتا تھا کہ اس خاندان کے نمایاں افراد کو نہایت بے دردی سے ختم کر دے۔ اسی لئے اس نے علویوں کے ایک گروہ کو قتل کیا اور دوسرے گروہ کو بھی نیست و نابود کر ڈالا۔ وہ ائمہ کی جانب بڑھتے ہوئے عمومی افکار کو روکنے اور ائمہ ؑ کو گوشہ نشین بنانے کے لئے جھوٹے خواب نقل کر کے لوگوں کو محمد ابن ادریس شافعی کی۔ جو گذر چکے تھے۔ پیروی کرنے کا شوق دلاتا تھا۔ (۲۲) اور ۲۳۶ھ ق کو اس نے حکم دیا کہ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے مرقد مطہر کو ویران کر دیا جائے اور اس زمین پر زراعت کی جائے تاکہ لوگ اس مرقد مطہر کی

زیارت کو نہ جائیں جو شیعوں کا مرکز اور دربار خلافت کے ظلم و استبداد کے خلاف شیعوں کی تحریکوں کے لئے الھام بخش ہے

(۲۳)

لیکن نہ صرف یہ کہ شیعہ کسی بھی طرح اس تربت پاک کی زیارت سے باز نہیں آئے بلکہ یہ جرم ان کے مبارزات کی شدت کو بڑھانے کا سبب بنا اور انہوں نے اپنے نفرت و غصہ کو نعروں اور اشعار کی شکل میں بغداد کے شہر اور مسجد کی دیواروں پر لکھ کر ظاہر کیا۔ ایک شعر کا مضمون ملاحظہ ہو: "خدا کی قسم اگر بنی امیہ نے ظلم و ستم کے ساتھ فرزند پیغمبر ﷺ کو قتل کر دیا تو اب بنی عباس۔ جو فرزندان عبدالمطلب اور ان کی نسل سے ہیں۔ انہوں نے بھی بنی امیہ کے جرائم کی طرح جرم کا ارتکاب کیا، یہ قبر حسین ﷺ ہے جو ویران ہو گئی ہے۔ اور یہ کہ بنی عباس کو اس بات کا افسوس ہے کہ انہوں نے قتل امام حسین ﷺ میں شرکت نہیں کی اور اب آنحضرت ﷺ کی تربت پر ظلم اور ان کی قبر کو ویران کر کے وہ بنی امیہ کے جرائم کی پیروی کر رہے ہیں

(۲۴)

ائمہ اہل بیت کی دوستی اور ان کی پیروی کے جرم میں متوکل لوگوں پر سختی کرتا اور ان کو سزائیں دیتا تھا۔ ابن سکیت ایک شیعہ ادیب اور شاعر متوکل کے بیٹوں۔ معتز اور مؤید۔ کے معلم تھے ایک دن خلیفہ نے دونوں بیٹوں کی طرف اشارہ کر کے ابن سکیت سے پوچھا کہ "تیرے نزدیک یہ دونوں زیادہ محبوب ہیں یا امام حسن و امام حسین (علیہما السلام)؟ ابن سکیت نے بے جھجک جواب دیا کہ امیر المؤمنین کے غلام قبر تیرے دونوں بیٹوں سے بہتر ہیں۔ (۲۵)

متوکل کو ہرگز ایسے جواب کی امید نہ تھی چنانچہ وہ بڑا غضب ناک ہوا اس نے ان کی زبان گدی سے کھینچ لئے جانے کا حکم دیا اور اس دردناک طریقہ سے ان کو شہید کر دیا۔ (۲۶)

امیر المؤمنین ﷺ سے کینہ اور عداوت نے متوکل کو ایسی پستی اور رذلت میں پہنچا دیا تھا کہ وہ ناصیوں اور دشمنان اہل بیت کو اپنے قریب کرتا تھا اور کینہ سے لبریز دل کی تسکین کے لئے حکم دیتا تھا کہ ایک مسخرہ اپنی شرم آور حرکات سے امیر المؤمنین کا مذاق اڑائے اور ایسے میں متوکل

شراب پیتا اور یہ مناظر دیکھ کر قہقہہ لگاتا۔ (۲۷)

### سامرا میں امام کی جلا وطنی

۲۳۲ھ ق میں جب متوکل نے اقتدار اپنے ہاتھ میں لیا تو اس نے مختلف طبقہ کے لوگوں میں امام ہادی علیہ السلام کے نفوذ اور ان سے لوگوں کی محبت کو دیکھا تو بہت خوفزدہ ہوا اس وجہ سے اس نے چاہا کہ امام علیہ السلام کو مدینہ سے سامرا بلانے اور اٹھویں امام علیہ السلام کے سلسلہ میں مامون کے رویہ کی پیروی کرے تاکہ آپ کو ان کے چاہنے والوں سے دور کرنے کے ساتھ ساتھ فعالیت سے بھی روک دے اور قریب سے نگرانی کرتا رہے۔

حرمین کے امام جماعت اور والی مدینہ نے امام کے بارے میں متوکل سے جو چغلی لگائی تھی اس نے خلیفہ کو اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے پر اکسایا اس وجہ سے اس نے ۲۳۳ھ ق ۱۰۳

میں امام کے لئے ایک خط لکھا اور اس کو یحییٰ ابن ہرثمہ کے ذریعہ بھیجا اور حکم دیا کہ سامرا لایا جائے۔ (۲۸)

امام علیہ السلام اگرچہ متوکل کی بری نیت سے واقف تھے پھر بھی آپ علیہ السلام نے اپنے آباء کرام کی پیروی کرتے ہوئے اس بات میں بھلائی نہیں محسوس کی کہ متوکل کی مخالفت کی جائے اس لئے کہ اس کی مخالفت چغلی لگانے والوں کے لئے سند بن جاتی اور خلیفہ کو اور زیادہ بھڑکا دیتی اسی وجہ سے آپ علیہ السلام اس جبری سفر پر آمادہ ہو گئے۔ (۲۹)

اور اپنے بیٹے امام حسن عسکری علیہ السلام کو لے کر خلیفہ کے بھیجے ہوئے آدمیوں کے ساتھ سامراء کے سفر پر چل پڑے۔

متوکل نے آپ کی شخصیت کو نقصان پہنچانے اور اپنی طاقت کے مظاہرہ کے لئے حکم دیا کہ امام علیہ السلام کو ایک نامناسب جگہ جس کا نام "خان الصعایک" تھا، جو گداگروں کی جگہ تھی، وہاں

اتارا جائے اور ایک دن وہاں ٹھہرانے کے بعد محلہ عسکر<sup>(۳۰)</sup> میں امام ؑ کے لئے ایک گھریا گیا اور آپ ؑ کو اس میں منتقل کیا گیا<sup>(۳۱)</sup> آخر عمر تک آپ ؑ اسی جگہ مقیم رہے اور متوکل اور اس کے بعد کے خلفاء کی طرف سے ہمیشہ نظر بند رہے۔ سامرا میں بیس سالہ قیام کے دوران آپ ؑ نے بڑے دکھ سہے، خاص کر متوکل کی طرف سے ہمیشہ تہدید اور آزار کا شکار رہے۔ بغیر کسی اطلاع کے پیسہ اور اسلحہ کی تلاشی کے بہانہ بارہا آپ ؑ کے گھر کی تلاشی ہوتی رہی اور بہت سے مواقع پر خود آپ ؑ کو خلیفہ کے پاس لے جایا گیا۔

معزز، متوکل کا بیٹا بھی اپنے باپ سے کم نہ تھا۔ علویوں کے ساتھ اس کا سلوک بہت ناروا تھا۔ اس کی حکومت کے زمانہ میں بہت سے علویوں کو یا تو زہر دیا گیا یا قتل کر ڈالا گیا۔ امام ہادی ؑ اسی کے زمانہ میں شہید ہوئے۔

### امام ؑ کی فعالیت اور آپ ؑ کا موقف

امام ہادی کی علمی اور سماجی فعالیت اور خلافت کی مشینری کے مقابل آپ کے موقف سے آگاہی کے لئے ضروری ہے کہ ہم مسئلہ کی دو حصوں میں تشریح کریں۔

۱۔ مدینہ میں آپ ؑ کی فعالیت اور آپ ؑ کا موقف

۲۔ سامرا میں حضرت ؑ کی کارکردگی اور آپ کا موقف

### الف: مدینہ میں آپ کی فعالیت اور موقف

اپنے والد بزرگوار کی شہادت کے بعد اپنی امامت کے زمانہ میں امام ہادی ؑ نے تقریباً تیرہ سال نہایت دشوار گزار اور کھٹن ماحول میں مدینہ میں زندگی بسر کی اور آپ ؑ نے مختلف گروہوں کو آگاہی بخشنے، طاقتوں کو جذب کرنے اور عوامی مرکز تشکیل دینے میں اپنی تمام تر کوششیں صرف کیں۔

یہ کوششیں اتنی موثر اور دربار خلافت کے لئے ایسی خطرناک تھیں کہ حرین کے امام جماعت "بریجہ" نے متوکل کو لکھا اگر تم کو مکہ اور مدینہ کی ضرورت ہے تو علی ابن محمد ہادی ؑ کو اس دیار سے نکال دو اس لئے کہ وہ، لوگوں کو اپنی طرف بلاتے ہیں چنانچہ بہت سے افراد بھی ان کے گرویدہ ہیں۔<sup>(۳۲)</sup>

اسی بات کو حکومت بنی عباس کے طرفداروں نے، منجملہ ان کے والی مدینہ نے بھی متوکل کو لکھا اور یہی فعالیت اور لوگوں کی چغلی، اس بات کا باعث ہوئی کہ متوکل امام ؑ کو سامرا منتقل کرنے کے نگرانی میں رکھے۔  
سامرا لے جاتے وقت مدینہ کے عوام کا رد عمل، امام کی سیاسی اور سماجی کوششوں اور معاشرہ میں ان کی حیثیت پر دوسری بولتی ہوئی دلیل ہے۔

یحییٰ بن ہرثمہ نقل کرتا ہے کہ جب مدینہ والوں کو معلوم ہوا کہ ہم امام ہادی ؑ کو مدینہ سے لے جانے کے لئے آئے ہیں تو ان کے نالہ و فریاد کی ایسی آوازیں بلند ہوئیں کہ میں نے اس سے پہلے ایسی آوازیں نہیں سنی تھیں، جب میں نے قسم کھا کر یہ بات کہی کہ امام ؑ کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کروں گا تب لوگ چپ ہوئے۔<sup>(۳۳)</sup>  
مدینہ والوں کے نالہ و شیون اور ان کی فریاد سے دو حقیقتوں کا پتہ چلتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس سے امام کے سلسلہ میں ان کی محبت اور الفت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور دوسری بات ہے کہ امام ؑ کے بارے میں حکومت کے معاندانہ رویہ سے لوگ آگاہ ہو گئے۔

لوگوں کا غم و غصہ اور ان کی تشویش دو باتوں کی بنا پر تھی:

۱۔ آپ کی رہبری اور آپ کے فیوض و برکات سے محرومی اور جدائی۔

۲۔ اس بات کا احتمال کہ پایہ تخت منتقل کرنے کے بعد امام ؑ کو شہید کر دیا جائیگا اور اس احتمال کو خلیفہ کے بھیجے ہوئے

آدمیوں نے لوگوں کے شک آلود چہرہ اور ان کے نالہ و فریاد سے بخوبی محسوس کر لیا تھا۔ اسی وجہ سے یحییٰ بن ہرثمہ نے قسم کھائی کہ کہیں کوئی حادثہ نہ پیش آجائے۔

## ب: سامرا میں امام ؑ کی فعالیت اور موقف

امام ہادی ؑ نے جو بیس سال سامرا میں زندگی گزاری اس کھٹن ماحول میں اپنے دوستوں اور خود اپنی نگرانی کے، باوجود امکان کی حد تک پیغام الہی کو ہمیشہ کی طرح پہنچانے میں کامیاب رہے۔ آپ ؑ کی کارکردگی کا خلاصہ دو حصوں میں بیان کیا جاسکتا ہے:

- ۱۔ اپنے برحق موقف کو بیان کرنا اور اسے مضبوط بنانا اور باطل کے موقف پر تنقید کرنا۔
- ۲۔ عوامی مرکز کی پشت پناہی اور لوگوں کو دربار خلافت میں داخل ہونے اور اس کی مدد کرنے سے روکنا۔

### ۱۔ پہلا موقف

اس موقف کو بیان کرنے کے لئے چند نمونوں کا بیان کر دینا ضروری ہے۔

- ۱۔ خلیفہ پر کھلم کھلا امام کی تنقید اور واضح بیانات۔

اس کا واضح ترین نمونہ وہ اشعار ہیں جو امام ؑ نے خلیفہ کی بزم میں پڑھے اور متوکل نے گریہ کیا۔

متوکل نے ایک بزم منعقد کی اور اس نے حکم دیا کہ امام ہادی ؑ کو بھی لایا جائے، جب امام ؑ وہاں پہنچے تو متوکل جو شراب خوری میں مشغول تھا۔ اس نے امام ؑ کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور امام ؑ سے اس نے اس کام کی بھی خواہش کی (معاذ اللہ) امام ؑ نے فرمایا "میرا گوشت اور میرا خون ہرگز شراب سے آلودہ نہیں ہوا ہے۔"

متوکل آپ کو شراب پلانے سے مایوس ہو گیا اور اس نے اشعار پڑھنے کی پیشکش کی، امام ؑ نے فرمایا کہ میں بہت کم شعر پڑھتا ہوں متوکل نے کہا شعر پڑھنے کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔

امام نے اشعار پڑھے جس سے خلیفہ بہت متاثر ہوا اتنا متاثر ہوا کہ خود خلیفہ اور حاضرین مجلس نے گریہ کیا۔ پھر اس نے بساط شراب کو سمیٹ دینے کا حکم دیا اور امام ہادیؑ کو چار ہزار دینار دے کر احترام سے واپس بھیج دیا۔<sup>(۳۴)</sup>

لوگوں کے درمیان انفرادی یا اجتماعی طور پر اپنی حقانیت اور امامت کا اثبات کے مرحلہ میں آپ کا موقف کچھ اس طرح تھا کہ جو دربار خلافت سے آپ کے کلی منفی رویہ کے خلاف نہ تھا۔

تاریخ میں اس سلسلہ میں بہت سے نمونے درج ہیں کہ امامؑ نے اپنی پیش گوئی اور معجزات کے ذریعہ لوگوں کو اپنی حقانیت کی طرف متوجہ کرنے اور انہیں خواب غفلت سے بیدار کرنے کی بہت کوشش کی۔

اس میں سے ایک نمونہ حضرت کا "سعید ابن سہل" بصری سے سلوک ہے۔ سعید خود نقل کرتے ہیں کہ میں واقفی<sup>(۳۵)</sup> مذہب کا تھا۔ ایک دن امام ہادیؑ سے ملا آپ نے مجھ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، کب تک سوتے رہو گے؟ کیا تم نہیں چاہتے کہ اس غفلت سے بیدار ہو جاؤ؟ امام کی باتوں نے مجھ پر ایسا اثر کیا کہ میں نے اپنا عقیدہ چھوڑ کر حق کو قبول کر لیا<sup>(۳۶)</sup>

کسی خلیفہ کے بیٹے کے ولیمہ کے سلسلہ میں امام ہادیؑ کی بھی دعوت تھی جب آپ تشریف لے گئے تو حاضرین آپ کے احترام میں ساکت ہو گئے لیکن ایک جوان اسی طرح باتیں کرتا اور ہنستا رہا وہ چاہتا تھا کہ امام کو لوگوں کے درمیان سبک کر دے امامؑ نے اس نوجوان کی طرف رخ کیا اور فرمایا یہ کیسی ہنسی ہے جس نے تجھے یاد خدا سے غافل بنا دیا ہے؟ درآن حالیکہ تم تین دن کے بعد مر جاؤ گے۔

وہ جوان یہ باتیں سن کر چپ ہو گیا، تمام حاضرین امام کی پیشین گوئی کی صداقت کو پرکھنے کے لئے دن گنتے رہے یہاں تک کہ تیسرا دن آیا اور وہ نوجوان مر گیا<sup>(۳۷)</sup>

## ۲۔ علمی کارکردگی

لوگوں کو آگاہ کرنے، امامت کے موقف کی وضاحت اور اس کی تفسیر بیان کرنے کے لئے امام کی فعالیت کے محور مند مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مختلف اقوال یا تحریریں جو حق کو ثابت کرنے والے اور لوگوں کے ذہن میں ابھرنے والے شبہات کو ختم کرنے کے لئے ضروری مقامات پر سامنے آئیں۔

۲۔ مناظرہ کے جلسوں میں شرکت کرنا اور خلیفہ یا ان لوگوں کے سوالات کے جواب دینا جن کو خلیفہ سوال کرنے پر اکساتا تھا۔ پھر ان کو عملی اعتبار سے عاجز کر دینا۔

متوکل نے ایک دن ابن سکیت (۳۸) کو اکسایا کہ امام سے مشکل مسائل پوچھے، انہوں نے ایک نشست میں امام سے وہ مسائل پوچھے جو ان کی نظر میں مشکل تھے امام نے ان تمام سوالوں کے جواب دیئے۔

اس کے بعد ابن سکیت، یحییٰ ابن اکثم کو میدان مقابلہ میں لایا لیکن یحییٰ نے بھی منہ کی کھائی اور مغلوب ہوا۔ اس نے متوکل سے کہا کہ ایسے جلسے منعقد کرنا حکومت کی بھلائی کے لئے مفید نہیں ہیں، اس لئے کہ امام کی برتری اور کامیابی کی آواز شیعوں کے کانوں تک پہنچ چکی ہے یہ جلسے ان کے استحکام اور فخر کا باعث بنیں گے۔ (۳۹)

## ۳۔ شاگردوں کی تربیت

دربار خلافت کی طرف سے محدودیت کا شکار ہونے اور آپ کے گھر آنے جانے والوں کی نگرانی ہوتے رہنے کے باوجود امام، قدر آور شخصیتوں اور با فضیلت لوگوں کی تربیت کرنے میں کامیاب ہو گئے، شیخ طوسی نے ان لوگوں کی تعداد جو حضرت سے روایت کرتے تھے ایک سو پچاسی (۱۸۵) لکھی ہے جن کے درمیان بڑے نمایاں افراد بھی نظر آتے ہیں منجملہ ان کے:

۱۔ حضرت عبدالعظیم حسنی ہیں جن کا سلسلہ چار واسطوں سے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے مل جاتا ہے

- آپ محدثین اور بزرگ علماء میں شمار ہوتے تھے اور زہد و تقویٰ میں بڑا مقام رکھتے تھے۔
- ۲۔ حسین ابن سعید اہوازی ہیں جنہوں نے فقہ و ادب و اخلاق کے موضوع پر تقریباً تیس کتابیں لکھی ہیں، آپ علمی مقام و منزلت کے حامل ہونے کے علاوہ لوگوں کی ارشاد و ہدایت بھی فرماتے تھے (۴۰)
- ۳۔ علی ابن جعفر میناوی جن کو متوکل نے قید خانہ میں ڈال دیا تھا۔
- ۴۔ مشہور ادیب ابن سکیت جو متوکل کے ہاتھوں شہید ہوئے...

### ۳۔ زیارت جامعہ

امام ہادیؑ کی باقی رہ جانو الی یادگار میں سے ایک چیز "زیارت جامعہ" ہے "موسیٰ ابن عبدالہ نخعی" نامی ایک شیعہ کی درخواست پر آپ نے ان کو یہ زیارت تعلیم فرمائی تھی۔ ولایت اور معرفت امام کے سلسلہ میں شیعوں کے حیات بخش معارف میں سے ایک دریا اس میں موجز لائے و مرحوم شیخ صدوق علیہ الرحمۃ جیسے بزرگ عالم نے "من لایحضرہ الفقیہ" اور عیون اخبار الرضا میں، مرحوم شیخ طوسی "قدس سرہ" نے تہذیب الاحکام میں اس زیارت کو نقل کیا ہے اور اب تک اس کی مختلف شرحیں لکھی جا چکی ہیں۔

### ۲۔ دوسرا موقف

- اس موقف کی وضاحت کے لئے بھی ہم چند موارد کو بطور نمونہ ذکر کریں گے۔
- ۱۔ شیعوں کی حمایت اور پشت پناہی
- اس سلسلہ میں امام علیؑ کی کوشش یہ تھی کہ اپنے دوستوں کی معنوی اور اقتصادی مشکلات کی حمایت و مدد کریں، چنانچہ مختلف علاقوں سے جو پیسے خمس، زکوٰۃ اور خراج کے پہنچا کرتے تھے امام علیؑ ان لوگوں کو دے دیتے تھے تاکہ وہ لوگ اسے عمومی مصلح اور لازمی ضرورتوں میں صرف کریں۔

اصحاب میں سے تین افراد کے درمیان نوے ہزار دینار دیئے انے کا واقعہ ہم گذشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں جو اس حقیقت پر واضح دلیل ہے۔

مذکورہ رقم کا دیا جانا ایسا حیرت انگیز ہے کہ ابن شہر آشوب اس واقعہ کو نقل کرتے کے بعد لکھتے ہیں کہ اتنی بڑی رقم کا خرچ کرنا صرف بادشاہوں کے بس کا کام ہے اور اب تک سنا نہیں گیا کہ کسی نے ایسے بخشش کی ہو۔

جو قرآن اس روایت میں نظر آتے ہیں وہ اس احتمال کی نفی کرتے ہیں کہ امام نے یہ سارے پیسے اپنے اصحاب کو ذاتی مصارف کے لئے دیئے۔

رقم کی زیادتی ان میں سے دو افراد کو بغیر درخواست اور بغیر کسی ضرورت کے اتنی بڑی رقم دیا جانا۔ یہ ہمارے دعویٰ کے گواہ بن سکتے ہیں۔

۲۔ اصحاب کو حکومت کے شیطانی پھندے میں پھنسنے سے روکنا اور ان کی ہدایت کرنا۔

اپنے بھائی کو متوکل کی بزم شراب سے امام ؑ کا روکنا امام ؑ کے اس موقف کا بڑا واضح نمونہ ہے۔<sup>(۴۱)</sup>

۳۔ اپنے پیرووں سے مسلسل تحریری رابطہ رکھنا اور ان کو ضروری ہدایات دیتے رہنا۔ نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

محمد ابن فرج رنجی کو آنے والے ایک خطرہ سے آگاہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ: "یا محمد اجمع امرک و خذ حذرک" اپنے کاموں کو سمیٹ لو اور ہوشیار ہو۔ محمد فرماتے ہیں کہ میں نے امام کا مطلب نہیں سمجھا یہاں تک کہ خلیفہ کے معین کمرہ آدمی

آگئے اور انہوں نے گرفتار کرنے اور بہت زیادہ مارنے پٹینے کے بعد مجھ کو قید میں ڈال دیا اور میں آٹھ سال تک قید میں رہا۔<sup>(۴۲)</sup>

اگر محمد ابن فرج امام ؑ کا مطلب سمجھ گئے ہوتے تو شاید اس خطرہ سے نکل جاتے۔

## شہادت امام ؑ

تمام پریشانیوں اور محدودیتوں کے باوجود امام بنی عباس کے ظالموں سے معمولی سمجھوتہ پر بھی راضی نہیں تھے اور یہ بات طبعی ہے کہ امام ؑ کی الہی شخصیت ان کی اجتماعی حیثیت اور خلفاء کے ساتھ ان کا منفی رویہ ان لوگوں کے لئے خوف و ہراس پیدا کرنے والا اور ناگوار تھا۔ اس وجہ سے آپ کے حق میں تمام مظالم کرنے یہاں تک کہ زندان میں ڈال دینے کے بعد بھی خوف و ہراس سے محفوظ نہ تھے، اور ان کے پاس کوئی راہ چارہ نہ تھی کہ وہ نور خدا کو خاموش کر دیں اور آپ کو قتل کر دیں۔

چنانچہ تیسری رجب ۲۵۳ھ ق میں ۳۲ سال کی عمر میں معز کی خلافت کے زمانہ میں آپ کو زہر دیا گیا اور سامرا میں آپ اپنے ہی گھر میں سپرد لحد کئے گئے۔<sup>(۴۳)</sup>

## سوالات

- ۱۔ امام ہادی ؑ کس مقام پر کس تاریخ کو پیدا ہوئے، آپ کے والد اور والدہ کا نام لکھیے؟
- ۲۔ دسویں امام ؑ نے کس تاریخ اور کس سن میں امامت کے عہدہ کی ذمہ داری سنبھالی آپ کی امامت کی مدت کتنی ہے؟ آپ کے معاصر خلفاء کا نام بتائیے
- ۳۔ دسویں امام ؑ کی امامت کے زمانہ کی خصوصیت کو مختصر طور پر بیان کیجئے؟
- ۴۔ متوکل کا امام ہادی ؑ کے ساتھ کیسا سلوک تھا۔ اس نے امام ؑ کو کس وجہ سے سامرا بلوایا؟
- ۵۔ کیا مدینہ میں امام کی سیاسی اجتماعی فعالیت پر دلیلیں موجود ہیں؟
- ۶۔ سامرا میں امام ہادی ؑ کی فعالیت اور ان کے موقف کو اختصار سے بیان فرمائیے
- ۷۔ امام ؑ کی شہادت کس تاریخ کو اور کیسے ہوئی؟
- ۸۔ شہادت کے وقت دسویں امام ؑ کی کیا عمر تھی؟

## حوالہ جات

۱. "صریا" مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک قریہ ہے جس کو موسیٰ ابن جعفر رضی اللہ عنہ نے آباد کیا تھا، مناقب جلد ۳/۳۸۲، بحار جلد ۵۰/۱۱۵ "صربا" بھی لکھا گیا ہے۔
۲. بحار جلد ۵۰/۱۱۵، ۱۱۳، مناقب ج ۳/۳۰۱، اعلام الوری/۳۵۵، ارشاد/۳۲۶، انوار البہیۃ ۲۳۳۔
۳. اصطلاح راویان شیعہ میں ابوالحسن اول امام ہفتم اور ابوالحسن ثانی امام ہشتم ہیں۔
۳. "امی عارفہ بحقی و ہی من اهل الجنة لا یقرہا شیطان ما رد و لا ینالہا کید جبار عنید و ہی مکلوۃ بعین اللہ التی لا تنام و لا تخلف عن امہات الصدیقین و الصالحین" سفینۃ البحار ۲/۲۳۰، انوار البہیۃ ۲۳۵۔
۵. اثبات الہدایۃ جلد ۶/۲۰۹۔
۵. بحار جلد ۵۰/۱۱۸۔
۶. الفصول المہمہ ۲۸۳-۲۸۲۔
۷. المقنا جلد ۲/۲۱۸ نوشتہ "ذخیل" منقول از اصول کافی، تذکرۃ النواص ۳۲۲۔
۸. نور الابصار/۲۷۷، ائمتنا نوشتہ، "ذخیل" جلد ۲۱۸۔
۹. مناقب جلد ۳/۳۰۹۔
۱۰. بحار جلد ۵۰/۱۲۹، انوار البہیۃ ۲۳۷۔
۱۱. بحار جلد ۵۰/۱۷۵، کشف الغمہ جلد ۳/۱۶۵-۱۶۳-۱۶۲، نور الابصار شنبلیلی/۱۸۲-۱۸۱، الفصول المہمہ ۲۷۹-۲۷۸، الصواعق المحرقة/۲۰۷-۲۰۶، انوار البہیۃ ۲۵۶-۲۵۵۔
۱۲. اعلام الوری/۳۶۱-۳۶۰ مناقب جلد ۳/۴۰۷، بحار جلد ۵۰/۱۳۷، انوار البہیۃ ۲۳۷۔
۱۳. مزید معلومات کے لئے جبر و تفویض کے مسئلہ میں امام کا خط اور اسی طرح آپ کے احتجاجات جو کتاب تحف العقول میں صفحہ ۲۵۶-۳۳۸ پر موجود ہیں ملاحظہ فرمائیں۔
۱۳. اور شاید اس دور میں بنی عباس کے چھ خلیفہ تک ہاتھوں ہاتھ خلافت پہنچنے کی علتوں میں سے ایک بڑی وجہ یہی مسئلہ تھا۔ اور خلافت کے عہدہ پر نسبتاً زیادہ دنوں تک متوکل کے قابض رہنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک حد تک قدرت کو اپنے ہاتھوں میں لئے رہنے اور ان لوگوں کی اسیری سے اپنے آپکو نجات دینے میں کامیاب ہو گیا۔

۱۵. ليس من العجائب ان مثلى --- يرى ما قل ممتنعاً عليه  
و تو خذ باسمه الدنيا جميعاً --- و ما من ذاك شئني في يديه  
اليه يحمل الاموال طراً --- و يمنع بعض ما يجبي اليه

۱۶. "خليفة في نفس بين و صيف: و بغاء، يقول ما قاله كما يقول البغاي" \_ مروج الذهب جلد ۳ / ۶۱ \_

۱۷. مقاتل الطالبين / ۳۸۳ \_ ۳۸۲ \_

۱۸. مقاتل الطالبين / ۲۲۳ \_ ۳۲۰ کامل ابن اثیر جلد ۴ / ۱۳۰ \_ ۱۲۶ \_

۱۹. مقاتل الطالبين / ۳۰۶، کامل ابن اثیر جلد ۴ / ۲۳۸، ۱۳۰ \_ مروج الذهب ج ۳ / ۶۸ \_

۲۰. مقاتل الطالبين / ۳۰۶، مروج الذهب جلد ۳ / ۶۹ \_

۲۱. تاريخ الخلفاء / ۲۵۱ \_ ۳۵۰ \_

۲۲. تاريخ الخلفاء / ۳۳۴، تاريخ ابوالفداء / جزء دوم / ۳۸ \_

۲۳. بالله ان كانت اميه قد اتت --- قتل بن بنت نبيها مظلوماً

فلقد اتاه بنو ابيه بمثله --- هذا لعمرى قبره مهودوماً

اسفو على ان لا يكونوا شاركوا --- في قتله ففتبعوه رميمًا

۲۴. الفداء نے اپنی تاریخ میں ابن سکيب کا بيان اس طرح لکھا ہے کہ "قبر تجھ سے اور تیرے دونوں بیٹوں سے زیادہ مجھ کو

محبوب ہیں۔

۲۵. تاريخ الخلفاء / ۳۳۸، تاريخ ابی الفداء جلد ۱ / جزء دوم / ۳۱ (۴۰)

۲۶. المختصر فی اخبار البشر (معروف تاریخ ابی الفداء) جلد ۱ / جزء دوم / ۳۸

۲۷. امام کے سامراجانے کی تاریخ میں اختلاف ہے، مرحوم مفید نے ارشاد میں امام کو متوکل کے خط لکھنے کی تاریخ جمادی

الآخر ۲۳۳ھ ق (ارشاد / ۳۳۳) بتائی ہے لیکن جو مناقب جلد ۳ / ۲۰۱ اور دیگر کتابوں میں سامرا میں امام کی قیام کی مدت بیس سال

لکھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے سامراجانے کی تاریخ وہی ۲۳۳ھ ق ہے، اس لئے یہ بات بعید معلوم ہوتی ہے کہ متوکل

امام کی فعالیت سے گیارہ سال غافل رہا ہو اور اس نے کوئی فکر نہ کی ہو۔

۲۸. بحار جلد ۵۰ / ۲۰۱ \_ ۲۰۰، ارشاد مفید / ۳۳۲، تذکرۃ الخواص / ۳۲۲

۲۹. آپکا سفر زبردستی کا سفر تھا اس کی دلیل خود آپ کا قول ہے آپ نے فرمایا: مجھ کو مدینہ سے زبردستی سامرا لایا گیا بحار ۵۰/۱۲۹

۳۰. چونکہ وہ گھر جہاں امام ہادی۔ اور ان کے بعد امام حسن عسکری۔ نظر بند کئے گئے تھے عباسی لشکرگاہ کے پاس تھا اور اس

محلہ کو محلہ عسکر کہتے تھے اس لئے یہ دونوں امام عسکرین کے نام سے مشہور ہوئے بحار ۵۰/۳۶۲۔

۳۱. فصول المہمہ / ۲۸۱-۲۸۰، ارشاد مفید / ۳۳۳-۳۳۳، تذکرہ الخواص / ۳۶۲، انوار البہیۃ / ۲۵۹، بحار ج ۵۰/۲۰۰۔

۳۲. "ان کان لک فی الحرمین حاجۃ فاخرج علی بن محمد منھا فانہ قد دعا الناس الی

نفسہ و اتبعہ خلق کثیر" بحار جلد ۵۰/۲۰۹، سیرۃ الائمہ الاثنی عشر جلد ۲/۳۸۵۔

۳۳. مروج الذهب جلد ۳/۸۳، بحار جلد ۵۰/۲۱۴، تذکرۃ الخواص / ۳۳۲۔

۳۳. تذکرۃ الخواص / ۳۲۳، مروج الذهب جلد ۳/۱۲-۱۰، تور الابصار شبلخی / ۱۸۲، بحار جلد ۵۰/۲۱۱، امام نے جو اشعار پڑھے

ان میں سے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں:

با تو علی قتل الاجبال تحرسہم --- غلب الرجال فما اغنتہم القلل

و استنزلوا بعد عزم من معاقلہم --- و اسکنوا حضراً یا بئس ما نزلوا

ناداہم صارخ من بعد دفنہم --- این الاساور و التیجان و العلل

این الوجوه التی کانت منعمہ --- من دوئھا تضرب الاستار و الکلل

فافصح القبر عنہم حین سائلہم --- تلك الوجوه علیہا الدود تنتقل

قد طال ما اکلوا دہراً و ما شربوا --- فاصبحوا بعد طول الاکل قد اکلوا

انہوں نے پہاڑ کی چوٹیوں کو اپنے رہنے کی جگہ قرار دی اور مسلح افراد ان کی حفاظت کر رہے تھے لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی موت کو نہ روک سکی۔

انجام کار عزت کی بلند چوٹیوں سے قبر کے گڑھے میں گر پڑے انہوں نے کتنی بری جگہ کو اپنے رہنے کی جگہ قرار دیا ایسی صورت میں آواز آئی کہ وہ تاج و زینت و جلال و شکوہ سب کہاں چلے گئے۔

کہاں گئے وہ نعمتوں میں غرق چہرے جو مختلف پردوں کے پیچھے زندگی گذارتے تھے (جہاں بارگاہ تھی پردے اور دربان تھے) ایسے موقع پر قبر نے آواز دی اور کہا: نازوں کے پروردہ چہروں کو کیڑے لکوڑے

کھا رہے ہیں۔

۳۵. واقفی وہ لوگ ہیں جنہوں نے موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام کی امامت پر توقف کیا ان کے بعد آپ کی امامت کو انہوں نے قبول نہیں کیا، ان کا عقیدہ ہے کہ موسیٰ بن جعفر کا انتقال نہیں ہوا ہے بلکہ وہ نظروں سے پنہاں ہو گئے اور ایک دن ظہور فرمائیں گے۔

۳۶. مناقب جلد ۳/۳۰۴، بحار جلد ۵۰/۱۵۲۔

۳۷. مناقب جلد ۳/۳۱۵-۳۱۳۔

۳۸. مناقب جلد ۳/۳۰۵-۳۰۳، بحار جلد ۵۰/۱۵۲-۱۶۳۔

۳۹. ابن سلکیت ہر چند کہ دل سے شیعہ اور دوستدار اہل بیت تھے لیکن چونکہ وہ متوکل کے بیٹوں کے معلم بھی تھے اور شاید وہ اپنے عقیدہ کو چھپاتے تھے اس وجہ سے انہوں نے یحییٰ بن اکثم کو اس بات کے لئے آمادہ کیا کہ وہ امام سے سوال کرے۔

۴۰. تنقیح المقال جلد ۱/۳۲۹۔

۴۱. اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جب متوکل امام ہادی پر دسترسی حاصل نہ کر سکا اور آنحضرت کو مجلس لہو لعب اور عیش و عشرت میں نہ کھینچ سکا تو کچھ لوگوں کی پیشکش پر اس نے آپ کے بھائی موسیٰ کو اپنی محفل میں دعوت دینے کا ارادہ کیا۔ اور یہ دکھا کر کہ ابن رضا اس کے دسترخوان پر بیٹھے ہیں امام ہادی علیہ السلام کی شخصیت اور حیثیت کو داغدار بنانا چاہا۔ موسیٰ اس کی دعوت پر سامرا پہنچے اور تمام چیزیں پہلے سے فراہم تھیں جو لوگ پہلے سے تیار بیٹھے تھے وہ ان کے استقبال کو پہنچے امام علیہ السلام بھی ان کے ساتھ وہاں گئے اور پہلی ملاقات میں انہوں نے اپنے بھائی کو متوکل کے خیانت آمیز نقشہ میں پھنستے ہوئے دیکھ کر ان کو اس کے جلسہ میں شرکت کرنے سے روکا لیکن موسیٰ نے امام کے نصیحتوں کا اثر نہیں لیا امام نے جب یہ محسوس کر لیا تو آپ نے نہایت یقینی لہجہ میں کہا: تم کو متوکل کی بزم میں شرکت کرنے کا موقع ہی نہیں ملے گا۔ آخر کار وہی ہوا جسکی پیشین گوئی امام علیہ السلام نے کی

تھی۔ ارشاد مفید/۳۳۲-۳۲۱ مناقب جلد ۳/۳۱۰-۳۱۹، بحار ۵۰/۱۵۸۔

۴۲. اعلام الوری ۳۵۸، مناقب جلد ۳/۳۱۳، بحار ج ۵۰/۱۳۰۔

۴۳. اعلام الوری ۳۵۵، ارشاد مفید/۳۳۳، مناقب جلد ۳/۳۰۱، بحار جلد ۵۰/۱۱۳-۱۱۴۔

چودھواں سبق:  
امام حسن عسکری علیہ السلام کی سوانح عمری

Presented By: <https://jafrilibrary.com>

## ولادت

شیعوں کے گیارہویں امام ۱۰ ربیع الثانی ۲۳۲ھ ق کو مدینہ میں پیدا ہوئے<sup>(۱)</sup> آپ کا نام حسن، کنیت ابو محمد اور سب سے زیادہ مشہور لقب عسکری تھا۔ آپ کے والد بزرگوار امام ہادی۔ اور مادر گرامی "حدیث" تھیں<sup>(۲)</sup>

## امامت کی تعیین

بارہویں امام علیہ السلام تک تمام ائمہ کا عام روایتیں تعارف کراتی ہیں ان کے علاوہ امام ہادی نے ہر طرح کے ابہام کو دور کرنے اور تاکید کے لئے اپنے فرزند ارجمند امام حسن علیہ السلام کا تعارف اپنے شیعوں کے درمیان امام اور پیشوا کی حیثیت سے کرایا۔ ان میں سے کچھ تصریحات کی طرف یہاں اشارہ کیا جا رہا ہے۔

۱۔ "ابو ہاشم جعفری" امام ہادی سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میرے جانشین میرے بیٹے حسن علیہ السلام ہیں، میرے جانشین کے ساتھ کس طرح رہو گے؟ میں نے عرض کیا کہ کیسے رہنا چاہیے، میں آپ پر نثار ہو جاؤں؟ آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص ان کو نہ دیکھے تو اس کے لئے درست نہیں ہے کہ ان کے نام کا ذکر کرے۔ میں نے پوچھا: پھر ان کو ہم لوگ کیسے پکاریں گے؟ آپ نے فرمایا: تم کہنا "الحجة من

آل محمد" (۲)

۲۔ "صقر بن دلف" کہتے ہیں کہ میں نے امام ہادیؑ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: بیشک میرے بعد میرا بیٹا "حسنؑ" امام ہے اور ان کے بعد ان کے بیٹے "قائم" ہوں گے یہ وہ ہیں جو زمین کو ظلم جوڑ سے پر ہونے کے بعد عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ (۴)

۳۔ "یحییٰ بن یسار قبری" نقل کرتے ہیں کہ امام ہادیؑ نے اپنی رحلت سے چار مہینہ پہلے اپنے بیٹے امام حسنؑ سے وصیت کی اور ان کی امامت و خلافت کی طرف اشارہ فرمایا مجھ کو اور کچھ دوستوں کو اس پر گواہ قرار دیا۔ (۵)

### والد بزرگوار کے ساتھ

امام حسن عسکریؑ نے اپنی عمر کے ۲۲ سال اپنے پدر بزرگوار کے دامن تربیت میں گزارے۔ دو سال کی عمر میں اپنے پدر عالیقدر کے ساتھ سامرا تشریف لے گئے اور بیس سال کی اس تمام مدت میں آپ امام ہادیؑ کی خدمت میں تھے، خلفاء بنی عباس نے آپ کے کردار اور روابط کی نگرانی کی، بنی عباس کے حکمرانوں خصوصاً متوکل کی خاندان علیؑ اور خاص کر آپ کے والد امام ہادیؑ کے ساتھ برتے جانے والے مظالم اور کینہ تیزی کو امام حسن عسکریؑ نے بہت قریب سے مشاہدہ فرمایا۔

امام حسن عسکریؑ اس طویل مدت میں اپنے والد کے مدگار ان کے موقف کے پشت پناہ رہے۔ لیکن "عسکرین" علیہما السلام کو خلفاء بنی عباس نے چونکہ حد سے زیادہ محدود کر دیا تھا اس لئے ان دونوں بزرگواروں کی سیاسی اور مبارزاتی زندگی کے متعلق ابہام پایا جاتا ہے اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ تاریخ، امام حسن عسکریؑ کی کوششوں اور ان کے موقف کے بارے میں خاموش ہے۔

## اخلاقی خصوصیات و عظمت

امام حسن عسکری علیہ السلام معنوی فضل و کمالات میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے تمام اسلاف کے مکمل آئینہ دار تھے چنانچہ ہر دوست و دشمن آپ کی اخلاقی عظمت و خصوصیات کا معترف تھا۔

حسن ابن محمد اشعری، محمد بن یحییٰ اور کچھ دوسرے لوگوں نے نقل کیا ہے کہ ایک دن احمد ابن عبد اللہ خاقان <sup>(۶)</sup>۔ قم کی زمینوں اور خراج کا نگران کی نشست میں علویوں اور ان کے عقائد کا تذکرہ چل رہا تھا۔ احمد ابن عبد اللہ نے جو اہل بیت کے سخت ترین دشمنوں اور ناصیبوں میں سے تھا کہا "کردار، وقار، عفت، نجابت، فضیلت اور عظمت میں، میں نے اپنے خاندان اور بنی ہاشم میں حسن بن علی۔ جیسا کسی کو نہیں دیکھا، ان کا خاندان ان کو سن رسیدہ اور محترم شخصیتوں پر مقدم رکھتا تھا اور لشکر کے صاحب حیثیت افراد، وزراء اور دیگر افراد کے نزدیک بھی ان کا یہی مقام تھا۔

اس کے بعد وہ اپنے باپ سے امام حسن عسکری کی ملاقات کا واقعہ جو اس کے باپ کے نزدیک آپ کی عظمت و بزرگی کا حاکمی ہے۔ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

میرے باپ نے امام حسن عسکری علیہ السلام کے بارے میں مجھ سے کہا: "اگر خلافت بنی عباس کے ہاتھ سے نکل جائے تو مقام خلافت کو بچانے کے لئے بنی ہاشم میں سے ان سے زیادہ کوئی مناسب نہیں ہے اور یہ بات ان کی فضیلت، عفت، زہد، عبادت اور نیک اخلاق کی بنا پر ہے۔ اگر تم نے ان کے والد کو دیکھا ہوتا تو تم کو ایک بزرگ اور با فضیلت انسان کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا" <sup>(۷)</sup>۔

## امام حسن عسکری علیہ السلام کا زہد

"مفوضہ" (۸) میں سے کچھ لوگوں نے "کامل بن ابراہیم مدنی" کو چند مسائل پوچھنے کے لئے امام علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا ان کا بیان ہے کہ "جب میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ سفید اور لطیف لباس آپ کے جسم پر ہے میں نے اپنے دل میں کہا کہ ولی اور حجت خدا نرم اور لطیف لباس پہنتے ہیں اور ہم کو دوسرے بھائیوں کے ساتھ ہمدردی کا حکم دیتے ہیں اور ایسے لباس پہننے سے روکتے ہیں۔"

امام علیہ السلام مسکرائے پھر اپنی آستین چڑھائی، میں نے دیکھا کہ کھر در اور کالا لباس (اس لباس کے نیچے) پہنے ہوئے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: "هذا لله و هذا لكم" یہ۔ کھر در لباس۔ خدا کے لئے اور یہ نرم و سفید لباس جو میں نے اس کے اوپر پہن رکھا ہے۔ تمہارے لئے ہے۔ (۹)

## عبادت اور بندگی

اپنے والد بزرگوار کی طرح امام حسن عسکری علیہ السلام بھی خدا کی عبادت اور بندگی کا بہترین نمونہ تھے۔ "محمد شاکری" نقل کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام کا طریقہ یہ تھا کہ محراب عبادت میں بیٹھ جاتے اور سجدہ میں چلتے جاتے، میں سو جاتا تھا اور پھر جب بیدار ہوتا تھا تو دیکھتا کہ امام اسی طرح سجدہ کی حالت میں ہیں۔ (۱۰)

جب امام علیہ السلام قید خانہ میں تھے اس زمانہ میں بعض عباسیوں نے "صلح بن وصیف"۔ داروغہ زندان۔ کو سمجھایا کہ ان کے ساتھ سختی کرو۔ اس نے اپنے آدمیوں میں سے دو نہایت شہیر افراد کو اس کام کے لئے معین کیا لیکن وہ دونوں حضرت کے ساتھ رہ کر بدل گئے اور عبادت و نماز میں بلند مقام پر پہنچ گئے۔ داروغہ زندان نے ان کو بلایا اور کہا تم پروائے ہو تم اس شخص کے لئے ایسے

بن گئے؟

انہوں نے کہا "ہم اس شخص کے بارے میں کیا کہیں جو دن کو روزہ رکھتا ہے، پوری رات عبادت کے لئے کھڑا رہتا ہے کسی سے بات نہیں کرتا، سوائے عبادت کے اس کا دوسرا کوئی کام نہیں ہے۔ جب وہ ہم کو دیکھتا ہے تو ہمارا جسم لرزنے لگتا ہے اور اہم اپنا توازن کھو بیٹھتے ہیں" (۱۱)

### جو دو کرم

"علی ابن ابراہیم ابن موسیٰ ابن جعفر" فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ میں، میں تہی دست ہو گیا تھا میں نے اپنے بیٹے "محمد" سے کہا اس شخص کے پاس (امام حسن عسکری علیہ السلام) چلا جائے جو، جو دو کرم میں مشہور ہے۔ اور جب میں امام کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے مجھ کو آٹھ سو درہم عطا فرمائے (۱۲)

"ابو ہاشم جعفری" نقل کرتے ہیں کہ میں بہت تنگ دستی میں مبتلا تھا۔ میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے مدد طلب کرنے کا ارادہ کیا لیکن مجھے بہت شرم آئی جب میں گھر لوٹا تو امام علیہ السلام نے ایک خط کے ساتھ سو دینار میرے لئے بھجوائے۔ خط میں لکھا تھا۔ جب تم کو ضرورت ہو بغیر شرمائے مجھ سے دد مانگ لینا انشاء اللہ جو مانگو گے ملے گا۔ (۱۳)

### زمانہ امامت

اپنے والد گرامی کے بعد امام حسن عسکری علیہ السلام نے ۲۵۳ھ ق میں منصب امامت کو سنبھالا آپ اپنی امامت کے قلیل دور۔ چھ سال۔ میں خلفائے بنی عباس میں سے تین خلفاء معزز (ایک سال) مہتدی (ایک سال) اور معتمد (چار سال) کے ہم عصر رہے۔

## امام ؑ کے بارے میں خلفاء کی سیاست

آپ کے زمانہ کے تینوں خلفاء کی سیاست وہی گندی سیاست تھی جو پہلے خلفاء کی آپ کے بزرگوں کے ساتھ تھی۔ سیاست، ماموں کے زمانہ کے بعد اور بھی زیادہ شدید اور تکلیف دہ ہو گئی جیسا کہ دیکھتے ہیں کہ تین اماموں یعنی امام جواد ؑ ۲۵ سال، امام ہادی ؑ ۳۱ سال، امام حسن عسکری ؑ ۲۸ سال، کی مجموعی زندگی ۹۳ سال سے آگے نہیں بڑھتی۔

ان اماموں کے ہم عصر خلفاء کا رویہ اس بات کی حکایت کرتا ہے کہ وہ ائمہ کی کوششوں اور مبارزات سے بے حد خائف تھے اور انہوں نے انسانی معاشرہ کی ان روشن شعلوں کو اسی وجہ سے محدود کر دیا تھا اور ان کے اوپر کڑی نظر رکھے ہوئے تھے۔

اس درمیان امام حسن عسکری ؑ دوسرے دونوں ائمہ کی بہ نسبت زیادہ نظر بندی اور نگرانی میں تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ:

۱۔ امام حسن عسکری ؑ کے زمانہ میں اہل بیت کے پیرو ایک عظیم اور قابل توجہ طاقت کی صورت میں ابھر کر سامنے آئے تھے، وہ لوگ مسلسل قیام کرنے اور "رضائے آل محمد" کا نعرہ لگانے کی بناء پر عوام الناس کے خیالات کو خاندان رسالت کی طرف متوجہ کر رہے تھے۔ اور خاندان رسالت کی ممتاز شخصیت امام حسن عسکری ؑ تھے۔

معزز کے زمانہ میں، علویوں اور خاندان جعفر طیار و عقیل میں سے ستر سے زیادہ ایسے افراد کو قید کر کے سامرا لایا گیا جنہوں نے حجاز میں قیام کیا تھا۔ (۱۴)

۲۔ متواتر اخبار و روایات کے ذریعہ ان لوگوں کو معلوم تھا کہ مہدی موعود ؑ جو تمام باطل اور خود ساختہ حکومتوں کی بنیاد کو ختم کر دیں گے۔ وہ نسل امام حسن عسکری ؑ سے ہوں گے۔

خود امام حسن عسکری ؑ کے بارے میں خلیفہ نے قتل کا ارادہ کیا اور "سعید حاجب" کو حکم دیا کہ امام ؑ کو کوفہ لے جائے اور لوگوں کی نظروں سے دور، راستہ میں قتل کر دے لیکن امام ؑ نے اپنے ایک

ایسے صحابی کے خط کے جواب میں جو ایسی خبر سن کر تشویش میں پڑ گئے تھے لکھا کہ "تین دن کے بعد سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا" (۱۵) اور تین دن کے بعد دربار عباسی کے ترکوں نے۔ جنہوں نے معزز کو اپنے لئے نفع بخش نہیں پایا، حملہ کمر کے خلافت سے ہٹا کر ایک تہہ خانہ میں قید کر دیا اور وہ وہیں مر گیا۔ (۱۶)

معزز کے بعد ۲۵۵ھ ق میں مہتدی مسند خلافت پر پہنچا اس کی روش۔ جیسا کہ تاریخ بیان کرتی ہے۔ خلفائے بنی عباس کے درمیان ایسی تھی کہ خلفاء بنی امیہ کے درمیان جیسی روش عمر بن عبدالعزیز کی تھی۔ اس نے لوگوں کی فریاد رسی کے لئے قبۃ المظالم نام کا خیمہ نصب کیا وہ وہاں بیٹھ جاتا تھا اور لوگوں کے مشکلات کو حل کیا کرتا تھا۔ اسی طرح اس نے شراب کو حرام قرار دیا اور گانے بجانے سے گریز کیا (۱۷) لیکن یہ ظاہری اور منافقانہ باتیں تھیں اور اس میں محض سیاسی غرض پوشیدہ تھی امام حسن عسکری علیہ السلام کے ساتھ اس کا سخت رویہ اس بات کی بہترین دلیل ہے، امام۔ کو مدتوں قید میں رکھا یہاں تک کہ اس نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا لیکن اس کو اجل نے موقع نہیں دیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ (۱۸)

مہتدی اگرچہ حق و عدالت کی طرفداری ظاہر کرتا تھا لیکن جو حق وہ چاہتا تھا وہ اسلامی اصولوں پر منطبق نہیں ہوتا تھا اسی وجہ سے اس کی روش عمومی تنفر اور ملامت کا نشانہ قرار پائی۔ امام علیہ السلام اور ان کے پیرو دونوں ہی اسلام کے نگہبان اور سماجی حق و انصاف قائم کرنے والے تھے۔ امام کی نظر میں معاشرہ کی بنیادی مشکل یہ نہیں تھی کہ مہتدی قابض تھا، بلکہ بنیادی مشکل یہ تھی کہ رہبری اپنی اصلی روش سے منحرف ہو گئی تھی اور لوگ اسلامی تعلیم و تربیت و ثقافت سے دور ہو گئے تھے۔

جو درباری اور دربار خلافت سے وابستہ افراد لہو و لعب اور عیاشی سے انس پیدا کر چکے تھے ان کے لئے بھی مہتدی کا رویہ بڑا

گراں تھا۔

ان دونوں باتوں کی وجہ سے اس کی خلافت گیارہ مہینہ سے زیادہ نہ چل سکی اور آخر کار ترکوں کی شورش سے وہ قتل کر دیا گیا۔ اور اس کی جگہ "معمتد" خلیفہ بنا<sup>(۱۹)</sup>

معمتد کا بھی اپنے اسلاف کی طرح سوائے ستمگری اور عیاشی کے اور کوئی کام نہ تھا وہ اپنا زیادہ تر وقت عیاشی میں گزارتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کا بھائی "موفق" رفتہ رفتہ سارے امور پر مسلط ہو گیا۔ اور اس نے سارے امور اپنے ہاتھوں میں لے لئے۔<sup>(۲۰)</sup> اس کی حکومت کے زمانہ میں علویوں کا ایک گروہ نہایت بے دردی سے شہید کر دیا گیا اس کی خلافت کے زمانہ میں جنگ و فساد بہت تھا۔ اتنا خون خرابہ کہ مسلمانوں کے جانی نقصان کی تعداد مورخین نے ۱۵ لاکھ افراد لکھی ہے۔<sup>(۲۱)</sup> معتمد نے امام حسن عسکری ؑ کو قید خانہ میں ڈال دیا اور داروغہ زندان سے ہمیشہ آپ ؑ کے بارے میں پوچھا کرتا تھا اور وہ ہمیشہ یہی رپورٹ دیتا تھا کہ دن میں روزہ رکھتے ہیں اور راتوں کو نماز و عبادت میں گزارتے ہیں۔<sup>(۲۲)</sup>

### شورشیں اور انقلابات

علویوں اور غیر علویوں کی شورشوں اور انقلابات کا سلسلہ امام حسن عسکری ؑ کی امامت کے زمانہ میں بھی جاری تھا ان میں سے نمونہ کے طور پر کچھ انقلابات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ "ابراہیم بن محمد علوی" کی تحریک جو "ابن صوفی" کے نام سے مشہور تھی۔ انہوں نے ۲۵۶ھ ق میں مصر میں قیام کیا اور شہر "اسنا" پر قبضہ کر لیا۔ "احمد ابن طولون" کے سپاہیوں کو شکست دیدی لیکن دوسری بار اس کے لشکر سے شکست کھا گئے۔ اور بہت نقصان اٹھانے کے بعد بھاگ کر روپوش ہو گئے۔ پھر ۲۵۹ھ ق میں دوبارہ قیام کیا اور لوگوں کو اپنے گرد جمع کیا۔ نتیجتاً مکہ پہنچنے کے بعد اس شہر کے حاکم کے ذریعہ گرفتار ہوئے اور ابن طولون کے پاس بھیجے گئے۔ پھر قید

کردیئے گئے زندان سے رہائی کے بعد مدینہ لوٹے اور وہیں انتقال کیا۔<sup>(۲۳)</sup>

۲۔ "علی ابن زید علوی" کی تحریک: آپ نے ۲۵۳ھ ق میں کوفہ میں قیام کیا اور شہر پر قبضہ کر کے حکومت کے نمائندہ کو شہر سے نکال دیا۔ خلیفہ کا لشکر متعدد بار ان سے لڑا آخر کار ۲۵۷ھ ق میں آپ قتل کر دیئے گئے<sup>(۲۴)</sup>

۳۔ "عیسیٰ ابن جعفر علوی" کی تحریک: انہوں نے "علی ابن زید" کے ساتھ کوفہ میں قیام کیا "معتز" نے ان سے جنگ کے لئے ایک لشکر بھیجا اور ان کو شکست دے دی۔ مسعودی نے ۲۵۵ھ ق میں ان کے قیام کا ذکر کیا ہے۔<sup>(۲۵)</sup>

۳۔ "صاحب زنج" کی شورش: ۲۵۵ھ ق میں اس نے قیام کیا۔ اس کی شورش میں ہزاروں آدمی مارے گئے۔ لوگوں کی عزت و ناموس پر اس کے سپاہیوں نے حملہ کیا۔ دسیوں شہروں میں آگ لگادی گئی اس نے اپنے کو "علی ابن محمد" اور علوی بتایا وہ اپنا سلسلہ نسب "علی ابن حسین ؑ" تک پہنچاتا تھا جبکہ وہ جھوٹا تھا۔ بلکہ اس کا سلسلہ نسب "عبد قیس" تک پہنچتا تھا اور اس کی ماں "بنی اسد ابن حزیمہ" سے تھی۔<sup>(۲۶)</sup>

صاحب زنج کا نعرہ غلاموں اور مزدوروں کی حمایت تھا اسی وجہ سے اس کو صاحب زنج کہتے تھے۔

اس کی شورش پندرہ سال تک چلتی رہی وہ ۲۵۲ھ ق میں قتل کر دیا گیا<sup>(۲۷)</sup>

۵۔ خوارج کی شورش: ۲۵۲ھ ق سے "مساور بن الحمید" کی رہبری میں خوارج کی شورش شروع ہوئی ۲۶۳ھ ق تک اس کے انتقال کے بعد بھی چلتی رہی۔ مساور نے تھوڑے دنوں میں عراق کے بہت سے شہروں پر قبضہ کر لیا اور اس نے خلیفہ کو خراج اور ٹیکس بھیجنے سے انکار کر دیا اور تمام معرکوں میں اس نے خلیفہ کے سپاہیوں پر غلبہ حاصل کیا۔<sup>(۲۸)</sup>

۶۔ "یعقوب لیث صفاری" کا قیام: ۲۶۲ھ ق میں خراسان کے بہت سے لوگوں کے ساتھ انہوں نے قیام کیا اور بہت سی

زمینوں پر تسلط حاصل کر لیا۔<sup>(۲۹)</sup>

امام حسن عسکری علیہ السلام کی کوششیں اور موقف  
حوادث کے مقابلہ میں امام کے اقدامات اور ان کی روش کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

### الف۔ سیاسی واقعات کے سلسلہ میں امام کا موقف

اپنے پدر بزرگوار کی طرح امام حسن عسکری علیہ السلام نے بھی اس سلسلہ میں بڑا محتاط رویہ اختیار کیا حکومت کے مقابلہ میں امام علیہ السلام کے منفی رویہ نے ان کے احترام اور قدر و منزلت کا موقع فراہم کیا۔

ایسی منزلت جس کو نزدیک ترین درباریوں نے بھی سمجھ لیا تھا۔ اس طرح کہ "بعید اللہ ابن خاقان" سے امام علیہ السلام کی ملاقات والے واقعہ سے وہ محض اس بات کی جانب متوجہ ہو گیا تھا کہ "موفق"۔ طلحہ ابن متوکل۔ یہ چاہتا ہے کہ ان کے پاس آئے تو اس نے امام علیہ السلام کو سمجھایا اور عرض کیا کہ آپ جب چاہیں تشریف لے جائیں، چونکہ وہ جانتا تھا کہ موفق سے امام کی ملاقات میں اس کے لئے بھی خطرہ ہے اور امام علیہ السلام کے لئے بھی (۳۰)

بہت سے اہم واقعات جو آپ کی امامت کے زمانہ میں دربار خلافت کو پیش آئے اور آپ نے ان میں سکوت اختیار کیا۔ ان میں سے شورش "صاحب زنج" کا نام لیا جا سکتا ہے امام علیہ السلام کے موقف سے واقفیت کے لئے ضروری ہے کہ اس واقعہ پر تین پہلوؤں سے غور کیا جائے۔

۱۔ صاحب زنج کا دعویٰ کہ اس کا سلسلہ نسب امیر المومنین تک پہنچتا ہے۔

۲۔ اسلامی قدروں اور اس کے قوانین کے خلاف اس کا قیام۔

۳۔ حکومت بنی عباس کے خلاف اس کا قیام۔

پہلی بات کے بارے میں امام نے نہایت واضح موقف اپنایا۔ آپ نے فرمایا: "صاحب الزنج لیس منّا اهل البيت

"(۳۱) صاحب زنج ہمارے خاندان سے نہیں ہے۔"

دوسرے پہلو کے بارے میں امام رحمۃ اللہ علیہ کا موقف بڑا واضح ہے۔ جن جرائم کا ارتکاب صاحب زنج کر رہا تھا آپ قطعی طور پر اس سے متنفر تھے۔ کیونکہ اس کے سارے کام عدل اسلامی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی واقعی تعلیمات کے خلاف تھے اور یہ بات ہر ایک پر روشن تھی اور اس سلسلہ میں امام رحمۃ اللہ علیہ کے سکوت کی شاید یہی وجہ تھی کہ سب لوگ جانتے ہی ہیں۔

لیکن تیسری بات کے سلسلہ میں امام رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی خاص موقف اختیار نہیں فرمایا اور ایسا راستہ اختیار کیا کہ ان کے اقدام کو حکومت کی ضمنی تائید نہ شمار کیا جائے۔ اگرچہ صاحب زنج کی شورش میں ضعف اور بہت زیادہ انحراف موجود تھا لیکن سیاسی نکتہ نظر سے یہ شورش بنی عباس کی حکومت کو کمزور کرنے اور ان کی طاقت اور نفوذ کو ختم کرنے کے لئے تھی، اس کے ساتھ ساتھ صاحب زنج سے حکومت وقت کا ٹکراؤ، امام رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پیروں کے فائدہ میں تھا اس لئے کہ خلافت کی مشینری کا دباؤ کچھ کم ہو گیا تھا

### ب: علمی اور ثقافتی تحریک میں امام رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

اگرچہ امام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کا زمانہ حکومت کی نظر بندی میں گزارا لیکن اس کے باوجود علمی اور ثقافتی پہلووں میں بلند اور بیش قیمت قدم اٹھانے میں کامیاب رہے کچھ علماء نے اس بارے میں کہا ہے کہ "آپ سے نقل ہونے والے مختلف علوم و دانش نے کتابوں کے صفحات پر کر دیئے" (۳۲)

کفر آمیز افکار و شبہات کی رد میں آپ کے استدلالی اور منطقی جوابات، مناظرے، علمی بحثیں، بیانات، علمی خطوط، تالیف کتاب (۳۳) اور شاگردوں کی تربیت کے ذریعہ حق کو واضح کرنا، آپ کی علمی اور ثقافتی کوششوں کی آئینہ دار ہے۔ چونکہ ان تمام موارد کو ذکر کرنا ہمارے (موجودہ) کام کے دائرہ سے خارج ہے اس لئے ہم کچھ موارد کے ذکر پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔ "یعقوب ابن اسحاق کندی" عراق کے مشہور فلسفیوں میں سے تھا۔ اس نے تناقض قرآن

کے موضوع پر کتاب لکھنے میں اپنا کافی وقت صرف کیا تھا۔ امام حسن عسکری علیہ السلام اس واقعہ سے مطلع ہوئے اور اس فلسفی کے شاگردوں میں سے ایک کو ایک جملہ بتا کر اس کو اس کے عقیدہ سے منصرف اور اس بات پر آمادہ کیا کہ جو کچھ اس نے لکھا ہے اس کو اس کے عقیدہ سے منصرف اور اس کتاب کو جلاڈالے۔

آپ نے اس کے شاگرد سے فرمایا کہ اس سے جا کر کہو کہ کیا اس بات کا احتمال نہیں ہے، کہ تم نے جو کچھ سمجھا ہے، ان کلمات (قرآن) کے کہنے والے نے اس کے علاوہ کسی اور مطلب کا ارادہ کیا ہو <sup>(۳۴)</sup>

۲۔ "ابوحزمہ نصیر" نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام کو بارہا روم، فارس اور دوسرے مختلف نسل و زبان کے اپنے غلاموں سے ان کی زبان میں باتیں کرتے دیکھا مجھے تعجب ہوا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ امام علیہ السلام تو مدینہ میں پیدا ہوئے اور دوسرے افراد نیز ملتوں سے آپکار ابطہ نہیں رہا پھر یہ زبانیں آپ نے کہاں سے سیکھیں؟

امام علیہ السلام نے اس بات کی کوشش کی کہ اس طریقہ سے امامت کے حالات کو غلاموں کے لئے واضح کر دیں اور ان کو یہ سمجھا دیں کہ امام علیہ السلام کو بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اپنی طرف رجوع کرنے والوں کی زبان سے واقف ہونا چاہیے ورنہ وہ امام علیہ السلام نہیں ہے اور اس استدلال کے ساتھ کہ "خدا نے اپنی حجت" امام کو تمام مخلوقات سے جدا بنایا ہے، علم و معرفت اور ہر چیز سے عطا کی ہے اس وجہ سے وہ تمام ناد اور حوادث روزگار کو جانتے ہیں اس کے علاوہ دوسری صورت میں حجت خدا اور دوسروں کے درمیان کوئی فرق نہیں رہ جائے گا۔ <sup>(۳۵)</sup>

وہ اپنی علمی قدرت کو خدا کی دی ہوئی قدرت جان کر اس کو اپنی امامت پر دلیل جانتے تھے۔

**ج۔ عوامی مرکز کی نگرانی، اس کی پشت و پناہی اور تیاری**

اپنے پیروؤں کے چال چلن اور اعمال کی نگرانی کے ساتھ ساتھ امام۔ ان کو عباسیوں کے

دام میں پھنسنے سے بچاتے اور ضروری مقامات پر معنوی و اقتصادی مسائل میں ان کی مدد فرماتے تھے۔ نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہو۔  
۱۔ معزز کے قتل سے بیس دن پہلے امام علیہ السلام نے اپنے ایک چاہنے والے کو لکھا: "المزم بیتک حتی یحدث الحادث" (۳۶) اپنے گھر کے اندر بیٹھے رہو اور ہرگز باہر نہ نکلنا یہاں تک کہ کوئی حادثہ پیش آئے۔

۲۔ "محمد ابن علی سمري" آپ کے ایک اصحابی اور آپ کے فرزند کے چوتھے نائب تھے آپ نے ان کو لکھا: "ففتنة تظلكم فكونوا علی اہبہ" (۳۷) ایک فتنہ ہے جو تمہارے اوپر سایہ ڈال رہا ہے اس بنا پر ضروری تیاری کئے رہو۔

۳۔ "ابوطاہر ابن بلبل" نے سفر حج میں علی ابن جعفر ہمانی کو دیکھا کہ بہت زیادہ بخشش و عطا کر رہے ہیں واپسی پر ایک خط میں آپ نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو لکھا، امام علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا: "ہم نے خود ان کو (اس کام کے لئے) ایک لاکھ دینار دیئے ہیں اور جب ہم نے چاہا کہ ایک لاکھ دینار اور دے دیں تو انہوں نے قبول نہیں کیا" (۳۸)

روایت یہ بیان کرتی ہے کہ "علی ابن جعفر" کی بخشش و عطا امام کی زیر نگرانی تھی اور آپ کو اس کی خبر تھی، اور عطا کی جانے والی خط رقم (ایک لاکھ دینار) اس بات کی دلیل ہے کہ پیسے عمومی مصلح اور شیعوں کی ضرورتوں میں خرچ ہو رہے تھے۔

### د: آپ کے فرزند حضرت مہدی علیہ السلام کی غیبت کے بارے میں آپ کا موقف:

چونکہ امام حسن عسکری علیہ السلام جانتے تھے کہ خدا کی مشیت میں ان کے فرزند کی غیبت ہے۔ اس لئے آپ غیبت کے مسئلہ کو اپنی حیات ہی میں حل کر دینے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور اپنی امامت پر اعتقاد رکھنے والے معتقدین کے عمومی افکار کو ایسے اہم واقعہ کو قبول کرنے کے لئے آمادہ کر رہے تھے جس کی مثال ماضی میں نہیں تھی۔

البتہ وہ متواتر روایتیں جو پیغمبر اکرم ﷺ اور ائمہ معصومین سے بارہویں امام کی غیبت کے بارے میں پہنچی تھیں ان روایتوں نے اس اہم امر کو قبول کرنے کے لئے راہ ہموار کر دی تھی۔ لیکن امام حسن عسکری علیہ السلام کی "موعود منتظر" کے باپ ہونے کی حیثیت سے جو سب سے مشکل ذمہ داری تھی وہ یہ تھی کہ وہ مسلمانوں کو آگاہ کر دیں کہ ان روایتوں اور پیشن گوئیوں کے تحقق کا زمانہ آگیا ہے اور ان کے فرزند ارجمند، ان روایتوں کے مصداق اور وہی "قائم آل محمد ﷺ" ہیں۔

ایسے افکار کا بیان اور اس کی تبلیغ۔ عقیدہ کے ایک اہم موضوع کے عنوان سے۔ لوگوں کے اذہان میں، وہ بھی ایسے سنگین حالات میں بیشک بڑا مشکل اور حساس کام تھا۔

اسی وجہ سے امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی تمام کوششوں کو صرف کر دیا تاکہ لوگوں کا عقیدہ اور ایمان ڈگمگانے نہ پائے اور عمومی اذہان کو اس بات کے قبول کرنے کے لئے آمادہ کر لیں اور اپنے پیروں کو متوجہ کر دیں کہ غیبت پر اعتقاد رکھنا لازمی اور ضروری ہے۔

مذکورہ مقصد کو پورا کرنے کے لئے امام کی فعالیت دو حصوں میں تقسیم ہوتی ہے۔

۱۔ اپنے فرزند کو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھنا اور ان کی حفاظت کرنا نیز خاص لوگوں کو ان کی نشاندہی کرنا چاہتے تھے اور اس اقدام کے علاوہ آپ نے لوگوں سے رابطہ کو محدود کر کے ایک خاص تعداد تک رکھا اور آپ کی روش یہ تھی کہ خط و کتابت یا اپنے معین کئے ہوئے نمائندوں کے توسط سے شیعوں سے رابطہ پیدا کرنا تاکہ وہ اس کے عادی ہو جائیں۔

۲۔ مسئلہ غیبت کا بیان اور اس کی تشریح "انتظار فرج" کی فکر کو مسلمانوں کے ذہنوں میں بٹھانا، اس موقف کو واضح اور مستحکم کرنے کیلئے مختلف مناسبتوں سے آپ کا بیان اور اعلان ہوتا رہتا تھا۔

ان بیانات کے چند پہلو ملاحظہ ہوں:

۱۔ امام مہدی کے صفات کے بارے میں عمومی اور کلی پہلو نیز امام مہدی علیہ السلام کے ظہور اور قیام کی خصوصیتیں بیان کرنا جیسا کہ اپنے اصحاب میں سے ایک صحابی کے جواب میں آپ نے

فرمایا: قائم ﷺ جب قیام کریں گے تو اس وقت حضرت داؤد ﷺ کی طرح بغیر بیئہ کے اپنے علم کی بنیاد پر لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں گے۔ (۳۹) یا وہ قول جس میں آپ فرماتے ہیں جس زمانہ میں قیام کریں گے اس زمانہ میں آپ حکم دیں گے کہ مینارے اور مسجدوں میں مخصوص جگہیں ویران کر دی جائیں۔ (۴۰)

امام ﷺ ان خصوصیتوں کو بیان کر کے اس بدعت کے مقابلہ میں اپنے منفی رویہ کو بیان کر رہے ہیں۔  
۲۔ اس اہم مسئلہ کو قبول کرنے کیلئے شیعوں کے واسطے عمومی اور خصوصی بیانات منجملہ ان کے وہ خط ہے جو آپ نے "ابن بابویہ" قمی کو لکھا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ میں تم کو بردباری اور انتظار فرج کا حکم دیتا ہوں۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا: ہماری امت کا سب سے بہتر عمل انتظار فرج ہے ہمارے شیعہ ہمیشہ غم و الم میں مبتلا رہیں گے یہاں تک کہ میرا فرزند ظہور کرے گا بیشک رسول خدا ﷺ نے ان کے ظہور کی بشارت دی ہے، وہ زمین کو ایسے ہی عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے پر ہوگی۔

اے مرد بزرگوار تم صابر رہو اور ہمارے تمام شیعوں کو صبر و شکیبائی کی دعوت دو۔ اس لئے کہ زمین خدا کی ملکیت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے گا اس کا وارث بنائے گا اور عاقبت (نیک انجام) پر ہیگزگاروں کے لئے ہے (۴۱)

### شہادت امام حسن عسکری ﷺ :

خلفاء بنی عباس۔ منجملہ ان کے معتمد۔ جانتے تھے کہ پیغمبر ﷺ کے جانشین بارہ افراد ہیں۔ ان میں سے بارہواں غیبت کے بعد ظہور کرے گا اور ظلم و جور کی بساط کو الٹ کر رکھ دے گا۔

اسی وجہ سے معتمد نہایت شدت سے امام حسن عسکری ﷺ کی نگرانی کرتا تھا، اور طیب یا معالج یا

خدمتگذار کے عنوان سے اس نے جاسوسوں کو امام حسن عسکری علیہ السلام کے گھر میں رکھ دیا تھا تاکہ وہ امام کی زندگی کو نزدیک سے دیکھتے رہیں اور ان کے فرزند کے بارے میں جستجو کریں۔ (۴۲)

آخر کار جب معتمد نے دیکھا کہ لوگوں کی توجہ دن بدن امام علیہ السلام کی طرف بڑھتی جا رہی ہے، نگرانی اور قیدی بنانے کا الٹا اثر ہو رہا ہے تو اس نے آپ کو قتل کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ اور خفیہ طور پر اس نے زہر دے دیا۔ امام آٹھ روز کے بعد صاحب فراش ہو گئے اور ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ ق میں عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گئے اور اپنے والد بزرگوار کی قبر کے پاس سامرا میں سپرد لحد کئے گئے۔

(۴۳)

### سوالات:

- ۱۔ امام حسن عسکری علیہ السلام نے کس تاریخ میں ولادت پائی اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ اپنی عمر کے کتنے دن گزارے؟
- ۲۔ امام حسن عسکری علیہ السلام کی امامت کا زمانہ کس سن میں شروع ہوا۔ اور کتنے دن تک رہا آپ کتنے خلفاء کے معاصر رہے اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ کتنے سال رہے؟
- ۳۔ آپ کے زمانہ کے خلفاء کا آپ کے ساتھ کیسا سلوک تھا اور امام حسن عسکری علیہ السلام میں دوسرے ائمہ کی بہ نسبت کیا خصوصیتیں تھیں؟
- ۴۔ امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانہ میں خلافت بنی عباس کے خلاف جو انقلاب اور شورشیں برپا ہوئیں ان میں سے چند نمونے بیان کیجئے؟
- ۵۔ آپ کے فرزند حضرت مہدی (عج) کی غیبت کے بارے میں آپ کے موقف کی تشریح فرمائیے
- ۶۔ امام حسن عسکری علیہ السلام نے کس تاریخ میں کس طرح اور کس شخص کے ذریعے شہادت پائی؟

## حوالہ جات

۱. بحار جلد ۵۰/۲۳۶، منقول از مصباح کفعمی و اقبال الاعمال، آپ کی ولادت کی تاریخ کے بارے میں دوسرے اقوال بھی ہیں منجملہ ان کے ۸ ربیع الآخر ۲۳۲ھ ق (مناقب جلد ۳/۳۲۲ اعلام الوری ۳۶۷/۳) ربیع الاول ۲۳۰ھ ق وغیرہ۔
۲. بحار جلد ۵۰/۲۳۶ "حدیثہ" بھی لکھا گیا ہے نیز "سوسن" کہا گیا ہے۔
۳. ارشاد مفید ۳۳۸/بحار ۵۰/۲۳۰، منقول از کمال الدین صدوق اور غیبت شیخ، اعلام الوری ۲۰۷/۲، کافی جلد ۱/۳۲۸، کشف الغمہ جلد ۲/۳۰۶۔
۴. بحار جلد ۵۰/۲۳۹ منقول از کمال الدین صدوق۔
۵. بحار جلد ۵۰/۱۳۶، اعلام الوری ۳۷۰/۳، کافی جلد ۱/۳۲۵، ارشاد ۳۳۵/غیبت شیخ ۱۲۰/، کشف الغمہ جلد ۲/۳۰۳، فصول المہمۃ ۳۸۳، ارشاد و غیبت شیخ راوی کا نام یحییٰ بن یسار غبری لکھا ہے۔
۶. احمد کا باپ (عبد اللہ ابن خاقان) حکومت بنی عباس کے وزیروں اور نمایاں لوگوں میں سے تھا۔
۷. ارشاد مفید ۳۳۹-۳۳۸، اعلام الوری ۳۷۷-۳۷۶، کافی جلد ۱/۵۰۳، کشف الغمہ جلد ۳/۱۹۷، بحار جلد ۵۰/۳۲۷-۳۲۵، کمال الدین صدوق جلد ۱/۳۲-۳۰ مطبوعہ جامعہ مدرسین۔
۸. مفوضہ ان لوگوں کو کہتے ہیں جو بندوں کے افعال کے بارے میں ارادہ الہی کو بے اثر مانتے ہیں ان کے مقابل والے فرقہ کو جبریہ کہتے ہیں
۹. بحار جلد ۵۰/۲۵۳ منقول از غیبت شیخ ائمتنا جلد ۲/۲۷۱ منقول از اثبات الہدایۃ۔
۱۰. سفینۃ البحار ج ۱/۲۶۰- ائمتنا جلد ۲/۲۶۹۔
۱۱. بحار جلد ۵۰/۳۰۸، اعیان الشیعہ جلد ۲/۳۱، کافی جلد ۱/۵۱۲، اعلام الوری ۳۷۹/۳، کشف الغمہ جلد ۱۲/۳۱۳، مطبوعہ تبریز۔
۱۲. مناقب جلد ۳/۳۲۹، ارشاد ۳۳۳۔
۱۳. اعیان الشیعہ جلد ۲/۳۰، کافی جلد ۱/۵۰۶، ارشاد ۳۳۱/۳، بحار جلد ۵۰/۲۷۸، مناقب جلد ۳/۳۳۸-۳۳۷، کشف الغمہ جلد ۳/۳۰ (تین جلدوں والی مطبوعہ بیروت)۔
۱۴. اعلام الوری ۳۷۲/۳، مناقب ج ۳/۳۳۹، بحار جلد ۵۰/۲۶۷۔
۱۵. مروج الذهب جلد ۳/۹۱

۱۵ "بعد ثالث: یا تیمم الفرج" بحارج ۵۰/۲۵۱ بہ نقل از غیبت شیخ ۱۳۳، کشف الغم ج ۳/۲۰۶-۲۹۵ فصول المہمہ ۲۸۵/۲۸۵۔

۱۶ مروج الذهب ج ۳/۹۲۔

۱۷ ملاحظہ فرمائیے مروج الذهب ج ۳/۹۶ و کامل ابن اثیر ج ۴/۳۳۵-۳۳۳۔

۱۸ بحارج ۵۰/۳۱۳ "و كان المهتدى قد صحح العزم على قتل ابي محمد فشغله الله بنفسه حتى قتل"

۱۹ تاریخ الخلفاء/۳۶۳، مروج الذهب جلد ۳/۹۹۔

۲۰ مروج الذهب جلد ۳/۳۶۳-۳۶۵-۳۶۶۔

۲۱ مروج الذهب جلد ۳/۳۶۳۔

۲۲ انوار البھیة /۲۸۶۔

۲۳ کامل ابن اثیر جلد ۴/۲۳۸-۲۶۳-۲۶۴۔

۲۴ مروج الذهب جلد ۳/۹۳۔

۲۵ مروج الذهب جلد ۳/۹۳۔

۲۶ کامل ابن اثیر جلد ۴/۲۰۶-۲۰۵۔

۲۷ مروج الذهب جلد ۳/۱۰۸، کامل ابن اثیر جلد ۴/۲۵۵-۲۰۶۔

۲۸ کامل ابن اثیر جلد ۴/۱۴۳۔

۲۹ مروج الذهب جلد ۳/۱۱۲۔

۳۰ اس وزیر کے سلسلے میں جو تاریخ سے استفادہ ہوتا ہے اور جو کچھ خود اس کی باتوں سے آشکار ہوتا ہے وہ امام علیہ السلام کا احترام کرتا تھا اور آپ کی منزلت اور عظمت کا قائل تھا۔ شاید اسی وجہ سے امام علیہ السلام اس کے دیدار کیلئے تشریف لے گئے تھے تاکہ اس کی اس کیفیت کو اور قوی بنا جا سکے۔

۳۱ مناقب جلد ۳ ص ۳۲۹۔

۳۲ "فقد روی عنه من انواع العلم ما ملا بطون الدفاتر" اعیان الشیعة جلد ۱/۳۰۔

۳۳ اس تفسیر کی طرف اشارہ ہے جو تفسیر حسن عسکری علیہ السلام کے نام سے مشہور ہے مرحوم علامہ مجلسی بحار الانوار میں فرماتے

ہیں کہ "امام حسن عسکری علیہ السلام کی طرف منسوب تفسیر مشہور کتابوں میں سے ہے اور مرحوم صدوق کے لئے

مورد وثوق ہے ہرچند کہ کچھ محدثین نے امام علیہ السلام کی طرف اس کی نسبت سے انکار کیا ہے لیکن صدوق کا قول۔ چونکہ وہ امام علیہ السلام کے زمانہ سے قریب تھے۔ اس لئے معتبر ہے۔ اعیان الشیعہ ج ۲/۳۱ (دہ جلدی چاپ بیروت)۔

۳۳ "هل يجوز ان يكون مراده بما تكلم منه غير المعاني التي ظننتها انك ذهبت اليها" بحار جلد ۵۰/۳۱۱، مناقب ۲۲۳/۳۔

۳۵ "ان الله تبارك وتعالى بين حجته من سائر خلقه و اعطاه معرفة كل شى فهو يعرف اللغات و الانساب و الا حال و الحوادث و لولا ذلك لم يكن بين الحجة و الحجوج فرق" اعلام المورى ۳۵۶/۳، مناقب ج ۳/۳۲۸، كشف الغمہ ج ۲/۳، ارشاد ۳۳۳/۳، بحار ج ۵۰/۲۶۸۔

۳۶ كشف الغمہ جلد ۳/۲۰۰، کافی جلد ۱/۵۰۶، بحار جلد ۵۰/۲۷۷، مناقب ج ۳/۳۳۶، ارشاد ۳۳۰/۳۔

۳۷ كشف الغمہ ۳/۲۰۴، تاريخ الغيبة الصغرى تالیف محمد صدر ۱۹۹/۳، بحار جلد ۵۰/۲۹۸، امام کا یہ جملہ بھی معتز کے قتل کی طرف اشارہ ہے۔

۳۸ "قد كنا امرنا له بمائة الف دينار، ثم امرنا له بمثلها فابى قبوله ابقاءً علينا" بحار جلد ۵۰/۲۰۶۔ اعیان الشیعہ جلد ۳۱/۲، ائمتنا جلد ۲/۲۷۳، مناقب ج ۳/۲۲۳۔ عبارت میں تھوڑے اختلاف کے ساتھ۔

۳۹ "اذا قام يقضى بين الناس بعلمه كقضاء داود عليه السلام و لا يسئل البينة" بحار جلد ۵۰/۲۶۳، مناقب جلد ۳۳۱/۳، كشف الغمہ ج ۳/۲۰۳، ارشاد ۳۳۳/۳۔

۴۰ "اذا قام القائم امر بهدم المنائر و المقاصير التي في المساجد" بحار جلد ۵۰/۲۵۰، مناقب جلد ۳/۳۳۷، اعلام المورى ۳۵۵/۳، مناقب اور اعلام المورى میں "منائر" کی جگہ "منابر" لکھا ہوا ہے۔

۴۱ عليك بالصبر و انتظار الفرج، قال النبي افضل اعمال امتى انتظار الفرج و لا يزال شيعتنا فى حزن حتى يظهر و لى الذى بشر به النبي يملا الارض قسطاً و عدلاً كما ملئت جوراً و ظلماً، فاصبر يا شيخى يا ابالحسن، على و امر جميع شيعتى بالصبر فان الارض لله يورثها من يشاء من عباده و العاقبة للمتقين۔ مناقب ج ۳/۳۲۶۔ بحار ج ۵۰/۳۱۸۔

۴۲ كمال الدين صدوق ج ۱/۳۳۔ ۳۲، مطبوعہ جامعہ مدرسین۔

۴۳ مناقب جلد ۲/۳۲۲، بحار جلد ۵۰/۲۳۶۔ ۲۳۷، كشف الغمہ جلد ۳/۱۹۲۔ اعلام المورى ۳۳۹/۳، ارشاد مفید ۳۳۵/۳، فصول المہمہ ۲۸۹/۔

پندرہواں سبق:  
امام زمانہ حضرت حجت (عج) کی زندگی کے حالات (پہلا حصہ)

Presented By: <https://jafrilibrary.com>

## ولادت

شیعوں کے بارہویں امام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے آخری وصی روز جمعہ صبح صادق کے وقت ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ ق یا ۲۵۶ھ ق کو مقام سائرا میں پیدا ہوئے۔<sup>(۱)</sup>

ائمہ نے اپنے شیعوں سے ان کے نام کو بیان کرنے سے منع فرمایا اور اتنا فرمایا کہ وہ پیغمبر ﷺ کے ہم نام ہیں، ان کی کنیت بھی پیغمبر ﷺ ہی کی کنیت ہے۔<sup>(۲)</sup>

آپ کے مشہور ترین القاب مہدی، قائم، حجت، اور بقیۃ اللہ ہیں۔

آپ کے پدر بزرگوار، گیارہویں امام حضرت امام حسن عسکری۔ اور مادر گرامی "فرجس" بنت "یوشعا" ہیں جو قیصر روم کے بیٹے اور جناب عیسیٰ ﷺ کے ایک حواری "شمعون کی نسل سے تھیں ان عظیم المرتبت خاتون کی عظمت کے لئے اتنا کافی ہے کہ امام حسن عسکری۔ کی پھوپھی جناب "حکیمہ" نے جو خاندان امامت کی ایک بزرگ خاتون تھیں۔ انھیں اپنی اور اپنے خاندان کی سردار کا خطاب دیا ہے اور خود کو ان کی خدمت گزار سمجھتی تھیں۔<sup>(۴)</sup>

جب جناب فرجس روم میں تھیں تو ایک دن انہوں نے خواب میں دیکھا کہ پیغمبر ﷺ اسلام اور حضرت عیسیٰ ﷺ نے امام حسن عسکری۔ سے ان کا عقد کر دیا۔

آپ خواب کے عالم میں حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی دعوت پر مسلمان ہوئیں لیکن انہوں نے اپنے وابستگان سے اپنا اسلام چھپائے رکھا۔

آخر کار آپ کو خواب میں حکم ملا کہ کنیزوں اور قیصر کے خدمت گزاروں کے درمیان چھپ کر

اس لشکر کے ساتھ جو مسلمانوں سے جنگ کے لئے سرحد کی طرف جا رہا ہے، چلی جائیں۔  
آپ نے ایسا ہی کیا اور سرحد پر چند دوسرے افراد کے ساتھ لشکر اسلام کی اسیری میں آگئیں اور بغداد لے جانی گئیں۔  
یہ واقعہ احتمال قوی کی بنا پر ۲۳۸ھ ق میں رونما ہوا جو امام ہادی کے سامرا میں قیام کا تیرہواں سال تھا اور امام حسن عسکری  
اس وقت سولہ سال کے تھے۔ امام ہادی کے قاصد نے ایک خط بغداد میں جناب فرجس کو دیا جو رومی زبان میں لکھا ہوا تھا  
اور ان کو بردہ فروشوں سے خرید کر وہ قاصد "سامرا" لایا۔

جو کچھ جناب فرجس نے خواب میں دیکھا تھا امام ہادی نے اسے بیان کر دیا۔ اور بشارت دی کہ وہ گیا رہیں امام کی  
بیوی اور ایسے بیٹے کی ماں بنیں گی جو ساری دنیا پر تسلط حاصل کر کے زمین کو عدل و انصاف سے پر کر دے گا۔ اس کے بعد آپ نے  
جناب فرجس کو اپنی بہن "حکیمہ" کے حوالے کیا تاکہ وہ ان کو آداب و احکام اسلام سکھائیں کچھ دنوں کے بعد جناب "فرجس" امام  
حسن عسکری کی زوجیت میں آئیں (۵)

"حکیمہ" جب بھی امام حسن عسکری کے خدمت میں پہنچتیں دعا فرماتیں کہ خداوند عالم ان کو فرزند عطا فرمائے۔ وہ نقل کرتی  
ہیں کہ ایک روز عادت کے مطابق امام کے دیدار کے لئے گئیں میں نے وہی دعا پھر امام کے سامنے دہرائی امام نے  
نے فرمایا جو بیٹا آپ میرے لئے خدا سے مانگ رہی ہیں وہ آج کی رات پیدا ہونے والا ہے۔

میں نے عرض کیا میرے سردار وہ بچہ کس سے پیدا ہوگا؟ آپ نے فرمایا "فرجس سے" میں اٹھی اور میں نے فرجس کو جستجو کی نگاہ  
سے دیکھا حمل کی کوئی علامت نہیں ہے۔ امام مسکرائے اور فرمایا: سپیدہ سحری کے وقت آپ پر آشکار ہو جائے گا۔ اس لئے کہ  
وہ مادر موسیٰ کی طرح ہیں جن کا حمل ظاہر نہیں ہوا تھا اور ولادت کے وقت تک کسی کو ان کے حمل کی خبر نہ تھی اس لئے کہ  
فرعون، موسیٰ کی تلاش میں عورتوں کے شکم کو چاک کر دیتا تھا اور یہ بچہ۔ جو آج کی رات پیدا ہوگا۔ حضرت

موسیٰ عليه السلام کی طرح ہے۔

جناب حکیمہ نقل فرماتی ہیں کہ میں سپیدہ سحر تک فرجس کی نگرانی کرتی رہی اور وہ نہایت آرام کے ساتھ میرے پاس سوئی ہوئی تھیں یہاں تک کہ طلوع فجر کے وقت وہ گبھرا کر اٹھ بیٹھیں۔ میں نے ان کو اپنی آغوش میں سنبھالا اور ان کے اوپر اسم خدا پڑھ کر دم کیا، امام عليه السلام نے دوسرے کمرے سے آواز دی۔ ان کے اوپر سورہ انا انزلنا دم کیجئے۔

میں نے سورہ انا انزلنا پڑھنے کے بعد فرجس کی حالت کو دیکھنا شروع کیا۔ انہوں نے فرمایا جو آپ کے سردار نے خبر دی تھی وہ بات ظاہر ہو گئی ہے۔

میں اسی طرح سورہ قدر پڑھنے میں مشغول تھی کہ بچہ شکم مادر میں میرا ہم آواز ہو گیا اس نے بھی سورہ قدر کی تلاوت کی اور مجھ کو سلام کیا، میں ڈر گئی، امام حسن عسکری عليه السلام نے آواز دی:، امر خدا میں تعجب نہ کریں۔ خداوند عالم ہم کو بچپن میں حکمت سے گویائی عطا کرتا ہے۔ اور بڑے ہونے کے بعد زمین پر حجت قرار دیتا ہے۔

ابھی امام عليه السلام کی بات ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ یکایک نرجس سامنے سے غائب ہو گئیں جیسے ہمارے اور ان کے درمیان پردہ حائل ہو گیا ہو، میں آواز دیتی ہوئی امام عليه السلام کی طرف گئی۔ امام عليه السلام نے فرمایا: پھوپھی جان آپ وہیں تشریف لے جائیں ان کو اپنی جگہ پر پائیں گی۔

میں وہاں پلٹ آئی ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ میرے اور ان کے درمیان پردہ ہٹ گیا۔ اور میں نے "فرجس" کو اس طرح نور میں غرق دیکھا کہ میری آنکھوں میں ان کو دیکھنے کی طاقت نہ تھی۔

اسی عالم میں، میں نے ایک بچہ کو دیکھا جو سجدہ کے عالم میں تھا اور اپنی انگلی اوپر اٹھائے ہوئے کہہ رہا تھا: "اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و انّ جدی محمداً رسول الله و انّ ابی امیر المومنین" اس کے بعد آپ نے ایک ایک امام کی امامت کی گواہی دی اور فرمایا خدایا میرے وعدہ کو پورا کر اور میرے کام کو اتمام کو پہنچا، میرے قدم کو ثبات و

استواری عطا کر اور میرے ذریعہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے (۶)

### پوشیدہ ولادت

امام عسکری علیہ السلام کے زمانہ علیہ السلام امامت میں حکام بنی عباس کے درمیان بڑی تشویش اور فکر مندی تھی، تشویش ان کثیر اخبارات و احادیث کی بنا پر تھی جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ سے مروی تھیں۔ ان میں یہ ذکر آچکا تھا کہ امام حسن عسکری کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا جو حکومتوں کی بنیادوں کو پلٹ دینے والا اور تاج و تخت کو الٹ دینے والا ہوگا۔ وہ دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ (۷) اس لئے امام حسن عسکری علیہ السلام سخت پریشانی میں تھے اور خلافت کی مشینری یہ کوشش کر رہی تھی کہ اس نو مولود کو پیدا ہونے سے روک دے۔ (۸)

یہی وجہ تھی جو حضرت مہدی علیہ السلام کے حمل اور ولادت کے زمانہ کو لوگوں سے پوشیدہ رکھا گیا اور خدا نے ان کے حمل کو جناب موسیٰ کی طرح مخفی رکھا۔

ولادت کے بعد سوائے خاص اصحاب اور دوستوں کے کسی نے مہدی علیہ السلام کو نہیں دیکھا اور وہ بھی الگ الگ ایک ساتھ اور عام طور پر نہیں۔

### خواص کیلئے اعلان

امام حسن عسکری کی روش یہ تھی کہ اپنے فرزند کو عام لوگوں کی نظروں سے مخفی رکھنے کہ باوجود مناسب موقع پر قابل اطمینان افراد کو حضرت مہدی علیہ السلام کے وجود سے آگاہ فرماتے رہتے اور ان کو حضرت مہدی علیہ السلام کے سامنے حاضر ہونے کا فیض پہنچاتے رہتے تھے، تاکہ اس طرح وہ ان کی پیدائش اور وجود کا یقین حاصل کر لیں اور مشاہدہ فرمائیں نیز ضروری موقع پر دوسرے شیعوں کو اطلاع دیں تاکہ آپ کے بعد لوگ گمراہی میں نہ پڑ جائیں۔

اس وجہ سے امام مہدی علیہ السلام کی ولادت سے لے کر امام حسن عسکری کی شہادت تک (۵ سے ۶ سال کی مدت تک) گیا رہویں امام علیہ السلام کے بہت سے قریبی افراد، شاگرد اور خصوصی اصحاب نے امام مہدی علیہ السلام کی زیارت کی۔

نمونہ کے طور پر چند واقعات کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے:

۱۔ امام حسن عسکری کے قریبی اصحاب اور بزرگ شیعوں میں سے ایک شخص "احمد ابن اسحاق" نقل کرتے ہیں کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور میں نے چاہا کہ ان کے جانشین کے بارے میں ان سے سوال کروں کہ اتفاقاً حضرت نے خود ہی بات شروع کی اور فرمایا: اے احمد بیشک خداوند عالم نے جب سے آدم کو پیدا کیا زمین کو حجت خدا سے خالی نہیں چھوڑا اور کبھی خالی نہیں رکھے گا اور حجت خدا کے واسطے سے اہل زمین سے بلائیں دفع ہوتی ہیں، بارش ہوتی ہے اور زمین کی برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔ میں نے عرض کیا: فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بعد امام اور جانشین کون ہے، حضرت گھر کے اندر تشریف لے گئے اور اپنے تین سالہ بچے کو جس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا تھا، کاندھے پر بٹھائے ہوئے باہر تشریف لائے اور فرمایا: اے احمد ابن اسحاق اگر خدا اور اس کی حجت ائمہ کے نزدیک تم مکرم نہ ہوتے تو میں اس بچے کو تمہیں نہ دکھاتا، بیشک یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا ہم نام اور ہم کنیت ہے یہ وہ ہے کہ جو ظلم و جور سے بھری ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے پر کر دے گا<sup>(۹)</sup>

۲۔ "معاویہ ابن حکیم" محمد ابن ایوب بن نوح اور محمد ابن عثمان عمری نے نقل کیا ہے کہ شیعوں میں ہم چالیس افراد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے آپ نے ہم لوگوں کو اپنے بیٹے کو لا کر دکھایا اور فرمایا: میرے بعد یہ تمہارا امام اور میرا جانشین ہے۔ ان کی پیروی کرنا اور (ان کے پاس سے) پر اگندہ نہ ہونا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور تمہارا دین تباہ ہو جائے گا اور یہ بھی جان لو کہ آج کے بعد تم ان کو نہیں دیکھو گے۔<sup>(۱۰)</sup>

۳۔ "احمد ابن اسحاق قمی" نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت مہدی علیہ السلام پیدا ہوئے تو میرے جد

کے پاس ایک خط ہمارے آقا امام حسن عسکری علیہ السلام کی طرف سے پہنچا جسے حضرت نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ "ہمارے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوا ہے۔ ضروری ہے کہ تم اس کی ولادت کی خبر کو مخفی رکھو ہم اپنے قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کو رشتہ داری اور دوستی کی بنا پر آگاہ کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ہم کسی کو اس امر سے آگاہ نہیں کریں گے۔ ہم نے اس بات کو پسند کیا کہ اس بچے کی ولادت کی خبر تم کو دیں تاکہ خداوند عالم اس کی وجہ سے تم کو مسرور کرے جیسا کہ اس نے ہم کو مسرور کیا والسلام (۱۱)"

### حضرت مہدی کے شمائل اور خصوصیات

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ اکرم سے جو کثرت سے روایتیں نقل ہوئی ہیں ان کی بنیاد پر مورخین و محدثین اسلام نے امام عصر علیہ السلام کے شمائل اور اوصاف اپنی کتابوں میں بیان کئے ہیں یہاں ان میں سے کچھ باتوں کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔ (۱۲)

جواں سال، گندمی رنگ، ہلالی اور کشیدہ ابرو، سیاہ اور بڑی بڑی آنکھیں، چوڑا شانہ، سفید براق اور کشادہ دندان مبارک، ستواں اور خوبصورت ناک، بلند اور روشن پیشانی۔ شب زندہ داری کی بنا پر۔ سر کے بال دوش پر بکھرے ہوئے۔ (۱۳) کم گوشت والے گا ذرا ذردی مانل۔ داہنے گال پر تل اور شانوں کے درمیان علامت نبوت کی سی علامت ہے... یہ ہے امام زمانہ علیہ السلام کا حلیہ مبارک۔ آپ کے خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ فرزند پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی اولاد میں سے ہیں۔ نسل امام حسین۔ سے نویں پیشوا، خاتم الاوصیاء، آخری نجات دہندہ اور عالمی قائد ہیں جو ساری دنیا کو ظلم و جور سے پر ہونے کے بعد عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

## امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ، نے اپنے والد کی شہادت کے بعد ۲۶۰ھ ق میں امامت کی ذمہ داری سنبھالی۔  
امام حسن عسکری کی بیماری کے زمانہ میں ان کے بیٹے کی تلاش کی کوشش کو جب معتمد نے بے نتیجہ پایا تو ان کی شہادت کے بعد اس نے "ابو عیسیٰ متوکل" کو معین کیا کہ وہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے جنازہ پر نماز پڑھائے اس نے بھی بنی ہاشم اور بقیہ حاضرین کو امام علیہ السلام کا چہرہ دکھایا تاکہ لوگوں کے سامنے ظاہر کر سکے کہ امام علیہ السلام اپنی طبعی موت سے دنیا سے رخصت ہوئے ہیں پھر اس نے آپ کے جنازہ پر نماز پڑھائی اور حکم دیا کہ جنازہ اٹھایا جائے۔<sup>(۱۴)</sup>

البتہ اس سے پہلے امام علیہ السلام کے گھر میں بغیر کسی ظاہری دکھاوے کے ایک اور نماز چند خاص افراد کی شرکت میں پڑھی جا چکی تھی اور اس کا واقعہ یہ ہے کہ جعفر ابن علی، جو اس زمانہ تک سیاست کے میدان میں ظاہر نہیں ہوئے تھے اور جنہوں نے اپنا حقیقی چہرہ ظاہر نہیں کیا تھا، صرف یہ دیکھ کر کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کا کوئی شرعی وارث اور جانشین نہیں ہے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے کو امام کی شہادت کے بعد وارث اور جانشین کے عنوان سے نمایاں کرنے کے لئے امام علیہ السلام کے سلسلہ میں لوگوں کی تعزیت اور اپنی امامت کی مبارک باد قبول کرنے کے لئے گھر کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا، نماز کے لئے جنازہ تیار ہوتے ہی جعفر آگے بڑھا تاکہ اپنے بھائی کے جنازہ پر نماز پڑھانے تاکہ وہ نبی حیثیت جو ظاہر کی تھی نماز پڑھانے سے اور مستحکم ہو جائے

(۱۵)

اتفاقاً ایک بچہ گندمی رنگ، بال پریشان، گشادہ دندان مبارک و الاظہر ہوا اور اس نے جعفر کی عبا کھینچی اور کہا: "بچا جان آپ پیچھے کھڑے ہوں میں اپنے باپ پر نماز پڑھانے کے لئے زیادہ حقدار ہوں۔"<sup>(۱۶)</sup> جعفر بلا چون و چرا پیچھے ہٹ گئے۔ ان کے چہرہ کا رنگ اڑا ہوا تھا امام علیہ السلام آگے کھڑے ہو گئے اور آپ نے اپنے اپنے والد ماجد کے جنازہ پر نماز پڑھائی<sup>(۱۷)</sup> اس طرح

آپ نے اپنے چچا کو رسوا کیا اور ان کے بنائے ہوئے نقشہ کو باطل کر دیا۔ آپ نے اپنے باپ کے مقام امامت اور جانشینی کے لئے اپنی وراثت اور لیاقت کو حاضرین کے سامنے ثابت کیا۔

امام علیہ السلام عصر اپنے والد کے جنازہ پر نماز پڑھانے اور اپنے حق کو واضح کرنے کے بعد لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے۔

### مسئلہ غیبت:

خلافت بنی عباس کی مشینری جب اس بات کی طرف متوجہ ہوئی کہ حکومت کی تمام کوشش اور پابندی کے باوجود وارث امام پیدا ہو گیا تو اس نے حضرت کو گرفتار کرنے کے لئے پورا زور لگایا۔ اس غرض سے حکومت کے مامور کردہ افراد امام حسن عسکری کے گھر پر حملہ آور ہوئے لیکن امام کو گرفتار کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے <sup>(۱۸)</sup>۔

یہ کوششیں بتا رہی ہیں کہ بارہویں امام کی جان کو جو خطرات لاحق تھے وہ واقعی تھے۔

کیونکہ ضروری تھا کہ زمین پر امامت اور حجت خدا کے باقی ماندہ سلسلہ کی نگرانی کے لئے کوئی واقعی اقدام کیا جائے۔

امام عصر کی غیبت کے مسئلہ اور اس کی وجوہات کے بارے میں بہت سی باتیں ہیں۔ ان میں سے جو مسلم ہیں وہ یہ ہیں کہ آپ کی غیبت حکمت اور مشیت الہی کی بنیاد پر ہے اور ہم ان حکمتوں کے تمام اسرار سے واقف نہیں ہیں۔

لیکن ممکن ہے کہ ظاہری اور محسوس وجوہات میں سے مندرجہ ذیل نکتہ ایک طرف بنی عباس کی حکومت کی مشینری کا امام مہدی علیہ السلام کی تلاش میں گھر پر حملہ اور چھان بین کرنا اور دوسری طرف امامت "عسکریین" علیہما السلام کے زمانہ میں لوگوں کی امامت سے روگردانی اور عدم حمایت نے غیبت کیلئے زمین ہموار کر دی تھی۔ اگر لوگ حکومت الہی کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہوتے اور

اپنے رہبروں اور اماموں کی حمایت کرتے تو کیا تعجب کہ امام علیہ السلام پر وہ غیبت میں نہ جاتے اور قانون الہی کو جاری کرنے میں مشغول ہو جاتے جیسا کہ غیبت کے زمانہ کے ختم ہو جانے کے بعد بہت سے لوگ اپنے کو تیار کر لیں گے تو پھر امام۔ ان کے سامنے ظاہر ہوں گے۔ <sup>(۱۹)</sup> "ان الله لا يغير ما بقوم: حتى يضيروا ما بانفسهم" <sup>(۲۰)</sup>

مرحوم خواجہ نصیر الدین طوسی اپنے رسالہ میں جو انہوں نے امامت کے بارے میں لکھا ہے تحریر فرماتے ہیں: غیبت حضرت مہدی علیہ السلام کے لئے تو یہ سزاوار ہے کہ وہ خداوند سبحانہ کی طرف سے ہو اور نہ ہی یہ سزاوار ہے کہ امام کی طرف سے ہو، بس اس بات میں غیبت منحصر ہے کہ مکلفین اور لوگوں کی طرف سے ہو۔ اور غیبت کا سبب خوف غالب اور عدم تمکین ہے۔ جب غیبت کا سبب زائل ہو جائے گا ظہور ہوگا۔ <sup>(۲۱)</sup>

### غیبت صغریٰ:

بارہویں امام کی غیبت کے دو مرحلے ہیں: ایک کم مدت کا مرحلہ (غیبت صغریٰ) اور دوسرا لمبی مدت کا مرحلہ (غیبت کبریٰ) غیبت صغریٰ زمانہ کے اعتبار سے بھی محدود تھی اور لوگوں سے رابطہ کے اعتبار بھی محدود زمانہ کے اعتبار سے ستر <sup>(۲۰)</sup> سال سے زیادہ یہ غیبت نہیں تھی۔ گیا رہویں امام علیہ السلام کی شہادت کے بعد ۲۶۰ھ ق سے ۳۲۹ھ ق کا زمانہ ہے۔ <sup>(۲۲)</sup>

غیبت صغریٰ کے زمانہ میں لوگوں سے امام علیہ السلام کا رابطہ بہت محدود تھا یہ رابطہ بالکل منقطع نہیں ہوا تھا کچھ لوگ تھے جن کا آپ سے رابطہ تھا۔ اور ان کو امام علیہ السلام کے "نواب خاص" کے نام سے جانا جاتا تھا۔ شیعوں میں سے ہر ایک ان "نواب" کے ذریعہ اپنے مسائل اور مشکلات امام علیہ السلام تک پہنچاتا تھا اور ان ہی کے ذریعہ اپنا جواب حاصل کر سکتا تھا اور کبھی کبھی ان کو امام علیہ السلام کی زیارت کا بھی شرف حاصل ہوتا۔

## غیبت کبریٰ:

غیبت صغریٰ کا زمانہ گزر جانے کے بعد غیبت کبریٰ کا آغاز ہوا جو ابھی تک جاری ہے یہ غیبت دنیا میں انسانوں کے امتحان کا ذریعہ اور ایمان و عمل کے لئے میزان قرار پائی۔ غیبت کے دونوں زمانوں کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ غیبت کبریٰ کا زمانہ اچانک اور ناگہانی آجاتا تو ممکن ہے کہ افکار کے انحراف کا سبب بن جاتا اور افہان اس کو قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوتے لیکن "نواب خاص" کے توسط سے شیعوں کا امام علیہ السلام سے رابطہ اور ان میں سے بعض کی "غیبت صغریٰ" کے زمانہ میں امام کی بارگاہ میں شرفیابی نے آپ کی ولادت اور حیات کے مسئلہ کو زیادہ مستحکم اور افکار کو غیبت کبریٰ کے قبول کرنے کیلئے آمادہ کر دیا (۲۳)

## غیبت صغریٰ میں امام کے معجزات:

غیبت صغریٰ کے زمانہ میں امام علیہ السلام کی طرف سے ان کے خاص نائبین کے ذریعہ بہت سے کرامات و معجزات ظاہر ہوئے جو آپ کے شیعوں اور پیروؤں کے ایمان کے استحکام کا سبب بنے یہ معجزات کثرت سے ہیں کہ شیخ طوسی کے بقول ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا (۲۴)

بطور نمونہ چند معجزات ملاحظہ ہوں

۱۔ "عیسیٰ ابن نصر" نقل کرتے ہیں کہ "علی ابن زیاد صمیری" نے امام علیہ السلام کے لئے خط لکھا اور آپ سے کفن کی درخواست کی، تو جواب آیا تم کو ۸۰ سال میں (۲۸۰ ہجری میں یا ۸۰ سال کی عمر میں) اس کی ضرورت پڑے گی۔ اور انہوں نے اسی سال انتقال فرمایا جس سال کا امام علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ ان کے انتقال سے پہلے امام علیہ السلام نے ان کے لئے کفن بھیجا (۲۵)۔ "محمد بن شاذان" نقل فرماتے ہیں کہ ۳۸۰ درہم مال امام علیہ السلام (خمیس) میرے پاس تھا۔ اس میں اپنے مال سے بیس درہم میں نے اور شامل کر دیئے اور محمد ابن جعفر ۲۶ کے ذریعے امام علیہ السلام کی

خدمت میں ارسال کر دیئے۔ لیکن بیس درہم کا اضافہ کرنے کے بارے میں، میں نے کچھ نہیں لکھا امام ؑ کے پاس سے پیسوں کی رسید میرے پاس پہنچی اس میں لکھا تھا۔ پانچ سو درہم جس میں ۲۰ درہم تمہارے مال سے تھے مجھ تک پہنچ گئے (۲۷)۔ "علی ابن محمد سمری" نقل فرماتے ہیں کہ امام کی طرف سے ایک فرمان پہنچا اس میں آپ نے شیعوں کو کربلا اور کاظمین میں ائمہ کی قبروں کی زیارت سے منع فرمایا تھا۔ ابھی کچھ دن نہیں گزرے تھے کہ خلیفہ کے وزیر نے "باقطانی" کو بلایا اس سے کہا کہ بنی فرات سے۔ جو وزیر کے وابستگان میں سے تھے سے کہے کہ اہل برس سے ملاقات کریں اور ان سے کہیں کہ وہ لوگ مقابر قریش کی زیارت نہ کریں اس لئے کہ خلیفہ نے حکم دیا ہے کہ مامور افراد ہوشیار رہیں اور جو بھی ائمہ ؑ کی زیارت کے لئے جائے اس کو گرفتار کر لیں (۲۸)

### امام عصر ؑ کے نائبین

غیبت صغریٰ یا کبریٰ کسی دور میں بھی امام ؑ کا لوگوں سے رابطہ بالکل ختم نہیں ہوا تھا بلکہ سفراء اور "نواب" کے ذریعہ شیعوں سے آپ کا رابطہ برقرار تھا اور ہے۔

جس طرح غیبت امام ؑ کے دو حصے ہیں اسی طرح آپ کی نیابت کی بھی دو صورتیں ہیں، غیبت صغریٰ میں نیابت خاصہ اور غیبت کبریٰ میں نیابت عامہ۔

نیابت خاصہ یہ ہے کہ امام ؑ خاص افراد کو اپنا نائب قرار دیتے ہیں اور ان کے نام و علامت کا تعارف کر دیتے ہیں۔ اور نیابت عامہ یہ ہے کہ امام ؑ ایک ایسا کلی ضابطہ ہمارے ہاتھوں میں دے دیتے ہیں کہ ہم ہر زمانہ میں ایک یا کئی افراد جن پر ہر جہت سے وہ ضابطہ صادق آتا ہے، نائب امام ؑ کی حیثیت سے پہنچانے جاتے ہیں۔

## الف۔ نائبین خاص

امام ؑ عصر کے خاص نائبین چار تھے<sup>(۲۹)</sup>

### ۱۔ عثمان ابن سعید

ابو عمرو، عثمان ابن سعید عمری، حضرت مہدی (عج) کے پہلے خاص نائب اور عسکرین علیہما السلام کے مورد وثوق اصحاب میں سے تھے اور ان دونوں کے وکیل بھی تھے۔ امام ہادی ؑ اور امام حسن عسکری ؑ دونوں ہی کی طرف سے ان کی توثیق و تمجید ہو چکی ہے۔

احمد ابن اسحاق قمی نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام ہادی ؑ سے عرض کیا کہ میں کبھی حاضر رہتا ہوں اور کبھی غائب، جب حاضر رہتا ہوں اس وقت بھی میں ہمیشہ آپ کی خدمت میں نہیں پہنچ سکتا تو ایسی صورت میں کس کی بات کو قبول کیا جائے اور کس کے حکم کی اطاعت کی جائے آپ نے فرمایا: "ابو عمرو" عثمان ابن سعید "ثقف اور امین ہیں یہ جو کچھ بیان فرمائیں گے میری طرف سے بیان فرمائیں گے اور جو کچھ تم تک پہنچائیں گے، میری طرف سے پہنچائیں گے۔"

احمد ابن اسحاق فرماتے ہیں: میں امام ہادی ؑ کی رحلت کے بعد امام حسن عسکری ؑ کے پاس گیا اور میں نے وہی بات کہی (جو اس سے پہلے عرض کر چکا ہوں) آپ نے پھر فرمایا: "ابو عمرو، میرے اور میرے والد کے لئے امین ہیں میری زندگی میں اور میرے مرنے کے بعد قابل اطمینان ہیں۔ یہ جو کہیں گے وہ میری طرف سے کہیں گے اور جو پہنچائیں وہ میری طرف سے پہنچائیں گے"<sup>(۳۰)</sup> گیارہویں امام ؑ کی رحلت کے بعد اور مسئلہ غیبت پیش آنے سے پہلے "عثمان ابن سعید" امام مہدی کے طرف سے نیابت کے عہدہ پر فائز ہوئے امام۔ اور شیعوں کے درمیان رابطہ بنے<sup>(۳۱)</sup>

## ۲۔ محمد ابن عثمان

۲۶۰ھ ق میں اپنے انتقال سے پہلے عثمان بن سعید نے اپنے بیٹے "محمد" کو امام ؑ زمانہ کے حکم سے اپنے جانشین اور نائب امام ؑ کی حیثیت سے پہنچنوا یا (۳۲)

ابو جعفر محمد ابن عثمان بھی اپنے والد کی طرح امام حسن عسکری اور امام مہدی علیہما السلام کے لئے مورد اطمینان تھے۔  
"عبدالہ ابن جعفر حمیری" نقل فرماتے ہیں کہ جب عثمان ابن سعید کا انتقال ہو گیا تو امام ؑ کا خط آیا جس میں ابو جعفر "محمد ابن عثمان" اپنے والد کی جگہ امام کے نائب مقرر کئے گئے تھے (۳۳)

محمد ابن عثمان نے اپنی وفات سے پہلے اپنی موت کی خبر دی ۳۳ اور بزرگان شیعہ کے ایک گروہ کی موجودگی میں انہوں نے حسین ابن روح نو بختی کو امام کے امور کے لئے اپنے جانشین کے عنوان سے تعارف کرایا اور کہا: "وہ میرے قائم مقام ہیں تم ان کی طرف رجوع کرو۔"

محمد ابن عثمان ۳۰۵ھ ق میں انتقال فرما گئے ۳۵ اور ان کی نیابت کی مدت ۲۵ سال رہی۔

## ۳۔ حسین ابن روح

امام کے تیسرے سفیر "ابو القاسم حسین ابن روح نو بختی" تھے جو کہ بزرگی اور مخصوص عظمت کے حامل تھے نیز عقل و بینش و تقویٰ و فضیلت میں مشہور تھے۔

یہ محمد ابن عثمان کے مورد اعتماد اور ان کی جانب سے کچھ امور کے ذمہ دار تھے (۳۴)  
"محمد ابن عثمان" کے لئے قابل اطمینان افراد میں سے ایک جعفر ابن احمد قمی "تھے جو دوسروں سے زیادہ محمد سے متعلق رہے۔  
اتنے قریب تھے کہ کچھ لوگوں نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ "محمد ابن عثمان" کے بعد انہیں کو نائب بنایا جائے گا (۳۷)  
جب "محمد ابن عثمان" کے انتقال کا وقت قریب پہنچا تو ان کے سرہانے "جعفر ابن احمد"

اور پاننتی "حسین ابن روح" بیٹھے ہوئے تھے محمد ابن عثمان نے جعفر ابن احمد کی طرف رخ کیا اور کہا کہ "مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ تمام امور کو ابو القاسم حسین ابن روح کے حوالہ کر دوں۔"

"جعفر ابن احمد" اپنی جگہ سے اٹھے انہوں نے حسین ابن روح کے ہاتھوں کو پکڑ کر محمد کے سرہانے بٹھایا اور خود پاننتی بیٹھ گئے (۳۸)

حسین ابن روح نے تقریباً ۲۱ سال نیابت کے منصب کی ذمہ داری نبھائی اور اپنی وفات سے پہلے انہوں نے امام علیہ السلام کے حکم سے نیابت کے امور کو "علی ابن محمد سمري" کے حوالہ کر دیا اور ۳۲۶ھ ق میں انتقال فرما گئے (۳۹)

### ۲۔ علی ابن محمد سمري

امام زمانہ کے چوتھے اور آخری سفیر ابو الحسن علی ابن محمد سمري بزرگ اور جلیل القدر تھے کہ صاحب "تنقیح المقال" کے قول کے مطابق محتاج توصیف نہیں۔ ۳۰

انہوں نے بزرگوں کی ایک جماعت سے فرمایا: "خدا تم کو علی ابن بابویہ قہی" کی مصیبت پر اجر عنایت فرمائے، ان کا انتقال ہو چکا ہے۔

ان لوگوں نے اس وقت دن اور مہینہ یاد رکھا اور ۱۷ یا ۱۸ روز بعد خبر پہنچی کہ اسی وقت علی ابن بابویہ "کا انتقال ہوا تھا" (۴۱)  
"علی ابن محمد" ۳۲۹ھ ق میں انتقال فرما گئے ان کی وفات سے پہلے شیعوں کا ایک گروہ ان کے پاس آیا اور ان کے جانشین کے بارے میں سوال کیا، آپ نے فرمایا: مجھے اس کے متعلق کوئی وصیت نہیں کی گئی ہے۔ ۳۲ اس کے بعد انہوں نے اس توفیق مبارک کے بارے میں بتایا جو امام علیہ السلام کی طرف سے صادر ہوئی تھی۔ اس کا مضمون کچھ اس طرح تھا۔  
"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اے علی ابن محمد سمري خدا تمہارے غم میں تمہارے بھائیوں کو جزائے

عظیم عطا کرے، تم چھ روز کے بعد مر جاؤ گے لہذا اپنے امور سے جلد فارغ ہونے کی کوشش کرو اور کسی کے ابارے میں وصیت نہ کرنا کہ تمہارے بعد وہ تمہارا جانشین ہو، اب غیبت کبریٰ کا زمانہ آگیا ہے اور اس وقت تک ظہور نہیں ہوگا جب تک خداوند متعال اجازت نہ دے..."

چھٹے دن جناب سمری اس دنیا سے رخصت ہو گئے (۴۳)

### ب۔ عام نائبین

امام علیہ السلام کے آخری سفیر "علی ابن محمد سمری" کے انتقال کے بعد غیبت کبریٰ کا زمانہ شروع ہوا ہر چند کہ امام مہدی (عج) کی طرف سے کوئی خاص نائب معین نہیں تھا۔ لیکن آپ کی اور بقیہ ائمہ کی طرف سے ضوابط اور معیار کا ایک سلسلہ موجود ہے تاکہ لوگ اس معیار سے آگاہی حاصل کر کے ہر زمانہ میں اس فرد سے رجوع کر کے اپنے مسائل کے جوابات معلوم کریں جس کے اندر شرطیں پائی جاتی ہوں اس لئے کہ ان کی نظر مہارت اور روایات کی بنا پر حجت ہے۔  
مرحوم شیخ طوسی و صدوق و طبری نے اسحاق ابن یعقوب سے نقل کیا ہے کہ حضرت مہدی نے (غیبت کے زمانہ میں شیعوں کے فرائض کے بارے میں) فرمایا:

"اما الحوادث الواقعة فارجعوا فیہا الی رواة حدیثنا فانہم حجتی علیکم و انا حجة اللہ علیہم" (۴۴)

آئیوالے حوادث و واقعات میں ہماری حدیثیں بیان کرنے والوں کی طرف رجوع کرو۔ اس لئے کہ وہ لوگ تمہارے اوپر ہماری حجت اور ہم ان کے اوپر خدا کی حجت ہیں۔

نیز امام حسن عسکری علیہ السلام، امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت کے ضمن میں بیان فرماتے ہیں:

"اما من کان من الفقہاء صائناً لنفسه حافظاً لدينه مخالفاً لہواہ مطیعاً لامر مولاه فللعوام ان یقلدوه..." (۴۵)

"فقہاء میں سے جو اپنے نفس کو بچائیوالا اپنے دین کا نگہبان اپنے ہوا و ہوس کا مخالف اپنے مولا (ائمہ) کے فرمان کا مطیع ہو تو لوگوں پر لازم ہے کہ اس کی تقلید کریں۔"

اس طرح اسلامی معاشرہ کی رہبری اور مسلمانوں کے امور کا حل اور ان کا فیصلہ "غیبت کبریٰ" کے زمانہ میں "ولی فقیہ" کے ہاتھوں میں آیا۔ ولی فقیہ امام زمانہ کی نیابت میں "ولایت شرعیہ" کا مالک ہے۔ اسلامی معاشرہ کی مشروعیت اور حکومت ذمے قانون کا لازم الاجراء ہونا اس کی تائید اور نفاذ سے متعلق ہے اس کے حکم کی مخالفت امام علیہ السلام کے حکم کو رد کرنا ہے اور امام کے حکم کو رد کرنا خدا اور حکم خدا کو رد کرنا ہے (۴۴)

### دیدار مہدی۔

غیبت صغریٰ کے زمانہ میں ان چار مخصوص نائبین کے علاوہ جو امام کی خدمت میں پہنچتے رہتے تھے کچھ دوسرے افراد بھی تھے جو ان چاروں کے توسط سے آپ کی خدمت میں زیارت کا شرف پاتے تھے۔

شیعہ بزرگ علماء نے اپنی کتابوں میں ان لوگوں میں سے بہت سے افراد کا نام بیان فرمایا ہے جنہوں نے غیبت صغریٰ کے زمانہ میں امام علیہ السلام کو دیکھا اور ان کے معجزات کو درک کیا ہے۔ علماء نے ان ملاقات کرنے والوں میں سے ہر ایک کے واقعہ اور قضیہ کو مختلف اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اسی طرح ان بزرگوں میں سے بعض افراد نے ان لوگوں کی داستان کو اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے جو "غیبت کبریٰ" کے زمانہ میں آپ کی خدمت میں پہنچے یا آپ کی کرامات و معجزات کو۔ بیداری یا خواب کے عالم میں۔ مشاہدہ کیا ہے لیکن چونکہ اس وقت اختصار مد نظر ہے اس لئے ان کے ذکر سے چشم پوشی کی جاتی ہے (۴۷)

### سوالات:

- ۱۔ بارہویں امام ؑ کس تاریخ کو اور کہاں پیدا ہوئے؟
- ۲۔ امام ؑ عصر کی ولادت کو کیوں چھپایا گیا؟
- ۳۔ خواص سے امام حسن عسکری ؑ کا اپنے بیٹے کی ولادت کو بتانے کا مقصد کیا تھا؟ ان میں سے ایک نمونہ بیان کیجئے۔
- ۳۔ غیبت صغریٰ و کبریٰ کی مدت، دونوں غیبتوں کے درمیان تفاوت اور رابطہ کو بیان فرمائیے
- ۵۔ غیبت صغریٰ کے زمانہ کا امام ؑ عصر کا ایک معجزہ بیان فرمائیے
- ۶۔ غیبت صغریٰ کے زمانہ کے امام ؑ کے نائبین کا نام اور ان کی مدت نیابت بیان فرمائیے
- ۷۔ غیبت کبریٰ کے زمانہ میں امام ؑ عصر کی نیابت کے مسئلہ کی نوعیت بتائیے ورتو توضیح دیجئے۔

## حوالہ جات

- ۱ کافی جلد ۱/۱۳۳۱ ارشاد مفید/۳۳۶ کمال الدین صدوق جلد ۲/۳۳۰ بحار جلد ۱ باب ۳ ص ۳۱ منتخب الاثر/۱۳۲۰ الفصول  
المہمۃ/۱۲۹۲ اعلام الوری/۱۲۹۳ غیبت شیخ/۱۲۵۸ اعیان الشیعہ جلد ۲/۳۳
- ۲ منتخب الاثر ۱۸۳-۱۸۲ کافی جلد ۱/۲۶۸
- ۳ آپ کا نام سوسن، صیقل اور ریحانہ بھی بتایا گیا ہے۔ بحار جلد ۵۱/۵-۱۵ کمال الدین ۳۲/۲
- ۴ "انت سیدتی و سیدۃ اہلی" بحار جلد ۵۱/۲ بل اخذک علی بصری" بحار جلد ۵۱/۱۲- منتخب الاثر/۳۲۵ کمال الدین صدوق  
۳۲۴/۳۲۴ اعیان الشیعہ جلد ۲/۳۶-
- ۵ بحار جلد ۵۱/۱۰- غیبت شیخ طوسی/۱۲۸-۱۲۳ کمال الدین صدوق جلد ۲/۲۲۳-۳۱۴ دلائل الامامہ طبری/۲۶۶۴-۲۶۲-
- ۶ "اللہم انجز لی وعدی و اتم لی امری و ثبت و طعتی و املا الارض بی عدلا و قسطاً" بحار جلد  
۵۱/۱۳-۱۲-۲۶-۲۵، کمال الدین صدوق جلد ۲/۲۳۴-۲۳۸-
- ۷ ان احادیث سے واقفیت کے لئے منتخب الاثر فصل دوم باب ۲۵-۳۳ ملاحظہ ہو۔
- ۸ امام حسن عسکری علیہ السلام نے ایک حدیث کے ضمن میں اہل بیت سے بنی امیہ و بنی عباس کی مخالفت کی ایک وجہ اس مسئلہ  
کو قرار دیا ہے۔
- ۹ "یا احمد ابن اسحاق لو لا کرامتک علی اللہ و علی حججہ ما عرضت علیک ابنی هذا انہ سمی رسول اللہ و  
کتیہ الذی یملا الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت ظلماً و جوراً" بحار جلد ۵۲/۲۳-۲۳ کمال الدین صدوق جلد  
۲/۳۸۳، کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ۲/۵۲۶-
- ۱۰ بحار جلد ۵۲/۲۶-۲۵ کمال الدین جلد ۲/۳۳۵، منتخب الاثر ۳۵۵، کشف الغمہ جلد ۳/۵۲۴
- ۱۱ منتخب الاثر/۳۳۳-۳۳۳، کمال الدین صدوق جلد ۲/۳۳۳-۳۳۳-
- ۱۲ خصوصیات حضرت مہدی کے بارے میں زیادہ معلومات کے لئے ملاحظہ ہو منتخب الاثر از باب چہارم تا باب ۲۵، اعیان  
الشیعہ جلد ۲/۳۳، غیبت نعمانی باب ۱۳/۳۱۲ کشف الغمہ جلد ۳/۳۶۳-۳۴۰-
- ۱۳ "یسئل شعرہ علی منکلیہ" اعیان الشیعہ جلد ۲/۳۳، منتخب الاثر/۱۸۵، کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ۲/۳۶۳-

۱۳ ارشاد مفید / ۳۳۰ کمال الدین صدوق جلد ۱ / ۳۳، بحار الانوار جلد ۵۰ / ۳۲۸۔

۱۵ یہ جعفر وہی ہیں جو بعد میں جعفر کذاب کے نام سے مشہور ہوئے۔

۱۶ "تاخر یا عم فانما بحق بالصلوة علی ابی"

۱۷ بحار جلد ۵۰ / ۳۲۲۔ ۳۳۳۔

۱۸ کمال الدین مرحوم صدوق جلد ۱ / ۳۳ مطبوعہ جامعہ مدرسین۔

۱۹ یہ یاد دلا دینا ضروری ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تمام لوگ اس گناہ میں آلودہ ہیں بلکہ اس سے مراد نصاب کی وہ حد ہے جو امام علیہ السلام کے ظہور کے لئے ضروری ہے۔ ورنہ بہت سے نیک افراد ہمیشہ ظہور کے لئے آمادہ رہے ہیں اور آج بھی آمادہ ہیں۔

۲۰ سورہ رعد / ۱۱۔

۲۱ "اما سبب غیبتہ فلا يجوز ان يكون من الله سبحانه و لا منه كما عرفت فيكون من المكلفين و هو الخوف الغالب الغالب و عدم التمكين و الظهور يجب عند زوال السبب" رسالہ امامت فصل سوم ص ۲۵ منقول از نوید امن و امان ۱۹۰ چونکہ غیبت ولی عصر کے اسرار و علل کی بحث عقیدہ کی بحث ہے اس لئے اس کے اسرار و علل کی تحقیق اس رسالہ کی ذمہ داری سے الگ ہے یہاں جس کی طرف اشارہ ہوا ہے، وہ اس عہد کے سیاسی اور تاریخی حالات تھے۔

۲۲ شیخ مفید اپنی کتاب ارشاد ص ۳۳۶ پر غیبت صغریٰ کے آغاز کو ولادت کے موقع سے شمار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "غیبت صغریٰ ولادت مہدی علیہ السلام کے زمانہ سے سفارت کے زمانہ کے اختتام اور آخری سفیر کی رحلت تک ہے اس حساب سے غیبت صغریٰ کا زمانہ ۷۵ سال ہوتا ہے۔

۲۳ بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ غیبت کبریٰ کیلئے لوگوں کو آمادہ کرنے کا کام امام ہادی علیہ السلام بلکہ امام جواد علیہ السلام کے زمانہ سے شروع ہو چکا تھا اور وہ لوگ زیادہ تر خط و کتابت کے ذریعہ شیعوں سے رابطہ رکھتے تھے اور ان کا ارتباط غیبت صغریٰ کے زمانہ کے ارتباط کے مشابہ تھا تا کہ لوگ غیبت کبریٰ کیلئے ضروری آمادگی پیدا کر لیں۔

۲۴ غیبت شیخ / ۱۷۰۔

۲۵ بحار جلد ۵۱ / ۳۱۲، ارشاد مفید / ۳۵۶، غیبت شیخ / ۱۷۲، منتخب الاثر / ۳۹۰ کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ۲ / ۳۵۶

۲۶ شیخ نے اپنی رجال میں ایک باب کے عنوان میں ان کا نام لیا ہے "رجال طوسی باب لم یرو عن الائمہ / ۳۹۶ / مجمع الرجال

جلد ۵ / ۱۷۷۔

۲۷. بحار جلد ۵۱/۳۲۵، ارشاد مفید/۳۵۶-۳۵۵ دلائل الائمہ طبری/۲۸۶، منتخب الاثر/۳۸۲- غیبت شیخ/۲۵۸، کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ۲/۳۵۶۔

۲۸. وزیر کا نام ابو الفتح فضل بن جعفر فرات تھا اور وہ بنی عباس کے وزراء میں سے تھا۔ "برس" حلہ اور کوفہ کے درمیان ایک قریہ ہے، مقابر قریش سے مراد "کاظمین" ہے بحار جلد ۵۱/۳۱۲ غیبت شیخ/۱۷۲، ارشاد مفید/۳۵۶، کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ۲/۳۵۶۔

۲۹. البتہ ان چار افراد کے علاوہ دوسرے وکلاء بھی مختلف شہروں میں تھے جو ان ہی چار افراد کے ذریعہ لوگوں کے مسائل کو امام کی خدمت میں پہنچاتے تھے اور مرحوم سید محسن امین کے اقوال کے مطابق ان چار افراد کی سفارت عام اور مطلق تھی لیکن دوسرے افراد بھی جیسے محمد ابن جعفر اسدی، احمد ابن اسحاق اشعری، ابراہیم ابن محمد ہمدانی، احمد ابن حمزہ بن الیسع کو خاص موارد میں نیابت حاصل تھی۔ اعیان الشیعہ جلد ۲/۳۸۔

۳۰. بحار جلد ۵۱/۳۲۳، غیبت شیخ/۲۱۵، اعیان الشیعہ ج ۲/۳۷، منتخب الاثر/۳۹۳، الکافی واللقاب جلد ۳/۲۶۶-۲۶۷، رسائل شیخ انصاری مطبوعہ جامعہ مدرسین/۱۳۹۔

۳۱. بحار جلد ۵۱/۳۳۶۔

۳۲. بحار جلد ۵۱/۳۳۹، غیبت شیخ/۲۲۰، ۲۱۸، اعیان الشیعہ جلد ۲/۳۷۔

۳۳. بحار جلد ۵۱/۳۳۹، غیبت شیخ/۲۲۰، ۲۱۸، اعیان الشیعہ جلد ۲/۳۷۔

۳۴. بحار جلد ۵۱/۳۵۲، الکافی واللقاب جلد ۳/۲۶۸، غیبت شیخ/۲۲۲، اعیان الشیعہ جلد ۲/۳۷۔

۳۵. بحار جلد ۵۱/۳۵۲، غیبت شیخ/۲۲۳، اعیان الشیعہ جلد ۲/۳۷، الکافی واللقاب جلد ۳/۲۶۸۔

۳۶. اعیان الشیعہ جلد ۲/۳۸، غیبت شیخ/۲۲۴۔

۳۷. بحار جلد ۵۱/۳۵۳-۳۵۴، غیبت شیخ/۲۲۶، اعیان الشیعہ ج ۲/۳۸-۳۷۔

۳۸. بحار جلد ۵۱/۳۵۳-۳۵۴، غیبت شیخ/۲۲۶، اعیان الشیعہ ج ۲/۳۸-۳۷، اس سلوک سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ معرفت، ایمان اور تسلیم و رضایں ایسے کامل تھے کہ ہمیشہ اور تمام امور میں اپنے امام کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے تھے۔

۳۹. بحار جلد ۵۱/۳۵۸، اعیان الشیعہ ج ۲ ص ۳۸۔

۴۰. تنقیح المقال جلد ۲/۳۰۵، "ثقتہ و جلالتہ اشہر من ان یذکر و اظہر من ان یحزر"۔

۴۱. بحار جلد ۵۱/۳۶۱، جلد ۵۲/۱۵۱، غیبت شیخ/۲۳۳، الکافی واللقاب جلد ۳/۲۶۶، اعیان الشیعہ جلد ۲/۳۸،

منتخب الاثر / ۳۹۹، تنقیح المقال جلد ۲ / ۳۰۵ -

۳۲ بحار جلد ۵۱ / ۳۶۰، منتخب الاثر / ۳۰۰ -

۳۳ اعیان الشیعة جلد ۲ / ۳۷، بحار جلد ۵۱ / ۳۶۱، کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ۲ / ۵۳۰، منتخب الاثر / ۹۹، تنقیح المقال جلد

۲ / ۳۰۵ -

۳۴ کمال الدین جلد ۲ / ۳۸۳، غیبت شیخ / ۱۷۷، احتجاج طبرسی جلد ۲ / ۳۷۰، مطبوعہ بیروت، وسائل الشیعة جلد ۱۸ / ۱۰۱، کتاب  
البيع للامام الخميني جلد ۲ / ۳۷۳، کشف الغمہ مطبوعہ تبریز جلد ۲ / ۵۳۱، بحار جلد ۵۳ / ۱۸۱، رسائل شیخ انصاری مطبوعہ جامعہ

مدرسین / ۱۳۹ -

۳۵ احتجاج طبرسی بیروت جلد ۲ / ۳۵۸، وسائل الشیعة جلد ۱۸ / ۱۹۵، سفینة البحار جلد ۲ / ۳۸۱، رسائل شیخ انصاری مطبوعہ جامعہ

مدرسین / ۱۳۱ -

۳۶ مقبولہ عمر ابن حنظلہ کے ذیل میں امام جعفر صادق - فرماتے ہیں کہ: "فاذا حکم بحکمنا فلم يقبل منه فانما استخف  
بحکم الله و علينا ردّ و الراد علينا الراد على الله و هو على حد الشرك بالله" وسائل جلد ۱۸ / ۹۹، کافی جلد ۱ / ۵۳، کتاب  
فضل العلم باب اختلاف الحديث حديث ۱۰، تہذیب جلد ۶ / ۲۱۸ و ۳۰۱، کتاب البيع للامام الخميني جلد ۲ / ۳۷۶، فروع کافی جلد  
۲ / ۳۲، حدیث ۵ باب کراهية "الارتفاع الى قضاة الجور"

۳۷ تفصیلی معلومات کے لئے ملاحظہ ہو، اعلام الوری / ۳۲۵، النجم الثاقب / ۲۱۱ - ۲۰۹، بحار جلد ۵۱ باب اول، جلد ۵۲، باب  
۱۸، ۱۹، ۲۳ و جلد ۵۳ / ۲۰۰ - ۳۳۵ - منتخب الاثر فصل چہارم باب اول و فصل پنجم باب دوم و کتاب تبصرة المولى فيمن راى القائم  
المهدى تالیف علامہ سید ہاشم بحرانی، کشف الغمہ جلد ۲ / ۵۳۳، دلائل الامامہ طبری / ۳۰۶ - ۲۹۵ -

سولہواں سبق:

مہدی ﷺ موعود کا عقیدہ - دوسرا حصہ:

Presented By: <https://jafrilibrary.com>

آخری زمانہ میں ایک مصلح الہی کا ظہور، پرانے زمانہ سے لوگوں کا بنیادی عقیدہ رہا ہے۔ نہ صرف شیعہ بلکہ اہل تسنن یہاں تک کہ دوسرے ادیان کے ماننے والے "جیسے یہود و نصاریٰ" زردشتی اور ہندو بھی ایک بڑے الہی مصلح کے ظہور کا اعتقاد رکھتے ہیں اور اس کے انتظار میں ہیں۔

وہ بشارتیں اور پیشین گوئیاں جو حضرت مہدی علیہ السلام اور ان کے ظہور کے بارے میں مقدس کتابوں اور اسلاف کے دوسرے آثار میں ہیں اسی طرح اسلامی ماخذ میں موجود ہیں اور وہ بہت زیادہ ہیں۔  
اس مقام پر ان بشارتوں میں سے ہم چند بشارتوں کا ذکر کر رہے ہیں۔

### الف۔ تمام ادیان کی نظریں

زردشتیوں کی کتابوں میں آخری زمانہ اور ظہور مہدی علیہ السلام موعود کے بارے میں بہت سی باتیں مذکور ہیں۔  
منجملہ ان کے کتاب "جاماسب" <sup>(۲)</sup> میں مرقوم ہے کہ زمین عرب اور خاندان ہاشم سے ایک شخص بڑے جسم اور بڑی پنڈلی والا نکلے گا وہ اپنے جد کے دین پر ہوگا، بہت زیادہ لشکر کے ساتھ وہ ایران کی طرف رخ کرے گا اور اس کو آباد کرے گا۔ اور زمین کو انصاف سے بھر دے گا اور اس کی عدالت کی بناء پر بھیڑیا، بھیڑ کے ساتھ پانی پیے گا" <sup>(۳)</sup>  
ہندوں نے بھی اپنی کتاب مقدس وید میں لکھا ہے کہ "دنیا کی خرابی کے بعد آخری زمانہ میں

ایک بادشاہ پیدا ہوگا جو خلائق کا پیشوا ہوگا۔ اس کا نام "منصور" ہوگا۔<sup>(۴)</sup> وہ ساری دنیا کو اپنے قبضہ میں کر کے اپنے دین پر لے آئے گا۔ اور مومن و کافر میں سے ہر ایک کو پہچانتا ہوگا، وہ جو کچھ خدا سے مانگے گا وہ اس کو ملے گا۔

"توریت"<sup>(۵)</sup> سفر پیدائش میں نسل اسماعیل سے پیدا ہونے والے بارہویں امام کے بارے میں گفتگو موجود ہے۔ "۔۔۔ اور خاص کر اسماعیل کے بارے میں، میں نے تیری دعا قبول کی اب اس کو برکت دیکر بار آور کرونگا اور اس کو بہت زیادہ کرونگا اور اسی سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور ایک عظیم امت اس سے پیدا کروں گا۔"<sup>(۶)</sup>

"داؤد" کی زبور میں بھی لکھا ہے کہ۔۔۔ اور صالحین کی خداتائید کرتا ہے۔۔۔ صالحین وارث زمین ہوں گے اور اس میں ابد تک سکونت اختیار کریں گے۔"<sup>(۷)</sup>

عیسائیوں کی کتاب مقدس میں موعود آخر الزمان کے بارے میں زیادہ واضح بشارتیں موجود ہیں۔ منجملہ ان کے۔۔۔ پھر تم انسان کے بیٹے کو دیکھو گے کہ جو عظیم قوت اور جلالت کے ساتھ بادلوں پر آ رہا ہوگا اس وقت فرشتے چاروں طرف سے زمین کی انتہا اور آسمان کے آخری سرے سے اپنے کو جمع کریں گے لیکن باپ (خدا) کے علاوہ اس دن کی کسی کو خبر نہیں ہے۔ نہ فرشتوں کو آسمان میں اور نہ بیٹے کو لہذا ہوشیار اور بیدار ہو کر دعا کرو اس لئے کہ تم کو نہیں معلوم کہ وقت کیسا آنے والا ہے۔۔۔ اور کس وقت گھر والا آئے گا۔"<sup>(۸)</sup>

## ب۔ اسلامی مآخذ و مصادر میں

مہدی ﷺ موعود کا عقیدہ اسلام کا ایک بنیادی اور اس کی حیات کا مسئلہ شمار کیا جاتا ہے۔ اسلامی مذاہب میں سے کسی خاص مذہب۔ حتیٰ کہ فقط شیعہ مذہب۔ میں ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کے تمام فرقوں نے مستند اور معتبر مدارک اور روایتوں سے اس کو نقل کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک دو روایت نہیں بلکہ بہت سے اقوال اور متواتر روایتیں موجود ہیں<sup>(۹)</sup>

استاد علی محمد علی دخیل نے اپنی کتاب میں اہل سنت کے بزرگ علماء کی ۲۰۶ کتابوں کا نام لکھا ہے جن میں سے ۳۰ افراد نے حضرت مہدی علیہ السلام کے بارے میں مستقل کتاب لکھی ہے اور ۳۲ افراد نے اپنی کتاب کی ایک فصل کو حضرت مہدی علیہ السلام کے بارے میں پائی جانے والی روایات اور ان کی شرح احوال کیلئے مخصوص کیا ہے اور بقیہ افراد نے مختلف مناسبت سے امام عصر (عج) سے مربوط احادیث کو نقل کیا ہے اور آپ کے خصائص کے بارے میں گفتگو کی ہے (۱۰)

شیعہ مذہب میں بھی پیغمبر اکرم اور ائمہ معصومین سے بہت سی حدیثیں مرقوم ہیں جن میں بارہا حضرت مہدی علیہ السلام ان کی غیبت، ظہور اور قیام سے متعلق گفتگو ہوئی ہے۔

شیعوں سے امام زمانہ علیہ السلام کے سلسلے میں جو روایتیں نقل ہوئی ہیں وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ مسائل اسلامی کے کم موضوعات اس پایہ کو پہنچیں گے اور شیعہ علماء میں سے بہت ہی کم لوگ ایسے ملیں گے جنہوں نے آپ کے بارے میں کتاب نہ لکھی ہو یا کوئی بات نہ کہی ہو۔

کتاب "امام مہدی علیہ السلام" کے مؤلف تحریر فرماتے ہیں: حضرت مہدی کے بارے میں جو روایتیں شیعہ اور سنی طریقوں سے پہنچی ہیں وہ چھ ہزار سے زیادہ ہیں (۱۱)

ان اخبار کی کثرت اور شہرت کی بنا پر آپ کی ولادت سے پہلے ہی کچھ لوگوں نے مہدویت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے یا ان کی طرف ایسے دعوے کی نسبت دی گئی ہے نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہو امام زمانہ علیہ السلام کی ولادت سے دو سو سال پہلے ۱۲ "کیسانہ فرقہ" محمد حنفیہ کو مہدی منتظر تصور کرتا تھا اور اس بات کا مقصد یہ تھا کہ وہ نظروں سے پنہان ہو گئے ہیں اور ایک دن ظہور کریں گے۔ وہ لوگ اپنے دعوے کی دلیل میں ان روایتوں سے تمسک کرتے تھے جو غیبت قائم کے بارے میں منقول ہیں (۱۲)

منصور، خلیفہ عباسی نے اپنے بیٹے کا نام "مہدی" رکھا تاکہ لوگوں کے انتظار سے فائدہ حاصل کرے (۱۴)

اسی شہرت کی بنا پر بہت سے شیعہ اور سنی علماء نے غیبت کے زمانہ سے پہلے حتیٰ کہ امام

عصر کی پیدائش سے پہلے ان بزرگوں کے بارے میں کتاب لکھی ہے علماء اہل سنت میں سے "عباد ابن یعقوب رواجنی" متوفی ۲۵۰ھ ق اور مؤلف کتاب "اخبار المہدی" کا نام لیا جاسکتا ہے (۱۵)

کتاب مسند احمد، مولف احمد ابن حنبل شیسائی، متوفی ۲۴۱ھ اور صحیح بخاری مؤلف محمد اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اہل سنت کی ان معتبر کتابوں میں سے ہیں جو امام ؑ زمانہ کی ولادت سے پہلے لکھی گئی ہیں اور ان لوگوں نے آپ سے متعلق احادیث کو نقل کیا ہے (۱۶)

کتاب "مشیحہ" تالیف "حسن ابن محبوب" بھی منجملہ مؤلفات شیعہ میں سے ہے جو امام زمانہ ؑ کی غیبت کبریٰ سے ایک صدی سے زیادہ پہلے لکھی گئی ہے۔ اس میں امام ؑ سے متعلق اخبار درج ہیں (۱۷)

اسی شہرت اور کثرت روایات کی بنا پر مسلمان صدر اسلام ہی سے قیام مہدی موعود (عج) سے آشنا تھے، خاص کر شیعہ اس حقیقت پر راسخ اعتقاد رکھتے تھے اور مناسب موقع پر اسکو مختلف انداز سے بیان کرتے تھے۔

"کیت" شیعہ اور انقلابی شاعر متوفی ۱۲۶ھ نے امام محمد باقر ؑ کی خدمت میں امام موعود (عج) کے بارے میں شعر پڑھا اور آپ کے قیام کے زمانہ کے بارے میں سوال کیا (۱۸)

"اسماعیل حمیری" اہل بیت ؑ کا چاہنے والا ایک شاعر متوفی ۱۴۳ھ ق نے امام جعفر صادق ؑ کے حضور میں ایک طولانی قصیدہ پڑھا اس کے بعض اشعار کا موضوع اس طرح ہے کہ "میں پروردگار کو گواہ قرار دیتا ہوں کہ آپ (امام جعفر صادق ؑ) کا قول مطیع اور گناہگار سب پر حجت ہے ولی امر اور قائم کہ میرا دل جس کا مشتاق ہے وہ یقیناً غائب ہوگا۔

درو و سلام ہو ایسے غائب پر یہ کچھ دنوں تک پردہ غیبت میں رہے گا پھر ظہور کرے گا اور دنیا کے مشرق و مغرب کو عدل و انصاف سے پر کر دے گا (۱۹)

ایک زبردست انقلابی شاعر دعبل خزاعی، متوفی ۲۳۶ھ ق نے ایک قصیدہ کے ضمن میں

جسے امام رضاء کی خدمت میں پڑھا تھا، کہا: اگر وہ چیز نہ ہوتی جس کے واقع ہونے کی امید آج یا کل ہے تو میرا دل ان پر (ائمہ پر) حسرت و اندوہ کی وجہ سے پارہ پارہ ہو جاتا (اور وہ امید) ایک امام علیہ السلام کے قیام کی ہے جو بلا تردید نام خدا اور برکات الہی کے ساتھ قیام کرے گا اور ہمارے درمیان حق و باطل کو جدا کر دے گا۔ اور اجر و سزا دے گا<sup>(۲۰)</sup>

### احادیث کے نمونے

امام علیہ السلام زمانہ کے بارے میں اہل سنت اور شیعوں کے طریق سے وارد ہونے والی روایات کے مضامین سے آشنا ہونے کے لئے نمونہ کے طور پر چند احادیث کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

۱۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دنیا کی عمر کا ایک ہی دن بچے گا تو بھی خدا ہم میں سے ایک شخص کو بھیجے گا جو دنیا کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی<sup>۲۱</sup>۔

۲۔ ام سلمہ نقل فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مہدی علیہ السلام کو یاد کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہاں وہ حق ہے وہ بنی فاطمہ علیہا السلام میں سے ہوگا<sup>(۲۲)</sup>

۳۔ امام رضا نے فرمایا: خلف صالح، فرزند حسن ابن علی، صاحب الزمان اور وہی مہدی موعود (عج) ہے<sup>(۲۳)</sup>

۳۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم خدا نے فرمایا: قائم (عج) میری اولاد میں سے ہیں ان کا نام میرا نام ہے ان کی کنیت میری کنیت ہے، ان کے شمائل میرے شمائل ہیں ان کی رفتار میری رفتار ہے وہ لوگوں کو میری شریعت اور دین پر قائم کریں گے اور کتاب خدا کی طرف دعوت دیں گے جس نے ان کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی جس نے ان کی مخالفت کی اس نے میری مخالفت کی اور جس نے ان کا انکار کیا اس نے میرا انکار کیا<sup>(۲۴)</sup>

۵۔ اصبح بن نباتہ فرماتے ہیں: میں امیر المؤمنین کی خدمت میں پہنچا، دیکھا کہ آپ فکر میں ڈوبے ہوئے ہیں اور زمین کو کھود رہے ہیں، میں نے عرض کیا کہ میں آپ کو متفکر دیکھ رہا ہوں کیا آپ کو زمین سے کوئی رغبت ہے؟ نہیں خدا کی قسم مجھ کو دنیا اور زمین سے کوئی رغبت نہیں ہے لیکن میں ایک مولود کے بارے میں سوچ رہا ہوں جو میری نسل سے ہے اور میرے فرزندوں میں سے گیارہواں فرزند ہوگا وہ مہدی علیہ السلام ہے وہی جو زمین کو عدل و داد سے پر کر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی اس کے لئے غیبت اور حیرت ہے ایک گروہ اس کے بارے میں گمراہ ہو جائے گا اور ایک گروہ ہدایت پائے گا (۲۵)

۶۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قائم کے لئے دو غیبتیں ہیں ایک کم مدت کی اور دوسری زیادہ مدت کی، غیبت اول میں خواص شیعہ کے علاوہ کوئی اور ان کی قیام گاہ کو نہیں جان سکے گا اور دوسری غیبت میں سوائے ان کے خاص دوستوں کے کوئی ان کی جگہ کی معلومات نہیں رکھتا ہوگا (۲۶)

### انتظار فرج

امید و انتظار اور اس کے مختلف آثار انسان کی فردی اور اجتماعی زندگی میں ناقابل انکار ہیں کوئی بھی انسان اپنی فطرت کے تقاضے کے مطابق امید اور انتظار سے خالی اور بے نیاز نہیں ہے اس لئے کہ انحراف سے دوری مشکلات کے مقابلہ میں مقاومت پیدا کرنے اور کمالی کی طرف بڑھنے کیلئے امید اور انتظار سے بہتر اور کوئی کار ساز وسیلہ نہیں ہے۔  
تمام آسمانی ادیان حتیٰ وہ مکاتب فکر جو دست بشر کے ساختہ اور پرداختہ ہیں وہ بھی اس بات کی ضرورت پر اتفاق نظر رکھتے ہیں ہرچند کہ انتظار کی مدت، کیفیت اور اس کے مورد میں باہم اختلاف نظر رکھتے ہیں۔  
تمام ادیان و مکاتب اسلام میں خصوصاً مکتب تشیع میں مسئلہ انتظار اور امید کو خاص اہمیت دی

گئی ہے۔ اور اس کی خاص کیفیت کی عکاسی کی گئی ہے جو انتظار اور ظہور حضرت مہدیؑ کے موضوع میں درخشاں ہیں (۲۷)۔  
انتظار فرج مہدیؑ اور حق کی باطل پر آخری کامیابی کی فکر تاریخ میں ستمگروں اور ظالموں کے مقابل شیعوں کی مقاومت کا راز  
اور ان کے رشد کا فلسفہ رہا ہے۔ امام موسیٰ کاظمؑ ایک روایت میں علی ابن یقین سے فرماتے ہیں: دو صدیوں سے شیعہ امید و  
آرزو کے سایہ میں رشد اور پرورش پا رہے ہیں (۲۸)۔

اس لفظ پر توجہ دینے سے پتہ چلتا ہے کہ "مسئلہ انتظار فرج" اسلام میں امام زمانہ کے نظروں سے غائب ہونے کے بعد شروع نہیں  
ہوا بلکہ اس کا سلسلہ صدر اسلام اور بنی کریم کے زمانہ تک پہنچتا ہے وہ روایات جو پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ معصومین سے ظہور  
قائم اور فضیلت انتظار فرج کے بارے میں ہم تک پہنچی ہیں وہ بہت ہیں ان میں سے چند نمونے بیان کئے جا چکے اور اب چند  
دوسرے نمونے خاص کر "انتظار فرج" کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ امیر المؤمنین نے پیغمبر اکرمؐ سے نقل فرمایا ہے: انتظار فرج (مہدی) تمام عبادتوں سے افضل ہے (۲۹)۔  
۲۔ امیر المؤمنین نے فرمایا: تم منتظر فرج رہو اور رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا بیشک خدا کے نزدیک محبوب ترین عمل، انتظار فرج  
ہے (۳۰)۔

۳۔ امام زین العابدینؑ نے فرمایا: امام زمانہؑ کا انتظار بزرگ ترین کشتی ہے (۳۱)۔  
۳۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: ہمارے قائم کے چاہنے والے خوش نصیب ہیں جو ان کی غیبت کے زمانہ میں ان کے ظہور  
کے لئے چشم براہ ہیں اور جب وہ ظاہر ہو جائیں گے تو ان کا حکم مانیں گے وہ لوگ خدا کے اولیاء ہیں اور کسی قسم کا خوف و  
ہراس ان کو نہیں ہے (۳۲)۔

انتظار فرج قائم آل محمدؐ نے ان کے پیروں کو اس قدر جستجو و کوشش میں ڈالا کہ اکثر ایسا بھی ہوا کہ ائمہ اطہار سے ان کے  
شیعہ پوچھ لیا کرتے تھے کہ کیا قائم آل محمدؐ اور مہدی منتظر آپ

ہی ہیں؟ اور وہ حضرت بھی حالات کی مناسبت سے امام قائم کا تعارف کراتے تھے (۳۳)

### وقت ظہور

امام زمانہ کے چوتھے نائب کی وفات کے بعد غیبت کبریٰ کا زمانہ شروع ہوا اور اب تک غیبت کبریٰ کا دور چل رہا ہے۔ آپ کا ظہور اور قیام اس دور کے اختتام کے بعد خدا کے حکم سے ہوگا۔ ان روایتوں کی بنیاد پر جو ائمہ معصومین سے وارد ہوئی ہیں حضرت کے ظہور کا وقت صرف خدا کو معلوم ہے اور جو کوئی بھی اس سلسلہ میں وقت معین کرے وہ جھوٹا ہے۔

فضیل نے امام باقر علیہ السلام سے پوچھا: کیا اس امر کے لئے وقت نہیں معین کیا جاسکتا؟ آپ نے فرمایا: "کذب الوقاتون" وقت معین کرنے والے جھوٹے ہیں (۳۴)

اسحاق ابن یعقوب نے محمد ابن عثمان عمری کے ذریعہ ایک خط امام عصر کو بھیجا اور ان سے چند سوالات دریافت کئے۔ امام علیہ السلام نے اس سوال کے جواب میں جو ظہور سے متعلق پوچھا گیا تھا، فرمایا: ظہور فرج خداوند عالم کے حکم سے وابستہ ہے اور وقت معین کرنے والے جھوٹے ہیں (۳۵)

محمد ابن مسلم نقل کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق نے مجھ کو بتایا: جس نے تمہارے سامنے وقت ظہور کو معین کیا اس کو جھٹلانے میں دریغ نہ کرنا۔ اس لئے کہ ہم ظہور کے لئے وقت معین نہیں کرتے (۳۶)

ان روایات کے مجموعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ظہور کے وقت کا تعین اسرار الہی میں سے ہے ائمہ علیہم السلام میں سے بھی کسی نے وقت ظہور معین نہیں کیا ہے۔ لیکن علامتیں بیان فرمائی ہیں۔ ان علامتوں کا واقع ہونا ظہور کی خوشخبری دیتا ہے۔

## ظہور سے پہلے کے حالات

جو روایات ظہور سے پہلے کے حالات اور علامتوں کے بارے میں نقل ہوئی ہیں انکی تعداد بہت زیادہ ہے پھر ان روایتوں کو نقل کرنا اور انکی تحقیق کرنا بھی آسان نہیں ہے۔ اس لئے یہاں چند حالات کے ذکر پر اکتفا کی جاتی ہے۔

### ۱۔ ساری دنیا میں ظلم، گناہ اور بے دینی کا پھیل جانا:

بہت سی روایتیں یہ بتاتی ہیں کہ آپ کا قیام اس وقت ہوگا جب ظلم و جور دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہوگا۔ بعض روایتوں میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ حضرت قائم عج کے ظہور سے پہلے حتیٰ کہ اسلامی معاشرہ میں بھی فسق و فجور، مختلف قسم کے گناہ اور برائیاں۔ جیسے منشیات کی خرید و فروخت، شراب خوری، سود خوری، زنا، بدعت، بے جبابی، بے عفتی، مکمل طور پر رائج ہو جائے گی<sup>(۳۷)</sup> ہم متمدن دنیا میں مذکورہ برائیوں کے اوج کو دیکھ رہے ہیں۔

اسلامی انقلاب کے عظیم رہبر حضرت امام خمینی کی رہبری میں ملت ایران کا اسلامی انقلاب انشاء اللہ امام عصر کے عالمی انقلاب کا مقدمہ ہوگا۔ درحقیقت یہ انقلاب انھیں مظالم کے خلاف تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ بہت سی برائیوں اور خرابیوں کی جڑ اسلامی ملک ایران میں قطع ہو گئی۔ اور اس بات کی امید ہے کہ ایک دن ساری زمین عدل و انصاف سے پر ہو جائے گی۔

### ۲۔ خروج سفیانی

سفیانی۔ جو روایتوں کی بنیاد پر اموی اور عقبہ ابن ابی سفیان کی نسل سے ہوگا۔ اس کا نام "عثمان ابن عنبہ" ہے وہ خاندان رسالت اور شیعوں سے خاصی دشمنی رکھتا ہے۔ وہ سرخ چہرہ ٹیڑھی آنکھوں والا چہرہ پر چچک کے داغ، کربہ المنظر، ظالم و خیانت کار ہے۔ ۳۸ شام میں قیام

کرے گا اور بڑی تیزی سے پانچ شہروں پر قبضہ کرے گا۔ ۳۹ اور ایک بڑے لشکر کے ساتھ کوفہ کی سمت بڑھے گا۔ عراق کے شہروں خصوصاً نجف اور کوفہ میں بڑے جرائم کا مرتکب ہوگا اور مدینہ کی طرف لشکر روانہ کرے گا۔ اس کے سپاہی مدینہ میں قتل و غارت گری مچائیں گے۔ وہاں سے مکہ کی طرف جائیں گے لیکن مدینہ اور مکہ کے درمیان بیابان میں خدا کے حکم سے زمین میں دھنس جائیں گے۔

خود سفیانی بھی۔ امام علیہ السلام کے مکہ سے مدینہ کی طرف اور مدینہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہونے کے بعد۔ عراق سے دمشق کی طرف فرار کرے گا اور امام علیہ السلام ایک لشکر اس کے تعاقب میں روانہ فرمائیں گے۔ انجام کار سفیانی بیت المقدس میں امام۔ کے سپاہیوں کے ہاتھوں ہلاک ہوگا (۴۰)

### ۳۔ سید حسنی کا خروج

سید حسنی۔ موجودہ روایات کی بنا پر بزرگان شیعہ میں سے ہیں۔ ایران میں دیلم و قزوین ۳۱ کے علاقہ میں قیام کریں گے اور لوگوں کو اسلام اور ائمہ (علیہم السلام) کی روش کی طرف بلائیں گے۔ بہت سے لوگ ان کے ساتھ ہوں گے اور بہت بڑے علاقہ کو۔ اپنی جگہ سے کوفہ تک۔ ظلم و جور سے پاک کر دیں گے اور کوفہ میں خبر ہو جائے گی کہ امام قائم علیہ السلام نے ظہور کیا ہے اور اپنے اصحاب کے ساتھ کوفہ کی طرف آرہے ہیں۔ وہ سید حسنی کے استقبال کے لئے جائیں گے۔ بجران چالیس ہزار آدمیوں کے جو امام کی دعوت کو قبول نہیں کریں گے۔ اور امام تین دن تک موعظہ کرتے رہیں گے اور ان لوگوں کے اس موعظہ کو قبول نہ کرنے کے بعد ان کے قتل کا حکم صادر فرمائیں گے۔ پھر سید حسنی اپنے پیروؤں کے ساتھ امام کی بیعت کریں گے (۴۲)

### ۳۔ ندائے آسمانی

ظہور کی علامتوں میں سے ایک ندائے آسمانی ہے جو حضرت علی علیہ السلام اور ان کے شیعوں کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے آئے گی (۴۳)

مذکورہ علامتوں کے علاوہ دوسری علامتیں بھی ذکر ہوئی ہیں جن میں سے کچھ ظہور سے پہلے اور کچھ ظہور کے ساتھ ظاہر ہوں گی۔

### ظہور کے بعد کی حالت

ان تمام روایتوں کے مجموعہ سے جو ظہور حضرت مہدی علیہ السلام کے بعد کے واقعات کے بارے میں ہم تک پہنچی ہیں یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام عصر (عج) اذن پروردگار کے بعد کعبہ میں رکن و مقام کے مابین ظاہر ہوں گے اس حالت میں کہ پرچم، شمشیر، عمامہ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرہن آپ کے ساتھ ہوگا۔

حق کا منادی آپ کے ظہور کی بشارت کو ساری دنیا کے لوگوں کے کانوں تک پہنچائیں گے اور اسم و علامت کے ساتھ امام کا تعارف کرانے گا اور لوگوں سے کہے گا کہ ان کی بیعت کرو۔

امام علیہ السلام کے خاص چاہنے والے جن کی تعداد ۳۱۳ ہے آسمانی آواز پر لیک کہکھ دعوت کے بعد فوراً مکہ میں آپ کی بیعت کریں گے (۴۴)

اس کے بعد امام علیہ السلام اپنی عمومی دعوت کو شروع کریں گے اور فرشتوں کے ذریعہ آپ کی مدد کی جائے گی محروم اور ستم رسیدہ افراد ہر طرف سے جمع ہو کر امام کی بیعت کریں گے۔ ان کے مددگار جنگجو، فداکار، دن کے شیر اور رات کے راہب ہوں گے ان کے دل لوہے کے ٹکڑے کی طرح مضبوط ہوں گے اور ان میں سے ہر آدمی چالیس آدمیوں کی طاقت رکھتا ہوگا وہ لوگ امام علیہ السلام کی اطاعت کرنے میں انتھک کوشش کرنے والے ہوں گے اور جدھر جائیں گے، کامیاب ہوں گے۔

امام علیہ السلام کچھ دنوں تک مکہ میں رہیں گے پھر مدینہ کی طرف روانہ ہوں گے اور مدینہ میں جنگ کے بعد اپنے سپاہیوں کے ساتھ کوفہ آئیں گے اور اس کو اپنی حکومت کا مرکز قرار دیں گے۔

امام عصر (عج) اس کی مشیت سے تھوڑے دنوں میں عالم کے مشرق و مغرب کو فتح کر لیں گے

اسلام کو پوری دنیا میں پھیلانے کے اور دین خدا کی تجدید کریں گے۔ اسلام کے پیکر کو بدعتوں سے الگ کریں گے اور کتابوں خدا و سنت پیغمبر ﷺ کے مطابق حکومت کریں گے۔ امیر المؤمنین کی طرح ان کی غذا سادہ اور ان کا لباس کھردرا ہوگا (۴۵)

حضرت عیسیٰ مسیح آسمان سے تشریف لائیں گے اور نماز میں آپ کی اقتدا کریں گے (۴۶)

حضرت مہدی کی حکومت میں زمین کے خزانے اور اس کی برکتیں آشکارہ ہو جائیں گی۔ ثروت و نعمت اتنی بڑھ جائے گی کہ فقر ختم ہو جائے گا زکوٰۃ و صدقہ دینے کے لئے کوئی فقیر نہیں ملے گا۔ عدل اور امن و امان ہر جگہ کو گھیر لے گا۔ اس طرح کہ اگر کوئی بوڑھی عورت اپنے سر پر سونے اور جواہرات کا طشت رکھ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہی ہوگی تو کوئی آدمی اس کے لئے رکاوٹ نہیں بنے گا۔ امام کے ساتھ تمام ستم رسیدہ افراد کی ویرانیاں آباد ہو جائیں گی۔ آپ کے اصحاب کی آنکھوں اور انکے کانوں کو خداوند کریم اتنی طاقت عطا کرے گا کہ وہ لوگ آپ کی باتیں سنیں گے اور آپ کو دیکھیں گے جبکہ آپ اپنی جگہ پر ہوں گے۔

امام مہدی ﷺ کی حکومت میں خداوند عالم اپنا دست لطف و مرحمت اپنے بندوں کے سر پر رکھے گا اور ان کی عقل کو استحکام اور ان کے افکار کو ترقی عطا کرے گا۔

اس زمانہ میں ہر شخص اور ہر چیز اپنے مطلوبہ کمال اور زیبائی تک اور انسانیت کی تمام تمنائیں اور آرزوئیں خدا کے ولی اعظم و صی خاتم الانبیاء کی حکومت کے زیر سایہ پوری ہوں گی اور خدا نے جو یہ وعدہ فرمایا ہے کہ "و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلہم ائمة و نجعلہم الوارثین" (۳۷) ہم وعدہ کرتے ہیں کہ مستضعفین پر ہم احسان کریں گے اور ان کو زمین کا وارث بنائیں گے۔ پورا ہوگا (۴۸)

ظہور حضرت مہدی۔ اور حکومت موعود (عج) میں دنیا اور انسان کا کیا حال ہوگا یہ اس کا مختصر بیان تھا۔

### سوالات:

- ۱۔ امام زمانہ علیہ السلام کے بارے میں تورات کی پیشن گوئیوں اور بشارتوں میں سے ایک کا ذکر فرمائیے
- ۲۔ کیا اسلامی مصادر میں امام عصر علیہ السلام کی ولادت سے پہلے آپ علیہ السلام سے متعلق روایات کسی مدون کتاب میں مذکور ہوئی تھیں اگر جواب مثبت ہو تو کتاب اور مؤلف کا نام لکھیے۔
- ۳۔ انتظار فرج کا مسئلہ اور اس بات میں وارد روایتیں کب بیان ہوئیں؟ اس سلسلہ کی دو روایتوں کا ذکر فرمائیے
- ۴۔ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور کب ہوگا؟ ائمہ کا اس سلسلہ میں کیا نظریہ ہے؟
- ۵۔ امام عصر کے ظہور سے پہلے کے واقعات میں سے دو واقعات کا ذکر کیجئے۔
- ۶۔ وہ روایتیں جو ہم تک پہنچی ہیں۔ ان کے پیش نظر حکومت حضرت مہدی (عج) کا جائزہ لیجئے۔

## حوالہ جات

۱. اس بات کی وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ اس درس میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں وہ مختلف نکتہ نظر اور پہلوؤں سے قابل بحث ہیں لیکن یہاں جو ہمارا نظریہ ہے۔ وہ ان مسائل کے تاریخی پہلوؤں سے بحث ہے دوسرے گوشوں سے اپنے مقامات پر بحث ہوگی۔

۲. زرتشت کے شاگرد اور داماد "جاماسب" سے منسوب "دائرة المعارف فارسی و بشارت عہدین" حاشیہ / ۲۳۳۔

۳. بشارت عہدین / ۲۵۸، ادیان و مہدویت / ۱۶۔

۳. "نجم الثاقب" ص ۳۷ شمارہ ۱۳۵ میں ذخیرہ اور تذکرہ سے منقول ہے کہ امام عصر (عج) کے ناموں میں سے ایک نام "منصور" ہے کتاب "وید" براہمہ میں جو ان کے عقیدہ کے مطابق آسمانی کتاب ہے آیا ہے اور امام محمد باقر علیہ السلام سے آیت "من قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیتہ سلطاناً" کی تفسیر میں ہے کہ اس سے مراد امام حسین ہیں جو مظلوم قتل کئے گئے اور آیہ "فلا یسرف فی القتل انہ کان منصوراً" سورہ اسراء / ۳۲ کے ذیل میں فرمایا کہ خدا نے مہدی کا نام منصور رکھا ہے اس طرح جس طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد، صلی اللہ علیہ وسلم اور محمود صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور جس طرح حضرت عیسیٰ کا لقب مسیح ہے۔ "مدارک بالما اور بحار الانوار جلد ۳۰ / ۳۱ / ۵۱۔

۵. بشارت عہدین / ۲۳۵، ادیان و مہدویت / ۱۶۔

۶. کتاب مقدس سفر پیدائشے باب ۱۷ ص ۲۱ بند ۲۰۔ ۲۱۔

۷. کتاب مقدس ص ۵۵۷۔ ۸۵۶ کتاب مزامیر خرمور ۳۷۔ بند ۱۷ و ۲۹۔ قرآن زبور میں صالحین کے غلبہ کے ذکر سے متعلق بیان کرتا ہے: ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ﴾ سورہ انبیاء / ۱۰۳ "زبور میں ذکر "تورات کے بعد ہم نے لکھا ہے کہ ہمارے صالح بندے زمین کے وارث ہوں گے۔

۸. کتاب مقدس انجیل مرقس باب ۱۳ بند ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷،

نہیں ہے۔

۹. علماء اہل سنت میں سے جن لوگوں نے حضرت مہدی کے بارے میں احادیث نبوی کے متواتر ہونے کی تشریح کی ہے ان میں حافظ ابو عبد اللہ گنجی شافعی کتاب "الیان" میں ابن حجر عسقلانی نے "فتح الباری" میں، قاضی محمد شوکانی نے "التوضیح فی تواتر ماجاء فی المنتظر و الدجال و المسيح" میں شیخ عبدالحق نے لمحات میں شبلیخانی نے نور الابصار" میں ابو الفرمان صبان نے "اسعاف الراغبین" میں تشریح کی ہے۔ ملاحظہ ہو منتخب الاثر / ۵-۳ حاشیہ حدیث متواتر اصطلاح میں اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس میں متعدد راوی ہوں اس طرح کہ ان کو فی حد نفسہ اور نہ قرآن کے ضمیمہ کے ساتھ کذب سے مستہم کیا جاسکتا ہو اس طرح حدیث متواتر کو حدیث قطعی اور حدیث ثابت کہا جاسکتا ہے۔

۱۰. امام المہدی علیہ السلام مصنف علی محمد خلیل / ۳۱۸-۲۹۸ مطبوعہ نجف۔

۱۱. پیشوائے دوازدهم مطبوعہ مؤسسہ در راہ حق / ۴۱ منقول از کتاب امام مہدی (عج) / ۶۶۔ صرف کتاب منتخب الاثر میں ۱۵۷ معتبر کتابوں سے امام زمانہ علیہ السلام کے بارے میں تقریباً ۶۲۰۷ احادیث کی طرف اشارہ ہوا ہے۔

۱۲. کیسانیہ شیعہ فرقہ میں سے ہے یہ لوگ مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی، جن کو یہ لوگ کیسان کہتے تھے، کے دوستوں میں شمار کئے جاتے ہیں کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کے غلاموں میں سے ایک غلام کا نام کیسان تھا اور مختار نے اپنی باتیں ان سے سیکھی تھیں۔ الملل والنحل شہرستانی جلد ۱ مطبوعہ بیروت / ۱۳۷ الفرق بین الفرق مطبوعہ بیروت / ۳۹-۳۸ تالیف عبدالقادر بغدادی، مذاہب الاسلامین ج ۲ / ۷۲، ۷۱ مصنف ڈاکٹر عبدالرحمان بروی۔

۱۳. اعلام الوری مطبوعہ بیروت ۱۳۹۹ ص ۳۱۶، اعیان الشیعہ جلد ۲ / ۵۷۔

۱۴. الحیاء السیاسیہ لامام الرضا مصنف استاد جعفر مرتضیٰ / ۶۹ و ۸۲-۸۳۔ مؤلف محترم یہ نکتہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے مہدویت کا دعویٰ کیا ان میں سے ایک "محمد ابن عبد اللہ" علوی بھی تھا۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے علاوہ لوگوں نے ان کی امامت قبول کر لی تھی۔ منصور نے لوگوں کے افکار کو اپنی جانب متوجہ کرنے کے لئے اپنے بیٹے کو مہدی کا لقب دیا اور مجمع میں کہا کہ جو محمد ابن عبد اللہ علوی دعویٰ کرتا ہے وہ جھوٹ ہے اور مہدی موعود میرا بیٹا ہے۔

۱۵. فہرست شیخ طوسی / ۱۷۶۔

۱۶. مسند احمد حنبلی جلد ۱ / ۸۳، ۷۹۹، ۳۴۸ و جلد ۲ / ۳۱۱ و جلد ۳ / ۵۲، ۳۷، ۲۷، ۲۱ و جلد ۵ / ۷۔ صحیح بخاری جلد ۳

کتاب بدء الخلق باب منزل عیسیٰ ابن مریم / ۸۷۔

۱۷. اعلام الوری ص ۳۱۶، اثبات الهداة ج ۴/ ۵۳، اعیان الشیعہ ج ۲/ ۵۸۔

۱۸. الغدير جلد ۲/ ۲۰۳ - ۲۰۲۔

۱۹. اشهد ربّي ان قولك حجة --- على الخلق طراً من مطيع و مذنّب:

بانّ وليّ الامر و القائم الذی --- تطّلع نفسی نحو بتطرّب:

له غيبة لا بدّ من ان يضييها --- فصلی عليه الله من متغيب:

فيمكث حيناً ثمّ يظهر حينه --- فيملا عدلاً كلّ شرق و مغرب:

ارشاد مفید / ۲۸۳ / اعلام الوری / ۲۸۰ / الغدير جلد ۲/ ۲۳۷ کمال الدین جلد ۱/ ۳۵ مطبوعہ جامعہ مدرسین یہ یاد دلانا ضروری ہے

کہ سید حمیری امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پہنچنے سے پہلے اس بات کے معتقد تھے کہ موعود محمد ابن حنیفہ ہیں۔ کمال الدین

جلد ۱/ ۳۲، ارشاد مفید / ۲۸۳ - ۲۹۳

۲۰. فلو لا الذی ارجوه فی الیوم اوغد: تقطع نفسی اثرهم حسرات:

خروج امام: لا محالة خارج يقوم على اسم الله بالبركات

يميز فينا كل حق: و باطل: و يجزى على النعماء و النقمات

الغدير جلد ۲/ ۳۶۰ الفصول المهمة / ۲۳۹ - کمال الدین جلد ۲ باب ۳۵ جلد ۶/ ۳۷۲

۲۱. "لو لم يبق من الدنيا الا يومٌ لبعث الله عزوجل رجلاً منا يملأها عدلاً كما ملئت جوراً" مسند احمد ابن حنبل جلد

۱/ ۹۹، سنن ابی داؤد جلد ۳/ ۱۰۷ - کتاب المہدی علیہ السلام حدیث ۲۲، ۸۳ تھوڑے اختلاف کے ساتھ۔

۲۲. سعید بن المسیب يقول سمعت امّ سلمة تقول سمعت النبي صلى الله عليه وآله وسلم يذكر المهدي فقال نعم هو

حق و هو من بنی فاطمة - مستدرک حاکم جلد ۳/ ۵۵۷ کتاب الفتن و الملاحم، عقد الدرر / ۲۲ و فراند السمطين ج ۲/ ۳۲۶ حاشیہ۔

۲۳. الخلف صلح من ولد ابی محمد الحسن بن علی و هو صاحب الزمان و هو المہدی علیہ السلام - منتخب الاثر فصل دوم باب ۲۰ / ۲۲۹

ج ۶ منقول ازینایع المودة / ۳۹۱، غایة المراد كشف الغم ج ۳/ ۲۶۵۔

۲۴. "القائم من ولدی اسمه اسمی کنیتہ کنیتی و شمائلہ شمائلی و سنتہ سنتی یقیم الناس علی ملتی و شریعتی و

یدعوهم الی کتاب ربی من اطاعه فقد اطاعنی و من عصاه فقد

عصانی و من انکره فی غیبتہ فقد انکرني... "منتخب الاثر / ۱۸۳ بہ نقل از کمال الدین صدوق، اعیان الشیعه ج ۲ / ۵۳ وہ جلدی چاپ بیروت۔

۲۵. عن الاصبع بن نباته قال اتيت اميرالمومنين عليه السلام فوجدته متفكراً ينكت في الارض فقلت يا اميرالمؤمنين مالي اراك متفكراً تنكت في الارض ارغبة منك فيها؟ فقال لا والله ما رغبت فيها و لا في الدنيا يوماً قطّ و لكني فكرت في مولود يكون من ظهري، الحادى عشر من ولدى ، هو المهديّ الذي يملا الارض عدلا و قسطا كما ملئت جوراً و ظلماً ، تكون له غيبه و حيرة يضل فيها اقوامٌ و يهتدى فيها آخرون" کافی ج ۱ کتاب الحج باب الغیبه، ح ۴ ص ۳۳، کمال الدین، ج ۱ باب ۲۴ حدیث ۱ ص ۲۸۵، دلائل الامامہ طبری ص ۲۸۹۔

۲۶. "للغائب غيبتان احدهما قصيرة و الاخرى طويلة ، الغيبة الاولى لا يعلم بمكانه فيها الا خاصة شيعته و الاخرى لا يعلم بمكانه فيها الا خاصة مواليه " کافی جلد ۱ / باب الغیبه، حدیث ۱۹ ص ۳۳۰۔

۲۷. شهید مطهری اپنی کتاب "قیام و انقلاب مہدی" میں فرماتے ہیں کہ انتظار فرج کا نظریہ اسلام کی ایک کلی اصل کے نظریے سے پیدا ہوتا ہے اور وہ نظریہ اللہ کی رحمت سے مایوسی کے حرام ہونے کا نظریہ ہے۔ قیام انقلاب مہدی عليه السلام انتشارت صدر ۱۳۶۱ھ ص ۴۔ استاد کی مراد شاید وہ آیت ہو جس میں ارشاد ہوتا ہے: "لا تيا سوا من روح الله انه لا يياس من روح الله الا القوم الكافرون" (یوسف / ۸۷)۔

۲۸. "يا على الشيعة تربي بالاماني منذ ما تى سنة"، غیبت نعمانی باب ۱۶ حدیث / ۱۳ ص ۲۹۵۔

۲۹. "افضل العبادۃ انتظار الفرج" منتخب الاثر فصل ۱۰ باب ۲ ص ۳۹۹ ح ۱۶ منقول ازینابیع المودہ و غایۃ المرام و کمال الدین صدوق باب ۲۵ حدیث ۶۔

۳۰. "انتظروا الفرج و لا تيا سوا من روح الله فانّ احبّ الاعمال الى الله عزّو جلّ انتظار الفرج"۔ بحار الانوار جلد ۵۲ / ۱۲۳، منتخب الاثر / ۳۹۸۔

۳۱. "انتظار الفرج من اعظم الفرج" بحار الانوار ج ۵۲ / ۱۲۲، کمال الدین باب ۳۱ ح ۲ ص ۳۲۰۔

۳۲. "طوبى لشيعة قائمنا المنتظرين لظهوره في غيبته و المطيعين له في ظهوره اولئك اولى اء الله الذين لا خوف عليهم و لا هم يجزنون" کمال الدین باب ۳۳ حدیث / ۵۳۔

۳۳. اعلام الوری / ۳۰۹ - ۳۰۸ -

۳۳. "عن الفضیل قال سئلت ابا جعفر علیہ السلام هل لهذا الامر وقت ؟ فقال علیہ السلام کذب الوقتون کذب الوقتون، کذب الوقتون" غیبت شیخ / ۲۶۲ - ۲۶۱ - بحار الانوار ج ۵۲ / ۱۳۰، منتخب الاثر فصل ۶، باب ۸ ح ۱ ص ۳۶۳ -

۳۵. "و اما ظهور الفرج فانه ، الى الله تعالى ذكره و کذب الوقتون" کمال الدین ۲ / ص ۱۶۰ حدیث ۳ / -

۳۶. "من وقت لك من الناس شيئاً فلا تهاين ان تكذبه فلسنا نوقت لاحد:" - بحار الانوار ج ۵۲ / ۱۰۳ / و ۱۱۴ -

۳۷. اس روایت کے مضمون سے مزید آگاہی حاصل کرنے کے لئے بحار الانوار جلد ۵۲ / باب ۲۵ احادیث / ۲۳ - ۲۶، کمال

الدین جلد ۲ باب ۳۷ / ۵۲۵ - منتخب الاثر جلد ۱ فصل ۶ / باب ۲ / احادیث ۹، ۸، ۱۰، ۱۵، اعیان الشیعة جلد ۲ / ۴۸ - ۴۷ -

۳۸. اس سے مراد زمانہ سابق کا شام ہے جو سیریا، فلسطین اور اردن پر مشتمل تھا -

۳۹. یہ پانچ شہر: دمشق، حمص، فلسطین، اردن - قزیرین، بحار الانوار جلد ۵۲ / ۲۰۶ و اثبات الہدایة ج ۴ / ۳۹۸ و ۳۱۴ و اعیان

الشیعة ج ۲ / ۴۳ -

۴۰. ملاحظہ ہو - اثبات الہدایة جلد ۴ / ۳۱۴، غیبت نعمانی باب علامات ظہور / ۲۸۳ و ۲۳۷ غیبت شیخ ص ۲۸۰ - ۲۶۵ - بحار الانوار

جلد ۵۲ باب ۲۵ / ۲۵۹ - ۱۸۱ منتخب الاثر فصل ۶ / باب ۶ / فصل ۴ / باب ۱۰ / اعیان الشیعة جلد ۲ / ۴۳ - ۴۳ -

۴۱. کوہستان شمالی قزوین کے ایک حصہ کا نام "دیلمان" ہے -

۴۲. بحار الانوار جلد ۵۳ / ۱۶ - ۱۵ -

۴۳. بحار الانوار ج ۵۲ / ۲۰۶ و ۳۰۵، اثبات الہدایة ج ۴ / ۳۹۹ -

۴۴. امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ایک روایت کا مضمون یہ ہے کہ جب امام زمانہ ظہور فرمائیں گے تو اس وقت شیعة

نوجوان بغیر کسی پہلے سے کئے وعدے کے اپنے کو مکہ پہنچادیں گے اور امام عصر عج کے حضور میں حاضر ہو جائیں گے - بحار الانوار

جلد ۵۲ / ۳۷۰ و غیبت نعمانی / ۳۱۶ -

۴۵. "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ... ما لباس القائم الا الغلیظ ما طعامه الا الجشب" غیبت نعمانی / ۲۸۵،

منتخب الاثر فصل ۲ باب ۳۲ ص ۳۰۴ ح ۱۔

۳۶. رسول اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زہراء سے فرمایا تھا: "و منّا و اللہ الذی لا الہ الا ہو مہدی ہذہ الامۃ الذی یصلّی خلفہ عیسیٰ بن مریم" اثبات الہدایۃ ج ۴/۱۳ یعنی خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس امت کا مہدی ہم میں سے ہے کہ جس کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم نماز پڑھیں گے۔

۳۷. سورہ قصص آیہ ۲۔

۳۸. ان روایات کے مضمون سے واقفیت کے لئے کہ جس میں سے کچھ مضمون کو ہم نے یہاں بیان کیا ہے ملاحظہ ہو۔

بحار الانوار جلد ۵۲ / باب ۲۶ احادیث ۳، ۱۰، ۸۳، ۸۸، ۸۳، ۴۳ و باب ۲۷ احادیث ۲۵، ۸۳، ۴۲، ۳۱، ۲۹، ۹۱، ۱۱۲، ۱۱۹، ۱۲۹، ۱۶۳، ۲۱۳ و جلد ۵۳ باب ۲۸، کشف الغمہ ج ۳ / ص ۲۵۵، ۲۶۲، ۲۶۹، اعلام الموری ص ۳۳۰-۳۲۶، ارشاد مفید / ۳۶۳، منتخب الاثر فصل ۲ باب ۳۳ و فصل ۶ باب ۱، ۱۱ و فصل ۱۷ باب ۱، ۳، ۴، ۵، ۷، ۸، ۱۱، ۱۲ و فصل ۸ باب ۲، اعیان الشیعہ ج ۲ / ۸۳۔

۸۱۔

## فہرست

- ۳ ..... عرض ناشر:
- ۵ ..... پہلا سبق:
- ۵ ..... حضرت علی ؑ کی زندگی کے حالات (پہلا حصہ)
- ۶ ..... ائمہ طاہرین اور ان کی تعداد
- ۶ ..... ائمہ معصومین کے نام:
- ۷ ..... ائمہ معصومین کی سیرت
- ۹ ..... اختلاف کی اصل وجہ
- ۱۱ ..... علی ابن ابیطالب
- ۱۲ ..... ولادت سے بعثت پیغمبر ؐ تک
- ۱۳ ..... بعثت سے پیغمبر ؐ کی ہجرت تک
- ۱۳ ..... علی ؑ، بستر رسول ﷺ پر
- ۱۵ ..... ہجرت سے رحلت پیغمبر ﷺ تک
- ۱۵ ..... الف۔ علی ؑ، پیغمبر ﷺ کے امین
- ۱۶ ..... ب۔ علی ؑ اور راہ خدا میں جہاد
- ۱۸ ..... ج۔ علی ؑ اور پیغمبر ﷺ کی جانشینی
- ۲۰ ..... سوالات
- ۲۱ ..... حوالہ جات
- ۲۳ ..... دوسرا سبق:
- ۲۳ ..... حضرت علی ؑ کی سوانح عمری (دوسرا حصہ)

- ۲۳ ..... پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت سے خلافت تک
- ۲۵ ..... خلافت سے شہادت تک
- ۲۶ ..... حضرت علیؓ \_ منصب فرماں روائی پر
- ۲۶ ..... الف \_ حقوق کا مرحلہ
- ۲۶ ..... ب \_ مالی مرحلہ
- ۲۸ ..... ج \_ انتظامی مرحلہ
- ۲۹ ..... حضرت علیؓ کے اقدامات پر مخالفین کا رد عمل
- ۲۹ ..... الف \_ ناکشیں (عہد توڑ دینے والے)
- ۳۱ ..... ب \_ قاسطین
- ۳۲ ..... معاویہ اور حضرت عثمان کا کرتا
- ۳۳ ..... آغاز جنگ
- ۳۵ ..... ج \_ مارقین
- ۳۶ ..... حضرت علیؓ کی شہادت
- ۳۶ ..... سوالات
- ۳۸ ..... حوالہ جات
- ۳۰ ..... تیسرا سبق:
- ۳۰ ..... حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی زندگی
- ۳۱ ..... ولادت اور بچپن کا زمانہ
- ۳۱ ..... والد کے ساتھ
- ۳۳ ..... حضرت فاطمہؓ کی شادی

۳۵	فاطمہ ؑ علی ؑ کے گھر میں
۳۵	الف_ گھر کا انتظام
۳۶	ب_ شوہر کی خدمت
۳۷	ج_ تربیت اولاد
۳۸	جناب فاطمہ کی معنوی شخصیت
۳۹	حضرت فاطمہ سے پیغمبر ﷺ کی مہر و محبت
۵۰	ایمان و عبادت فاطمہ
۵۱	فاطمہ ؑ باپ ﷺ کے بعد
۵۱	"سقیفہ بنی ساعدہ" میں مسلمانوں کے ایک گروہ کے اجتماع کی خبر
۵۱	حضرت فاطمہ ؑ زہراء کے مبارزات و مجاہدات
۵۲	پہلا مرحلہ:
۵۲	دوسرا مرحلہ:
۵۳	تیسرا مرحلہ:
۵۳	۱_ بحث و استدلال:
۵۳	۲_ مسجد بنو نبوی ﷺ میں تقریر:
۵۵	۳_ ترک کلام:
۵۵	۳_ رات میں تدفین:
۵۵	شہادت
۵۷	سوالات
۵۸	حوالہ جات

- چوتھا سبق: ..... ۶۱
- امام حسن مجتبیٰ ؑ کی سوانح عمری ..... ۶۱
- بچپن کا زمانہ ..... ۶۲
- والد گرامی کے ساتھ ..... ۶۳
- اخلاقی خصوصیات ..... ۶۵
- پرہیزگاری: ..... ۶۵
- سخاوت: ..... ۶۵
- بروباری: ..... ۶۶
- خلافت ..... ۶۷
- معاویہ کی کار شکنی ..... ۶۸
- معاہدہ صلح ..... ۷۲
- صلح نامہ کے بعض شرائط ملاحظہ ہوں: ..... ۷۲
- معاویہ کی پیمان شکنی ..... ۷۳
- مدینہ کی طرف واپسی ..... ۷۳
- شہادت ..... ۷۵
- سوالات ..... ۷۶
- حوالہ جات ..... ۷۷
- پانچواں سبق: ..... ۸۰
- امام حسین ؑ کی سوانح عمری (پہلا حصہ) ..... ۸۰
- ولادت ..... ۸۱

- ۸۱ ..... پیغمبر ﷺ کے دامن میں
- ۸۲ ..... والد ماجد کے ساتھ
- ۸۲ ..... بھائی کے ساتھ
- ۸۳ ..... اخلاقی فضائل و مناقب
- ۸۵ ..... قیام حسینی
- ۸۷ ..... کوفہ سے دو خط
- ۸۸ ..... حضرت مسلم ابن عقیل کی شہادت
- ۸۹ ..... ظلم کے خلاف عظیم ترین قیام
- ۹۰ ..... شہادت
- ۹۲ ..... سوالات
- ۹۳ ..... حوالہ جات
- ۹۵ ..... چھٹا سبق:
- ۹۵ ..... امام حسین ؑ کی سوانح عمری (دوسرا حصہ)
- ۹۶ ..... زندہ جاوید روواد
- ۹۸ ..... امام حسین ؑ نے معاویہ کے زمانہ میں قیام کیوں نہیں کیا؟
- ۹۹ ..... معاویہ اور یزید کی سیاست میں فرق
- ۱۰۲ ..... انقلاب کی ماہیت
- ۱۰۳ ..... یزید کیلئے بیعت لیتے وقت امام ؑ کی تقریر
- ۱۰۳ ..... معاویہ کے نام امام حسین ؑ کا خط
- ۱۰۳ ..... منی میں امام حسین ؑ کی تقریر

- ۱۰۳ ..... عراق کی طرف روانگی سے پہلے امام حسین ؑ کی تقریر
- ۱۰۵ ..... انقلاب کے اثرات و نتائج
- ۱۰۶ ..... الف۔ امویوں کے جھوٹے دینی نفوذ کو ختم کرنا
- ۱۰۸ ..... ب۔ احساس گناہ
- ۱۰۹ ..... ج۔ روح جہاد کی بیداری
- ۱۱۱ ..... سوالات
- ۱۱۲ ..... حوالہ جات
- ۱۱۳ ..... ساتواں سبق:
- ۱۱۳ ..... امام زین العابدین ؑ کی سوانح عمری
- ۱۱۵ ..... ولادت
- ۱۱۵ ..... اخلاقی خصوصیتیں
- ۱۱۶ ..... حضرت سجاد ؑ کی عظمت
- ۱۱۸ ..... امام سجاد ؑ اور پیغام عاشورائی
- ۱۲۰ ..... کوفہ میں
- ۱۲۱ ..... شام میں
- ۱۲۳ ..... روح مبارزہ و جہاد کی بیداری
- ۱۲۳ ..... مدینہ واپسی کے بعد
- ۱۲۶ ..... دعائیں
- ۱۲۹ ..... شہادت
- ۱۳۰ ..... سوالات

- ۱۳۱ ..... حوالہ جات
- ۱۳۳ ..... آٹھواں سبق:
- ۱۳۳ ..... امام محمد باقر علیہ السلام کی سوانح عمری
- ۱۳۳ ..... ولادت اور بچپن کا زمانہ
- ۱۳۵ ..... امام علیہ السلام کے اخلاق و اطوار
- ۱۳۴ ..... علم امام محمد باقر علیہ السلام
- ۱۳۸ ..... امام اور اموی خلفائے
- ۱۳۱ ..... خلافت کے بالمقابل امام علیہ السلام کا موقف
- ۱۳۳ ..... اسلامی ثقافت کا احیاء
- ۱۳۳ ..... اسلامی نظام کی تشکیل
- ۱۳۶ ..... امام محمد باقر علیہ السلام کے مکتب فکر کے پروردہ افراد
- ۱۳۶ ..... ۱۔ ابان ابن تغلب:
- ۱۳۶ ..... ۲۔ زرارہ ابن اعیُن:
- ۱۳۶ ..... ۳۔ کمیت اسدی:
- ۱۳۴ ..... ۳۔ محمد بن مسلم فقیہ اہل بیت:
- ۱۳۴ ..... شہادت کے بعد مبارزہ
- ۱۳۹ ..... امام کی شہادت
- ۱۵۰ ..... سوالات:
- ۱۵۱ ..... حوالہ جات
- ۱۵۳ ..... نواں سبق:

- ۱۵۳ ..... امام جعفر صادق علیہ السلام کی سوانح عمری
- ۱۵۳ ..... ولادت
- ۱۵۳ ..... امام کی پرورش کا ماحول
- ۱۵۵ ..... امام کا اخلاق اور انکی سیرت
- ۱۵۶ ..... الف - حلم و بردباری
- ۱۵۶ ..... ب - عفو اور درگزر
- ۱۵۶ ..... ج - حاجت مندوں کی مدد
- ۱۵۷ ..... د - امام اور زراعت
- ۱۵۷ ..... امام کی شخصیت و عظمت
- ۱۵۸ ..... امام کا علمی مقام
- ۱۵۸ ..... امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہم عصر زامداران حکومت
- ۱۵۹ ..... بنی امیہ کے جرائم
- ۱۶۰ ..... بنی امیہ کی حکومت ختم ہونے کے وجوہات
- ۱۶۰ ..... ۱ - ائمہ علیہم السلام کا مسلسل جہاد اور انکی پھیلائی ہوئی روشنی:
- ۱۶۱ ..... ۲ - اقتصادی دباؤ:
- ۱۶۱ ..... ۳ - غیر عرب کو نظر انداز کرنا:
- ۱۶۳ ..... امام اور تحریکوں کا رابطہ
- ۱۶۳ ..... بنی عباس کا زمانہ
- ۱۶۵ ..... امام جعفر صادق علیہ السلام کا اصلاحی منصوبہ
- ۱۶۷ ..... الف - مسئلہ امامت کا بیان اور اس کی تبلیغ

- ۱۶۸ ..... ب۔ اسلامی ثقافت کی نشر و اشاعت
- ۱۷۱ ..... شہادت امام جعفر صادق ؑ
- ۱۷۱ ..... جعفری یونیورسٹی کے تربیت یافتہ افراد
- ۱۷۲ ..... حمران بن اعین
- ۱۷۳ ..... مفضل ابن عمر
- ۱۷۳ ..... جابر بن یزید جعفی
- ۱۷۵ ..... سوالات
- ۱۷۶ ..... حوالہ جات
- ۱۷۹ ..... دسواں سبق
- ۱۷۹ ..... امام موسیٰ بن جعفر ؑ کی سوانح عمری
- ۱۸۰ ..... ولادت
- ۱۸۱ ..... باپ کی خدمت میں
- ۱۸۱ ..... اخلاقی فضائل
- ۱۸۲ ..... امامت حضرت موسیٰ ابن جعفر ؑ
- ۱۸۲ ..... امامت کا زمانہ
- ۱۸۳ ..... الف۔ امام موسیٰ کاظم کی علمی تحریک کی تحقیق
- ۱۸۶ ..... ب۔ امامت کا تحفظ اور عمومی انقلاب کیلئے میدان کی توسیع
- ۱۸۷ ..... ایک استثنا
- ۱۸۸ ..... امام کے اس موقف کو واضح کرنے والا ایک نمونہ
- ۱۹۰ ..... ج۔ خلفاء کے عیش و نشاط کے خلاف جنگ

- ۱۹۱ ..... شہادت
- ۱۹۲ ..... آپ کی عملی اور اخلاقی سیرت کے نمونے
- ۱۹۲ ..... الف: عبادت
- ۱۹۳ ..... ب۔ درگذر اور بردباری
- ۱۹۳ ..... ج۔ کام اور کوشش
- ۱۹۵ ..... د۔ سخاوت و کرم
- ۱۹۵ ..... ہ۔ تواضع اور فروتنی
- ۱۹۷ ..... سوالات
- ۱۹۸ ..... حوالہ جات
- ۲۰۲ ..... گیارہواں سبق:
- ۲۰۲ ..... امام علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کی سوانح عمری
- ۲۰۳ ..... ولادت
- ۲۰۳ ..... امامت پر نص
- ۲۰۳ ..... اخلاق و سیرت
- ۲۰۶ ..... امام کا علمی مقام
- ۲۰۷ ..... امام علیہ السلام کی شخصیت
- ۲۰۷ ..... امامت کا زمانہ
- ۲۰۸ ..... الف۔ آغاز امامت سے خراسان بھیجے جانے تک
- ۲۱۰ ..... علویوں کا قیام
- ۲۱۲ ..... ب۔ سفر خراسان کی پیشکش کے آغاز سے شہادت تک

- ۲۱۳ ..... ولی عہدی کا واقعہ
- ۲۱۳ ..... الف\_ خلافت کی سیاست کے اعتبار سے
- ۲۱۵ ..... ب: امام\_ کے نکتہ نظر سے
- ۲۱۶ ..... امام ؑ کی ناراضگی کے دلائل
- ۲۱۷ ..... ولی عہدی قبول کرنے کے دلائل:
- ۲۱۸ ..... امام کا منفی رویہ
- ۲۲۱ ..... شہادت امام ؑ
- ۲۲۳ ..... سوالات
- ۲۲۳ ..... حوالہ جات
- ۲۲۷ ..... بارہواں سبق:
- ۲۲۷ ..... امام محمد تقی ؑ کی سوانح عمری
- ۲۲۸ ..... ولادت
- ۲۲۹ ..... تعیین امامت
- ۲۳۰ ..... والد کے ساتھ
- ۲۳۱ ..... آپ ؑ کی امامت
- ۲۳۱ ..... مکارم اخلاق و فضائل
- ۲۳۲ ..... الف\_ جو د و سخاوت
- ۲۳۲ ..... ب\_ دوسروں کی مشکل کو حل کرنا
- ۲۳۳ ..... امام جواد ؑ کی شخصیت
- ۲۳۳ ..... خلافت کے مقابلہ میں امام ؑ کا موقف

- ۲۳۵ ..... شادی کی سازش
- ۲۳۶ ..... علمی اور ثقافتی کوششیں
- ۲۳۹ ..... نمایاں افراد کی تربیت
- ۲۴۰ ..... معتصم کے دور حکومت میں
- ۲۴۳ ..... سوالات
- ۲۴۳ ..... حوالہ جات
- ۲۴۶ ..... تیرہواں سبق:
- ۲۴۶ ..... امام علی النقیؑ کی سوانح عمری
- ۲۴۸ ..... ولادت
- ۲۴۸ ..... امامؑ کی پرورش کا ماحول
- ۲۴۹ ..... امامت پر نص
- ۲۵۰ ..... امامؑ کا اخلاق اور ان کی سیرت
- ۲۵۱ ..... عبادت و بندگی
- ۲۵۱ ..... جو دو بخشش
- ۲۵۲ ..... عقدہ کشائی
- ۲۵۳ ..... امامؑ کی معنوی ہیبت و عظمت
- ۲۵۳ ..... امامؑ کا علمی مقام
- ۲۵۳ ..... امامت کا زمانہ
- ۲۵۵ ..... دوران امامت کی خصوصیتیں
- ۲۵۵ ..... الف: دربار خلافت کی ہیبت و عظمت کا زوال اور موالی کا تسلط

- ۲۵۶ ..... ب: علویوں کی تحریک کی وسعت
- ۲۵۷ ..... امام ؑ کے ساتھ متوکل کا سلوک
- ۲۵۹ ..... سامرا میں امام کی جلا وطنی
- ۲۶۰ ..... امام ؑ کی فعالیت اور آپ ؑ کا موقف
- ۲۶۰ ..... الف: مدینہ میں آپ کی فعالیت اور موقف
- ۲۶۲ ..... ب: سامرا میں امام ؑ کی فعالیت اور موقف
- ۲۶۲ ..... ۱۔ پہلا موقف
- ۲۶۳ ..... ۲۔ علمی کارکردگی
- ۲۶۳ ..... ۳۔ شاگردوں کی تربیت
- ۲۶۵ ..... ۳۔ زیارت جامعہ
- ۲۶۵ ..... ۲۔ دوسرا موقف
- ۲۶۷ ..... شہادت امام ؑ
- ۲۶۸ ..... سوالات
- ۲۶۹ ..... حوالہ جات
- ۲۷۳ ..... چودہواں سبق
- ۲۷۳ ..... امام حسن عسکری ؑ کی سوانح عمری
- ۲۷۳ ..... ولادت
- ۲۷۳ ..... امامت کی تعیین
- ۲۷۵ ..... والد بزرگوار کے ساتھ
- ۲۷۶ ..... اخلاقی خصوصیات و عظمت

- ۲۷۷ ..... امام حسن عسکری علیہ السلام کا زہد
- ۲۷۷ ..... عبادت اور بندگی
- ۲۷۸ ..... جو دو کرم
- ۲۷۸ ..... زمانہ امامت
- ۲۷۹ ..... امام علیہ السلام کے بارے میں خلفاء کی سیاست
- ۲۸۱ ..... شورشیں اور انقلابات
- ۲۸۳ ..... امام حسن عسکری علیہ السلام کی کوششیں اور موقف
- ۲۸۳ ..... الف - سیاسی واقعات کے سلسلہ میں امام کا موقف
- ۲۸۳ ..... ب: علمی اور ثقافتی تحریک میں امام علیہ السلام کا موقف
- ۲۸۵ ..... ج - عوامی مرکز کی نگرانی، اس کی پشت و پناہی اور تیاری
- ۲۸۶ ..... د: آپ کے فرزند حضرت مہدی علیہ السلام کی غیبت کے بارے میں آپ کا موقف
- ۲۸۸ ..... شہادت امام حسن عسکری علیہ السلام :
- ۲۹۰ ..... سوالات :
- ۲۹۱ ..... حوالہ جات
- ۲۹۳ ..... پندرہواں سبق :
- ۲۹۳ ..... امام زمانہ حضرت حجت (عج) کی زندگی کے حالات (پہلا حصہ)
- ۲۹۵ ..... ولادت
- ۲۹۸ ..... پوشیدہ ولادت
- ۲۹۸ ..... خواص کیلئے اعلان
- ۳۰۰ ..... حضرت مہدی کے شمائل اور خصوصیات

- ۳۰۱ ..... امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت
- ۳۰۲ ..... مسئلہ غیبت:
- ۳۰۳ ..... غیبت صغریٰ:
- ۳۰۳ ..... غیبت کبریٰ:
- ۳۰۳ ..... غیبت صغریٰ میں امام کے معجزات:
- ۳۰۵ ..... امام عصر علیہ السلام کے نائبین
- ۳۰۶ ..... الف \_ نائبین خاص
- ۳۰۶ ..... ۱ \_ عثمان ابن سعید
- ۳۰۷ ..... ۲ \_ محمد ابن عثمان
- ۳۰۷ ..... ۳ \_ حسین ابن روح
- ۳۰۸ ..... ۳ \_ علی ابن محمد سمري
- ۳۰۹ ..... ب \_ عام نائبین
- ۳۱۰ ..... دیدار مہدی \_
- ۳۱۱ ..... سوالات:
- ۳۱۲ ..... حوالہ جات
- ۳۱۶ ..... سولہواں سبق:
- ۳۱۶ ..... مہدی علیہ السلام موعود کا عقیدہ - دوسرا حصہ:
- ۳۱۷ ..... الف \_ تمام ادیان کی نظر میں
- ۳۱۸ ..... ب \_ اسلامی مآخذ و مصادر میں
- ۳۲۱ ..... احادیث کے نمونے

- ۳۲۲ ..... انتظار فرج.
- ۳۲۳ ..... وقت ظہور.
- ۳۲۵ ..... ظہور سے پہلے کے حالات.
- ۳۲۵ ..... ۱۔ ساری دنیا میں ظلم، گناہ اور بے دینی کا پھیل جانا:
- ۳۲۵ ..... ۲۔ خروج سفیانی.
- ۳۲۶ ..... ۳۔ سید حسنی کا خروج.
- ۳۲۶ ..... ۳۔ ندائے آسمانی.
- ۳۲۷ ..... ظہور کے بعد کی حالت.
- ۳۲۹ ..... سوالات:
- ۳۳۰ ..... حوالہ جات.